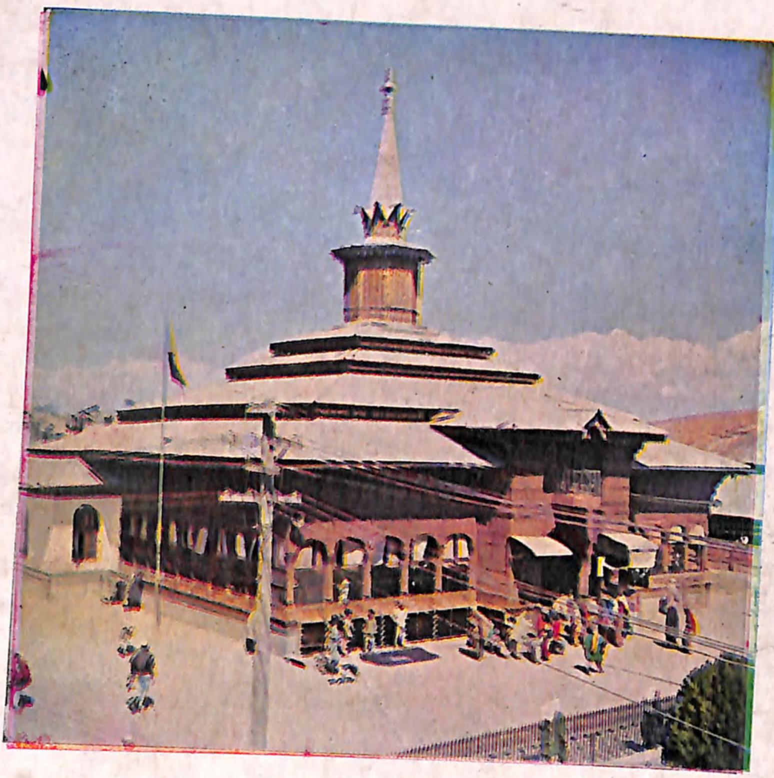
ریشی نامہ



جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر

AIIMS.

Ext

265888851 – 4971

ASST Cont Exam

PGI chandi → PGI mer. nic.in

→ ~~11658885112~~

ریشی نامہ

تصنیف

مُلّا بہاءُالدّین متو

ترتیب

محمّد اسد اللہ وانی

مسعود سامون

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

عرضِ ناشر

علمدارِ کشمیر رح کی پیدایش کی چھٹی صدی تقریبات نے کشمیر کی عوامی اور تمدنی تواریخ کے اس روشن مینار کے حالات، اُن کے کلام اور اُن کے کام کے متعلق کچھ اس قدر جوش اور جستجو کی لہر پیدا کر دی کہ اُن کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ کشمیر کی تہذیب و تواریخ کے کچھ گوشوں پر بھی نئی روشنی کی چھوٹ پڑی۔ اُن کا مستند کلیات تو اکادمی کب کا شایع کر چکی ہے۔ اُردو اور کشمیری میں بھی اُن کے حالات و کمالات کے بارے میں کئی کتابیں چھپ کر آ چکی ہیں۔

حضرت شیخ رح کے کوائف و کلام کا سب سے بڑا سرچشمہ وہ ریشی نامے ہیں۔ جو اُن کے زمانے سے شروع ہوئے اور اس صدی کی ابتداء تک لکھے جاتے رہے۔ یہ ریشی نامے ایک ایسا تمدنی سمندر ہیں۔ جن کی غواصی سے کچھ بے بہا گوہر حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان کا پیرایہ اور لہجہ اگرچہ عقیدتمندانہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں واقعات و حالات کا ایسا ذخیرہ ملتا ہے کہ اُنکی تشریح و تفسیر کے کئی دفتر کھولے جا سکتے ہیں۔

مُلّا بہاؤالدین متو انیسویں صدی عیسوی میں کشمیر کے فارسی گویوں میں بڑے زود نویس اور بسیار گو واقع ہوئے تھے۔ ان کا ریشی نامہ حضرت شیخ اور اُنکی ریشی تحریک کے متعلق معلومات کا ایک وافر ذخیرہ فراہم کرتا ہے۔ اس

ناشر
سیکریٹری اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز جموں وکشمیر
سالِ اشاعت
۱۹۸۲ء
پریس
جے، کے، آفسیٹ پریس سرینگر
سرورق

قیمت

پشت ——— عمل مبوشن کول

۳۱ آمدن لولی به جهت فریقین حضرت شیخ العالمؒ و ہدایت یافتن وی۔

۳۲ شہرت یافتن حضرت شیخ العالمؒ از ہدایت یافتن لولی و از غار برون آمدن و طالبان را به گوشه ها بنشاندن و خود بطرف بمه زو رفتن نزد بمه ساز۔

۳۳ رفتن شیخ العالمؒ در بت خانه، پوست گاو را بر دوش گرفته و مجادله و مکالمه نمودن بمه ساد همراه شیخ العالمؒ

۳۴ رفتن بمه ساد در بهشت بابت آوردن میوه و شیخ العالمؒ بدنبال او۔

۳۵ اشارت کردن شیخؒ بسوی بتان و بمه ها کلمهٔ شهادت بر زبان راندن و مسلمان شدن بمه ساد و ملقب شدن به بابا بام الدین

۳۶ گرفتار شدن بابا بام الدین بدست دو کس از خاصگان سلطان برای بیگار و ہدایت یافتن ایشان۔

۳۷ ہدایت یافتن کام دیو در وتاری گام از حضرت شیخ العالمؒ و ملقب شدن به بابا قیام الدین۔

۳۸ ہدایت یافتن دو دختر آهنگر که نام یکی ڈت و دیگری دَت بوده۔

۳۹ بابا پشرن ریشی و مستفید شدن او از نظر شیخ العالمؒ

۴۰ ہدایت یافتن جوان ها که نمک بر دوش گرفته برای به ییلاق می رفتند۔

۴۱ زاد و بوم بابا زین الدین۔

مقدمہ

علمدارِ کشمیر حضرت شیخ العالم شیخ نور الدین نورانی رح کی ذات بابرکات سے وادیٔ کشمیر کا کون سا شخص ناواقف ہوگا۔ مسلمانوں میں نندہ ریشی اور ہندوؤں میں سہزانند کے نام سے یاد کیا جانے والا یہ عظیم المرتبت ریشی چرار شریف میں اب بھی لوگوں کے لئے ہدایت و رہبری کی مشعل روشن کئے ہوئے ہے۔ کشمیر کے علماء اور شعراء نے شیخ العالم رح کی حیات اور ان کے پیغام کے مختلف پہلوؤں کو روشن کرنے اور ان کے کلام کی تدوین و تفسیر کے سلسلے میں کئی جتن کئے ہیں۔ روایت ہے کہ کتی پنڈت [۱] نے حضرت شیخ کی حیات میں ہی ان کے کلام کو قلمبند کیا تھا۔ حضرت شیخ کے سلسلے میں کی گئی سب سے پہلی سنجیدہ کوشش بابا نصیب الدین غازی رح کا ریشی نامہ ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ رح کے معتقدین ان کے کلام کو۔ جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی سوانح کو بھی قلمبند کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ ان تمام ریشی ناموں میں بھی بابا نصیب الدین غازی رح کے ریشی نامے کے سوانحی پہلو زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر کتاب المعروف بہ "ریشی نامہ" "الف" کے ایک ایسے ہی معتقد اور شیدائی ملّا بہاء الدین متو

۱؎ حضرت شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد کتی پنڈت کا نام قطب الدین پڑا۔

میں کیا ہے۔ یہی رویہ محی الدین مسکین اور میر حسین قادری نے بھی اختیار کیا ہے مزید برآں مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے مجرد زندگی بسر کی لیکن اگر یہ مانا جائے کہ خمسہ کے علاوہ "ذکر الصادقین" نام کی ایک اور شعری تصنیف بھی انہیں کی ہے تو یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ "ذکر الصادقین" میں مصنف اپنے فرزند احمد اللہ سے یوں مخاطب ہوتا ہے ؎

ہاں کجائی ای جگر پیوند من	قرۃ العین من و دل بند من
مصطفیٰ فرمودہ است اولادنا	پارۂ دلہائے ما اکبادنا
ہم چو نامت وہ چہ فرخ فال تست	کہ غلام احمد اللہ سال تست
نام در گشتہ بنام احمدی	ای عفاک اللہ غلام احمدی
از لقائے احمدی پُر نور شو	مست شو از عشق او مخمور شو
عمر تو گر چاردہ آمد بہ سال	ہم چو ماہ چاردہ یابی کمال

ملا بہاء الدین ہنتو اپنے مرشد کا نام عنایت بتاتے ہیں اور ذکر الصادقین کا مصنف بہاء الدین بھی اپنے مرشد کا نام عنایت ہی لکھتا ہے۔ خمسۂ بہائیہ کی پانچوں مثنویوں میں ہنتو نے تخلص بہا استعمال کیا ہے جبکہ "ذکر الصادقین" کا مصنف بہاء الدین بطور تخلص برتتا ہے۔ ممکن ہے ہنتو نے اس چھٹی تصنیف میں تخلص کے بجائے اپنا نام استعمال کیا ہو۔ اس کی بحر بھی خمسہ کی بحر سے مختلف ہے۔ ویسے یہ قرین قیاس نہیں دکھائی دیتا کہ شاہ عنایت اللہ کبروی کے دو مرید ہوں دونوں کا نام بہاء الدین ہو اور دونوں فارسی شاعر ہوں۔ البتہ نا ممکن نہیں ہے کہ ہنتو کا مرشد شاہ عنایت کبروی، اس شاہ عنایت سے مختلف ہو جس کا ذکر "ذکر الصادقین" میں ہوا ہے۔ لیکن "ذکر الصادقین" میں شاہ عنایت کے اس ذکر

چوں عنایت نامش آمد لاجرم ۔ صد عنایت یافت از حق صد کرم ؎

کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔

حضرت شیخؒ کی وفات حسرت آیات کے بعد دو سو سال گذرنے تک ان کا کلام اور ان کے حالات زندگی مرتب نہ ہو سکے۔ لیکن سینہ بہ سینہ روایتاً اور نثر کاً نسل بہ نسل منتقل ہوتے رہے۔ ظاہر ہے کہ اس عرصے میں ان حقایق کے چہرے پر مرور زمان کے غبار کے ساتھ خوش عقیدگی کی رنگ آمیزی بھی ہوئی ہوگی اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ تمام ریشی ناموں کے مصنفین کے بیانات اکثر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ملّا بہاء الدین متو کا ریشی نامہ بھی اس سلسلے میں اپنی سی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں درج واقعات بہت حد تک عبدالوہاب شائقؔ کی "ریاض الاسلام" سے ماخوذ ہیں بلکہ اگر اس ریشی نامہ کو ریاض الاسلام کی تلخیص کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ملّا بہاء الدّین متو کا شمار کشمیر کے برگزیدہ لوگوں میں ہوتا ہے۔ وہ محلہ پٹھ وان مسجد متصل نوہٹہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے مقتدر عابد اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش اور وفات کے بارے میں تقریباً تمام تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ پیر غلام حسن لکھتا ہے "شاہ عنایت اللہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ پرہیزگار پابند شرع بزرگ تھے۔ شیخ سیف اللہ کے گھر میں اکیلے پن اور تنہائی میں عمر بسر کی۔ صاحب ریاضت اور عبادت تھے۔ بڑے سوز و گداز والے حضرت تھے۔ ریشی نامہ، سلطانی، قادری نقشبندیہ اور چشتیہ پانچ منظوم کتابیں لکھی ہیں۔ رحلت کے بعد اسلاف کے مزار میں دفنائے گئے[1]۔"

حسن نے ان کا ذکر شعراء کے زمرہ میں کرنے کے بجائے صلحاء کے زمرہ

---

[1] تذکرۂ اولیائے کشمیر (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۸۸

عبادی قاری، عنایت اللہ کبروی، عبدالکریم حسینی، عبدالغنی لنگر، شیخ اکبر ہادی، بابا سیف اللہ زونی مروی اور ملّا غلام محمود بلخی سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور سلوک کے مدارج طے کئے۔[1]

مُلّا نے اپنی تعلیم اور روحانی تربیت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تصنیف کا شغل بھی جاری رکھا۔

ملّا بہاء الدین متو کی وفات میر حسین قادری اور محی الدین مسکین نے ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء لکھی ہے۔ ملّا نے خمسہ کی آخری مثنوی "چشتیہ" میں اپنے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

ای خدا بندۂ نزارم من — مستمند و فقیر و زارم من
عمر از ہفت رفت و ز ہفتاد — ہفتۂ ما شدہ براہ رشاد
از تنم قوت شباب گذشت — آبم از گل گلم ز آب گذشت
نیست در دیدہ تیزئ نظرم — تاب رفتن نہ قوت کمرم

"عمر از ہفت رفت و ز ہفتاد" سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت ملّا کی عمر ۷۰ سے تجاوز کر چکی تھی۔ کچھ نسخوں میں یہ مصرع یوں ہے "عمر از ہفت رفت در ہفتاد" جس کے معنی ۷۷ کے نکالے جاتے ہیں، لیکن فارسی زبان کے قواعد کی رو سے ہفت در ہفتاد کا مطلب ۷۷ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کہنا مقصود ہے کہ عمر سات سال سے ستّر سال ہو گئی۔ یہاں ہفت اور ہفتاد کی صنعت شعری محل نظر ہے۔ بہر کیف یہ تو قطعی صحیح ہے کہ ملّا کی عمر اس وقت ۷۰ سے زیادہ تھی، کیونکہ چوتھی مثنوی "نقش بندیہ" کا سال اختتام ۱۲۴۶ھ

۱؎ شیرازہ اُردو۔ کلچرل اکادمی۔ جلد ۱۶ء، شمارہ ۱ء صفحہ ۵، ۶ "ملّا بہاء الدین متو" از محمد امین رفیقی بحوالۂ فتوحات قادریہ۔

کے علاوہ شیخ عبدالغنی کا ذکر یوں ہوتا ہے ؎

معدن انوار و کان روشنی — ابن قاسم شیخ زین عبدالغنی
رہنماے مرشد آگاہ من — مرشد مرشد پناہ شاہ من

اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ "ذکر الصادقین" ملاّ بہاء الدین منتو کی ہی تصنیف ہوگی ویسے اس کتاب کا شعری اسلوب اس سے مختلف نہیں ہے جو خمسہ بہائیہ میں پایا جاتا ہے۔ ایک اور بات جس سے مندرجہ بالا مفروضہ زیادہ مستحکم ہوتا ہے یہ ہے کہ "ذکر الصادقین" کا سال تصنیف ۱۲۰۶ھ ہے اور مادۂ تاریخ "ذکر الصادقین" ہی ہے۔ اندازہ ہے کہ خمسہ کی پہلی مثنوی کی تصنیف سے سولہ سترہ سال قبل منتو نے یہ کتاب لکھی ہے۔

ملا بہاء الدین منتو کی کوئی بھی تصنیف ان کے سال پیدائش کے بارے میں صراحت سے کچھ نہیں کہتی۔ "ریشی نامہ" میں ایک جگہ کہتے ہیں ؎

دوری از در گہت نہ آئین بود — چہ کنم سرنوشت من این بود
عمر پنجاہ سالہ باختہ ام — در ہواہای نفس تاختہ ام
خم شدہ پشت من ز بار گناہ — موی کردم سفید و روی سیاہ

گویا اختتام ریشی نامہ کے وقت ملاّ کی عمر پچاس تھی اور ریشی نامہ کا سال تصنیف ۱۲۲۳ھ ہے۔ اس حساب سے ان کا سال پیدائش ۱۱۷۳ھ ہوگا

لیکن ان اشعار کا لہجہ سعدی شیرازی کے اس شعر کی یاد تازہ کرتا ہے ؎

ای کہ پنجاہ رفت و در خوابی — مگر این پنج روز دریابی

بعید از قیاس نہیں کہ یہ اشعار محض تتبعاً کہے گئے ہوں۔

ملاّ بہاء الدین منتو کی تعلیم و تربیت کے بارے میں میر حسین قادری لکھتے ہیں "بہاء الدین نے عبدالرسول مداد فروش، خضر شاہ نادر فروش، خواجہ مقیم

ہونے کے باوجود ان کی شاعری ہمیشہ ایک خشک اور زاہدانہ غلاف اوڑھے رہتی ہے۔ کوئی ایرانی شاعر ہوتا تو ایسے پُر رنگ مواقع پر اُس کا قلم وہ قوس قزح بکھیر دیتا کہ ایک گلستان ہو جاتا۔ بات یہ نہیں کہ انہوں نے اس کی کوشش نہیں کی بلکہ رنگینی پیدا کرنے کی بارہا کوشش کے باوصف ان کی طبیعت کا میلان چونکہ اس طرف نہیں ہے کھینچ تان کرتے ہیں، تو تصنع صاف جھلکتا ہے۔ ایسے اشعار اپنے خالق کے زہد و ورع کی صاف چغلی کھاتے ہیں۔

تلخیص ریشی نامہ

سب سے پہلے حمد باری، اس کے بعد نعت شریف، منقبت چہار یار باصفاؓ، مناقب حسنینؓ، مناقب ائمہ اثنا عشرؑ، منقبت حضرت غوث الاعظمؒ پھر اپنے مرشد اور ان کے سلسلے کا ذکر کر کے ریشی نامہ کا آغاز کرتے ہیں۔ کچھ اشعار ریشیت پر قلمبند کر کے حضرت شیخ العالمؒ کے زاد و بوم اور حسب و نسب کا بیان یوں کرتے ہیں:

کیموہ گاؤں میں ایک شخص سلر گنائیؒ نام کا کسی گھر میں خانہ داماد تھا۔ اس کی اہلیہ ستدر نامی بڑی خوش صورت و خوش سیرت تھی۔ خدا نے دو بیٹے عطا کئے۔ ایک کا نام شش دوسرے کا نام گندر تھا۔ اہل و عیال کا بوجھ اٹھانے کے لئے سلر نے شبانی (بھیڑوں کی پاسبانی) کا کام شروع کیا۔ اس کے بیٹے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد نقب زنی اور چوری کرنا شروع کرتے ہیں۔ باپ کو ان کے کرتوت کا پتہ چلتا ہے تو دل شکستہ ہو کر خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں رجوع کرتا ہے۔ اس کی ان دعاؤں کے اثر سے نو مہینے کے بعد ۷۷۹ھ میں ان کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوتا ہے جس کا نام سندہ رکھا جاتا ہے۔ نوزائیدہ جب تین دن تک ماں کا دودھ پینے سے انکار کرتا ہے تو للہ عارفہ وہاں پہنچتی

ہے جبکہ ملّا کی عمر (اگر ان کا سال ولادت ۱۱۷۳ھ صحیح ہے تو) ۷۳ سال تھی ممکن ہے کہ آخری مثنوی انہوں نے دو سال کے عرصے میں تمام کی ہو اور ۱۲۴۸ھ ان کی تاریخ وفات غلط نہ ہو۔ اگر ملّا نے باقی مثنویوں کی طرح آخری مثنوی "چشتنیہ" کا سال تصنیف بھی لکھا ہوتا تو ان کی عمر کا تعین آسانی سے ہو سکتا۔

وفات کے بعد ملّا کو اپنے اسلاف کے مزار محلہ بیٹھ واں میں سپرد خاک کیا گیا۔

ہرچند ملّا بہاء الدین متو کا شعری مرتبہ اتنا بلند نہیں لیکن انہوں نے کشمیر میں تصوف کی تحریکوں کی تاریخ لکھنے کی جو سعیٔ بلیغ فرمائی ہے اسے نظرانداز کرنا مورخ کے لئے آسان نہیں۔ غالباً حسن اور بعد کے دوسرے مورخوں نے اسی لئے ان کو شعراء کی فہرست میں شامل کرنے کے بجائے صلحاء کی فہرست میں شامل کیا ہے باوجود اس اطلاع کے کہ وہ پانچ ضخیم مثنویوں کے مسلمہ مصنف ہیں۔ انہیں مورخین کی فہرست میں بھی شامل نہیں کیا گیا ہے جس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے بیانات تاریخی کم اور غیر تاریخی زیادہ ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ انہیں سنجیدہ مورخین میں شمار کیا بھی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ نہ ان کا اپنا مقصد تاریخ نگاری ہے اور نہ ہی وہ ان معیاروں پر پورے اترتے ہیں۔ ان کے ہاں روایت کا درجہ مسلمہ تاریخ سے کم نہیں ہے۔ نیز عقیدت کا رنگ ان کی تصانیف میں اس قدر جھلکتا ہے کہ حقائق کو مستور ہوئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

خمسہ کے لئے انہوں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ان کے عارفانہ ذہن کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ پانچوں مثنویوں میں کشمیر کے سماجی، ادبی اور ثقافتی ماحول کا ذکر کرنے کا خوب موقع تھا۔ لیکن اس طرف انہوں نے دھیان ہی نہیں دیا۔ منظر کشی اور سراپا نگاری کے علاوہ بہاریہ اور عاشقانہ شعروں کی بڑی گنجایش

ان کے اوپر ڈال کر باہر نکل جاتے ہیں۔ بھائیوں کے استفسار پر کہتے ہیں کہ صاحب خانہ اچانک جاگ گیا اور ان کو پکڑنا چاہا۔ چادر تو اس کی گرفت میں آگئی اور خود وہ بمشکل جان بچا کر بھاگ سکے ہیں۔ دونوں بھائی غصے میں بپھرتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں اور شیخ کو خود سے علیحدہ کر دیتے ہیں کہ جو جی چاہے کریں۔ بھائیوں کے اس قطع تعلق کے بعد والدہ ان کو کسب ہنر کی طرف مایل کرنے کی کوشش کرتی ہیں چنانچہ انہیں کسی جلاہے کے پاس بھیجا جاتا ہے لیکن وہ جلاہے کو اُلٹا ایسا فلسفہ پڑھاتے ہیں کہ وہ اُن کا مرید ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت شیخؒ گھر بار ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں کبھی کبھی حضرت سید حسین سمنانیؒ کے ہاں جاتے ہیں اور کبھی کبھی للہ عارفہ ان کی خبر گیری کرتی ہیں۔ اس دوران حضرت شیخ عالم رویا میں آنحضور صلعم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اب معرفت کی روشنی سے ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور وہ کیموہ کے ایک غار میں ریاضت الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان کی والدہ غار پر آکر انہیں پھر مائل بہ دنیا کرنے کی کوشش کرتی ہیں مگر ناکام ہو جاتی ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی انہیں دنیا کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ چنانچہ آخری حربے کے بطور بچوں کو لیکر غار پر حاضر ہوتی ہیں اور بچوں کو وہیں چھوڑ کر واپس چلی جاتی ہیں۔ -

- - - - - - حضرت شیخؒ کی دعا سے دونوں بچے راہی ملک بقا ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے خویش و اقارب سلطان سکندر کے دربار میں ان کے اس فعل کو قتل گردان کر مواخذہ کے طالب ہو جاتے ہیں۔ سلطان تازی بٹ نامی ایک پیادے کو شیخ کے گرفتار کرنے کی غرض سے روانہ کرتے ہیں۔ لیکن کرامتِ شیخ سے تازی بٹ معتقد شیخ ہو کر بابا تاج الدین کا لقب پاتے ہیں۔ ایک بار پھر

ہیں اور کہتی ہیں کہ جب پیدا ہونے سے شرمسار نہیں ہو تو دودھ پینے سے کیوں شرماتے ہو۔ اس کے بعد بچہ دودھ پینا شروع کرتا ہے۔ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی والد کا انتقال ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد شادی ہو جاتی ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بالترتیب ان کے ہاں پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں بھائی انہیں اپنے پیشے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وہ آمادہ نہیں ہوتے۔ ماں پند ونصیحت کرتی ہے کہ کوئی کام کرو مگر وہ ملتفت نہیں ہوتے۔ بھائی انہیں ایک بار اپنے ساتھ چوری کے لئے لے جاتے ہیں، اور انہیں کسی گھر کے اندر داخل کرتے ہیں اور بھاری قیمت کی چیزیں باہر پھینکنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ وہ چکی کا بھاری پاٹ پھینکتے ہیں۔ دونوں بھائی ان کی اس حماقت پر برافروختہ ہو جاتے ہیں اور ہلکی ہلکی چیزیں پھینکنے کے لئے کہتے ہیں۔ جواب میں وہ چھاج اور چھلنی پھینکتے ہیں۔ اس کے بعد بھائی ان سے ناراض ہو کر ایک دوسرے مکان میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں سے زیورات سے بھرا ہوا ایک تھیلا اور ایک بچھڑا چرا کر ان کے سپرد کرتے ہیں کہ گھر پہنچا دو۔ راستے میں کتے بھونکتے ہیں اور حضرت شیخ "وو" "وو"[1] سے مراد 'بو' 'بو' سمجھ کر زیورات کے تھیلے کو گائے کی گردن میں باندھ کر اسے رہا کر دیتے ہیں پھر ننگے ہو کر کانٹے دار جھاڑیوں سے اپنے آپ کو زخمی کرنے کے بعد گھر پہنچتے ہیں اور بھائیوں کے پوچھنے پر جواب دیتے ہیں کہ رہزنوں نے ان کو لوٹنے کے بعد مجروح کر دیا۔ اسی طرح دوسری بار ان کے بھائی ان کو لے کر ایک گھر میں گھستے ہیں۔ شیخ اندر جا کر جب دیکھتے ہیں کہ اصحاب خانہ کے پاس اوڑھنے کے لئے کچھ نہیں ہے تو اپنی چادر

---

[1] "وو" کشمیری زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے 'بوؤ'۔ کتے کی "وو وو" سن کر حضرت شیخ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تمثیلاً ان سے کہہ رہا ہے جیسا یہاں بوؤ گے ویسا وہاں کاٹو گے۔ بمصداق الدنیا مزرعة الآخرة۔

خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اب آپ غار سے باہر آ کر طالبانِ حق کی ہدایت کے کام
میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی بمہ زو کے زبردست سادھو بمہ تساد
کا داخلِ اسلام ہونا ہے۔ سرزمین مٹن کے بمہ زو نامی گاؤں میں ایک زبردست برہمن
سادھو رہتے تھے جو شہرۂ روزگار تھے۔ آپ ان کا شہرہ سُن کر ان کی طرف روانہ ہو
جاتے ہیں۔ سادھو آپ کے پہنچنے سے قبل ہی باطنی طور آپ کے ورود سے آگاہ ہو
کر اپنے چیلوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ آپ کو مندر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی
جائے۔ مندر میں سادھو مصروفِ عبادت رہتے تھے اور ادگرد بے شمار بت سجے ہوئے
تھے۔ آپ گائے کا ایک تازہ چمڑا لئے مندر تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب
ہو جاتے ہیں اور گائے کے اس چمڑے کو بتوں کے اوپر پھینک دیتے ہیں اور اس کے
بعد دونوں کے درمیان زبردست مکالمہ اور مجادلہ شروع ہو جاتا ہے۔ آخر بمہ سادھو
مسلمان ہو کر بابا بام الدین کے نام سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ بابا کہیں
جا رہے تھے کہ بادشاہ کے کارپردازوں نے بابا کو بے گار کے لئے پکڑا اور شراب کا
ایک مٹکا ان پر لاد کر چلے۔ منزلِ مقصود پر پہنچنے کے بعد بابا سے ہی ساقی گری کا
کام لینے لگے۔ بابا کی کرامت کی بدولت مٹکے کی شراب دودھ میں تبدیل ہو گئی۔ ان
کے اس کمال کو دیکھ کر دونوں اسلام قبول کر لیتے ہیں اور بابا شکورالدین اور بابا ز
کے نام سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ حضرت شیخ بمہ زو سے فارغ ہونے کے بعد وتادی
گام پہنچتے ہیں، جہاں ایک سپاہی کے ظلم و ستم سے لوگ نالاں ہوتے ہیں۔ کام دیو
ناجی یہ سپاہی آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے فیض یاب ہو کر بابا قیام الدین کے نام سے
مشہور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ کی نگاہ سے دو آہنگر زادیاں رُت

آپ کی والدہ غار پر تشریف لاتی ہیں اور عہد رضاعت کا دودھ طلب کرتی ہیں۔
شیخ پتھر سے دودھ کا چشمہ جاری کر دیتے ہیں۔ والدہ یہ دیکھ کر گوشت و پوست
اور استخوان طلب کرتی ہیں کہ جن کی تشکیل اس دودھ سے ہوئی ہے۔ جواباً حضرت
شیخ کی روح پرندہ بن کر اُڑ جاتی ہے۔ اور ان کا جسد خاکی ان کی والدہ کے سامنے
رہ جاتا ہے۔ ان کی کرامتوں سے قائل ہو کر والدہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیتی ہیں
اس کے بعد حضرت شیخؒ کی کرامات اور ان کی ہدایت کے عام ہونے کا ذکر
ہے۔ سب سے پہلے بابا نصر الدین کا ذکر ہے کہ ایک دولتمند شخص کا اکلوتا بیٹا
دردِ شکم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سال ہا سال لاعلاج رہنے کے بعد مریض کو حضرت
شیخؒ سے ملنے کی بشارت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ماں باپ کے سمیت وہ حضرت
شیخؒ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ آپ کے فیض سے صحت یاب ہونے کے بعد والدین
کو خیرباد کہتے ہیں اور شیخ کی خدمت میں کمربستہ ہو کر بابا نصر الدین کے نام سے
چار دانگِ عالم میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ اس دوران آپ کے کمالات کا چرچا جگہ جگہ
ہوتا ہے اور سلطان سکندر یادون لولی[1] کے ہاتھوں ایک برہمن سادھو کے دین و ایمان
میں رخنہ ڈالنے کے بعد اس کو حضرت شیخ کی طرف روانہ کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کا امتحان
ہو سکے۔ یادون لولی حضرت شیخ کے ہاں پہنچ کر اپنے مقصد میں کامیاب تو کیا ہوتی
اُس ظاہری حسن سے ہی محروم ہو جاتی ہے جس کے بل پر آپ کے دین کو غارت
کرنے چلی تھی چنانچہ تائب ہو کر زمرۂ معتقدانِ شیخؒ میں داخل ہو جاتی ہے اور نہ صرف
حسن ظاہری دوبارہ حاصل کرتی ہے بلکہ حسن باطنی سے بھی بہرہ اندوز ہو جاتی ہے
شیخ کی طرف سے ان کا نام حیا تجویز ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے آپ کی شہرت میں

لہ "یادون" کشمیری میں جوانی کو کہتے ہیں۔ اس لولی (بمعنی طوائف) کو کشمیری
میں "یادون مَرَز" یعنی مست شباب کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ابتدائی تربیت کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت شیخ بھی آجاتے ہیں اور زینہ سنگھ کو خصوصی توجہ فرما کر خاص اپنے احدامیں شامل کر دیتے ہیں۔ زینہ سنگھ کا نام حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد بابا زین الدین ہو جاتا ہے۔ اور وہ والدہ کو رخصت کر کے حضرت شیخ کی ہم نشینی اختیار کرتے ہیں۔ بعد میں مرشد کے حکم کے مطابق عیش مقام میں غار نشین ہو جاتے ہیں جہاں ان کی ریاضت کا طویل سلسلہ شروع ہوتا ہے بابا زین الدین کے غار نشین ہونے کے ذکر سے پہلے ایک الگ ذیلی سرخی قائم کر کے اس غار کا حال بیان کرتے ہیں جس میں بابا غار نشین ہوئے۔ اس غار میں ایک زبردست دیو رہتا تھا جو اس پرگنہ کے باشندوں سے روز ایک آدمی نیز ایک ٹوکرا روٹیوں سے بھر ابطور خوراک وصول کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ عیش سن نامی ایک نوجوان پہلوان کا گذر اس طرف ہوا۔ اس کو دیو کے بارے میں پتہ چلا تو وہ ایک بڑھیا کے اکلوتے بیٹے کی جگہ (جس کی اس دن باری تھی) روٹیوں کا ٹوکرا لیکر دیو کے غار تک گیا اور دیو کو آناً فاناً موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں کے باشندے جب اس بلا سے آزاد ہوئے تو بڑے خوش ہوئے چنانچہ اسی عیش سن پہلوان کے نام پر اس جگہ کا نام عیش مقام ہو گیا۔

بعد از این خلیفۂ سوئم بابا لطیف الدین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرٹو (مرٹوہ) علاقہ کا ایک راجہ بڑا عابد اور عابدوں کا قدردان تھا جب اس کے کانوں تک حضرت شیخ کی شہرت کا غلغلہ پہنچا تو وہ خدمت میں حاضر ہوا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ حضرت شیخ کی توجہ سے مراحل روحانی طے ہوئے اور بابا لطیف الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل ان کا نام الدی تھا سلسلۂ ریشیاں میں داخل ہو کر پوشکر میں مشغول ریاضت ہو جاتے ہیں، جہاں ان کا مدفن ہے۔

چاروں خلیفوں کا ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ العالمؒ کے مختلف مقامات

اور دُمت نامی فیضیاب ہو کر زمرۂ ریشیاں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ یہاں سے آپ ڈورو اور ویری ناگ کی طرف کوچ فرماتے ہیں۔ جہاں آپ کی ملاقات ایک عابد سے ہوتی ہے جو کسی درخت کی جوف میں محوِ ریاضت ہوتا ہے۔ آپ کا اس عابد سے مباحثہ ہوتا ہے اور عابد کو آپ راہِ راست پر لگا دیتے ہیں۔ یہی عابد سنسرن ریشی کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہاں سے چل کر آپ کو کچھ نوجوان نمک کے بوجھ اُٹھائے چراگاہوں کی طرف جاتے ہوئے ملتے ہیں۔ آپ کے التفات سے سب راہ پیمایان وادیٔ عقیدت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کا سرگروہ سنگ ریشی نامی بڑھی ریاضت کرتا ہے جو کوہ دارا پر مدفون ہے۔

اب خلیفۂ دوم بابا زین الدین کا ذکر آتا ہے۔ ان کا نام زینہ سنگھ[1] تھا اور یہ کشتواڑ کے ایک علاقہ بھنڈار کوٹ کے فرمانرواؤں کے خاندان سے تھے۔ باپ کو حاسدوں نے قتل کیا اور ماں نے انہیں لیکر بمشکل راہ فرار اختیار کی۔ بیٹا ایک بار سخت بیمار ہو جاتا ہے اور حضرت شیخ از روئے باطن بیمار کا حال معلوم کر کے مکان کے ذریعے کشتواڑ پہنچ جاتے ہیں۔ ماں کو کشمیر کی طرف روانہ ہونے کا مشورہ دیتے ہیں جہاں پہنچ کر اُس کو بیٹے کے صحت یاب ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔ ماں بیٹے کی علالت کو مانع قرار دیکر بے چارگی کا اظہار کرتی ہے تو حضرت شیخ ان کو فوراً بھلا چنگا کر دیتے ہیں اور ماں کو بیٹے سمیت کشمیر آنے کا وعدہ لے کر نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ زینہ سنگھ کی ماں وعدہ بھول جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد بیٹا دوبارہ بیمار ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ دوبارہ پہنچ جاتے ہیں اور قول و قرار کے بعد لڑکے کو پھر صحت یاب کر دیتے ہیں۔ شیخ کی ہدایت کے مطابق اس مرتبہ ماں اپنے بیٹے کو لیکر بمہ زو میں بابا بام الدین کے پاس پہنچ جاتی ہے جو بیٹے کی

۱؎ باقی ریشی ناموں میں ان کا نام زیا سنگھ یا جینک سنگھ بتایا گیا ہے۔

آپ اس لڑکی کو اس راز کے افشا کرنے سے منع کرتے ہیں مگر اس سے رہا نہیں جاتا اور اگلے روز جب لڑکی راز فاش کرتی ہے تو یہ اس کی موت کا باعث ہو جاتا ہے۔ سنگرام گنائی کی بیوی اس حادثہ پر سخت ملول ہو جاتی ہے اور رنجیدہ کر کے شیخ کو دودھ بھیجنے کا سلسلہ منقطع کرتی ہے۔ حضرت شیخؒ بھی دل برداشتہ ہو کر یہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں۔ سنگرام گنائی کی منت وزاری کے باوجود ٹھہرنے پر آمادہ نہیں ہوتے البتہ ہر جمعرات کو دریہ گام تشریف لانے کا وعدہ کرتے ہیں اور چرار شریف کا رُخ کرتے ہیں۔ اس مرحلے پر سادات کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کے مختصر ذکر کے بعد ان کے فرزند نامدار میر محمد ہمدانیؒ کا شیخ العالمؒ سے ملاقات کرنا بیان کرتے ہیں۔ ضمناً حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے ایک ساتھی غلام الدین کا اذان کیلئے کھڑے ہونے اور حضرت شیخ کے تصحیح وقت کرنے کا ذکر ہے۔ پھر حضرت میر محمد ہمدانیؒ اور حضرت شیخ العالمؒ کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور حضرت شیخؒ حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ پھر شیخ کی کچھ کرامات کی بدولت بابا نصر الدین پر ان کی عظمت آشکار ہو جاتی ہے۔ آپ کی وفات کے ذکر سے فوراً پہلے وعظ و نصیحت کی ایک سرخی قائم کر کے کچھ اشعار لکھے گئے ہیں۔ پھر بابا زین الدینؒ تشریف لاتے ہیں اور آپ کی تجہیز و تکفین مکمل ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے پر حضرت شیخ العالمؒ کی سوانح کا اختتام ہوتا ہے۔

کتاب کا باقی حصہ آپ کے خلفائے اربعین بابا بام الدین، بابا زین الدین، بابا لطیف الدین اور بابا نصر الدین نیز ان کے سلسلۂ مریدان کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کے تمام اہم ریشیوں کا فرداً فرداً ذکر ہوا ہے جس میں زیادہ تر کرامات اور خوارق عادت کا بیان ہے۔ ان چاروں سلسلوں کے جتنے ریشیوں کا بھی ذکر ہوا ہے ہر ایک کے مدفن کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ خلیفۂ دوم بابا زین الدین کے ضمن میں ان کے مریدوں کا ذکر کرتے ہوئے

کی سیاحت کا ذکر ہے۔ جگہ جگہ ہوتے ہوئے آپ دربہ گام پہنچتے ہیں۔ یہاں لڑکیوں
کی ایک ٹولی کو گھاس چھیلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ گھاس بھی جاندار
ہے اس کو کیوں کاٹ رہی ہو۔ ایک لڑکی جواب دیتی ہے کہ ہم بے زبان مویشیوں
کے لئے گھاس کاٹ رہی ہیں۔ مگر تمہاری طرح بے سبب اور بلا ضرورت نوک عصا
سے گھاس کو نہیں کچلتیں۔ شیخؒ لڑکی کی اس بات کو اشارۂ غیبی سمجھ کر عصا ٹیکنا
ترک کر دیتے ہیں۔ چند قدم چلنے کے بعد کچھ اور لڑکیاں نظر آتی ہیں جو گھاس کاٹ کر
ٹوکریوں میں جمع کر رہی ہیں۔ ایک لڑکی دوسری لڑکی سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ تلخ
کاسنی کھا کر شیخ کیسے زندہ رہتے ہیں۔ دوسری جواب دیتی ہے کہ دیکھتی نہیں ہو
چوپائے یہی چیز کھا کر کس قدر توانا ہو جاتے ہیں۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔
حضرت شیخ العالمؒ اس بات کو بھی اشارۂ غیبی سمجھ کر کاسنی کھانا تک ترک کر
دیتے ہیں۔ جب گاؤں کے نزدیک پہنچتے ہیں تو ایک عورت کو چند گائیں دوہتے دیکھتے
ہیں۔ جب وہ عورت ایک گائے کو دوہے بنا چھوڑتی ہے تو شیخ وجہ پوچھتے ہیں
عورت کہتی ہے کہ یہ گائے بانجھ ہے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ایک بچھڑا لا کر اسکو
بھی دوہو۔ حسب ارشاد عورت دوہتی ہے تو گائے خلاف معمول دودھ دیتی ہے
حضرت شیخؒ قریب ہی ایک پتھر پر مصروف عبادت ہو جاتے ہیں۔ اور افطار کے
وقت وہ عورت اسی گائے کا دودھ آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ عورت
کا شوہر جس کا نام سنگرام گنائی ہے شیخ کی تشریف آوری پر مسرت کا اظہار کرتا
ہے۔ بہر کیف آپ بارہ سال اسی پتھر پر محو عبادت اس گائے کا دودھ استعمال
کرتے رہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تمام اہل خانہ سوائے ایک کم سن لڑکی کے کہیں چلے
جاتے ہیں۔ افطار کے وقت یہی لڑکی دودھ لیکر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتی
ہے۔ جہاں وہ حضرت شیخ کے سامنے ایک جماعت کو ناچ و نغمہ میں مصروف پاتی ہے

انتقال کرنا مذکور ہے۔ اس کے بعد بابا زین الدین کے باقی خلفاء کا باقاعدہ ذکر کر کے خلیفہ سوم اور خلیفہ چہارم نیز ان کے مریدوں کے ذکر پر یہ ریشی نامہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

اس امر میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں کہ بہاؤالدین متو نے کئی تاریخی غلط بیانیاں کی ہیں۔ ابھی یہ کیا موقوف ہے حضرت شیخ العالم رح کے دوسرے سوانح نگار بھی ان غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پس تا وقتیکہ ہمارے پاس حضرت شیخ کی حیات کا کوئی مستند تاریخی بیان نہ موجود ہو ہم کسی سوانح نگار کو دوسرے پر فوقیت نہیں دے سکتے۔ متو کے بیانات میں عقیدت کا عنصر بہت غالب ہے اور سارا ریشی نامہ کرامتوں اور خوارق عادات کے بیان سے بھرا پڑا ہے اس لئے اصل واقعات کیا ہیں جب تک نہ اس کا تعین کیا جائے۔ اس ریشی نامہ کی تاریخی حیثیت اور اہمیت پر کچھ کہنا بے کار ہی ہوگا۔

ایک بات البتہ وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ملا بہاؤالدین متو نے حضرت شیخ کی سوانح کے کئی اہم پہلوؤں کو نظر انداز کیا ہے مثلاً حضرت شیخ العالم کے نام نامی سے جو مقامات وابستہ ہیں۔ ان جگہوں پر آپ نے بلاشبہ قیام فرمایا ہے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لئے کام کیا ہے اس کا ذکر اور کہیں آئیگا۔ لیکن متو صرف چند اشعار میں بات گول کر جاتے ہیں۔

سیر ہر پرگنہ دیہات نمود — وصف ہردہ بہ واقعات نمود
ہر دہی زو بہ ہر چہ موصوف است — برہمان وصف گشتہ معروف است
شرح آں گر کنم نہ گردد سر — بایدم کرد دفتری دیگر
چوں بہ ہردہ بہ نور تام رسید — رفتہ رفتہ بہ دربہ گام رسید

دربہ گام کے بعد چرار شریف پہنچ جانے کا ذکر ہے جبکہ حضرت شیخ دوسرے سوانح نگاروں کے بقول جس کا اعتراف متو کو بھی ہے بہت سیاحت کر چکے ہیں۔

جب فستہ ریشی تک پہنچتے ہیں تو سادات کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ اصولاً ذکر سادات میر محمد ہمدانیؒ کے ساتھ ہی ہونا چاہیئے تھا لیکن چونکہ فستہ ریشی کا شمس الدین عراقی سے مجادلہ و مقابلہ بیان کرنا مقصود ہے۔ سلسلتہً شمس الدین عراقی سے پہلے سادات کا ذکر کرتے ہیں۔ آغاز یوں ہوتا ہے ؎

فستہ ریشی کہ در یکتا بود — چونکہ قائم مقام بابا بود
طرفہ شوری بہ عہد او برخاست — کہ ازاں گاہ ہنوز پا برجاست
فتنۂ دین و شور مذہب شد — فتنہ گر ہی گمان معذب شد
ہر کہ در خلق فتنہ اندازد — ایزد او را بہ قہر بگدازد

ذکر حضرات سادات

خاک کشمیر گر مصفا شد — از قدم گاہ اہلِ طٰہٰ شد

اس طرح رینچن شاہ اور اس کی رانی کے مابین اختلاف رائے حضرت سید بلبل شاہؒ کا ورود کشمیر، رینچن شاہ کا مشرف بہ اسلام ہونا اور وادی میں اسلام پھیلانے کے سلسلے میں حضرت امیر کبیرؒ کی مساعی جمیلہ وغیرہ کا تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔ ساتھ ہی خانقاہ معلی کی تعمیر، ان کے ساتھ آنے والے رفقاء کار میں سے کئی کے نام گنوائے ہیں۔ اس کے بعد حضرت میر محمد ہمدانیؒ اور ان کے رفقاء کار سادات کے اسمائے گرامی اور انکی ابدی آرام گاہوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

حضرت سادات کے بعد شمس الدین عراقی کی آمد کا بیان کرنے سے پہلے اثنا عشری فرقے کے لوگوں کے دعووں کا بطلان کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کی ایک طویل منقبت کے بعد سنی فرقے کی وکالت کرتے ہیں۔ فتنۂ شمس الدین عراقی ——— (طرفہ شوری بہ عہد او برخاست — کہ ازاں گاہ ہنوز پا برجاست) کے ضمن میں فستہ ریشی اور شمس الدین عراقی کے مجادلہ کا بیان کرنے کے بعد فستہ ریشی کا

عوام الناس میں زیادہ مقبول ہوئے.

حضرت شیخ العالمؒ کی سوانح کے متعلق اس وقت سب سے پرانا بیان ابوالفقراء بابا نصیب الدین غازی کا ہے. انہیں ہر چند اس میدان میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے لیکن ان کے ماخذ بھی روایتیں ہی رہی ہیں جن میں دو سو سال کے طویل عرصے میں تخفیف، تردید اور اضافہ ہوتا رہا. مستند تاریخی شواہد کی [کہ مستند کلام کی عدم موجودگی] حضرت شیخ میں ادب کا کوئی بھی طالب علم حضرت شیخ کے بارے میں حتمی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا. جو بھی رائے ہوگی ادھوری ہوگی. کیونکہ اس کی بنیاد ان ہی غیر مستند تحریروں اور روایات پر ہوگی جو دستیاب ہیں. ان اختلافات کا ایک منظر بطور نمونہ ملاحظہ ہوا

(۱) شیخ سالار دین کے مسلمان ہونے کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ یاسمن ریشی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے جو کہ یوہ بیجبہاڑہ پر متمکن تھے اور کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضرت سید حسین سمنانیؒ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے جو کولگام میں تشریف فرما تھے. ممکن ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوں یاسمن اور سمنانی کے Homophones اس قدر قریب ہیں کہ ایسا ہونا ناممکن نہیں۔[۱]

(۲) حضرت شیخ کہاں پیدا ہوئے کھی جوگی پورہ میں یا کیموہ میں. جو ان کے کھی جوگی پورہ میں تولد ہونے کے قائل ہیں وہ حضرت شیخؒ کا یہ شعر بطور سند پیش کرتے ہیں ؎

نندہ پشِز بہ مسلمان
ننتہ کھی ہُرکہ میہ زم دِتو

۱؎ حضرت سید حسین سمنانیؒ کا مرقد پُرانوار کولگام میں اب بھی مرجع خلائق ہے جبکہ یاسمن ریشی ایک نیم تاریخی کردار ہے جہاں سالار دین کو سلر، نورالدین کو نندہ، لطیف اللہ کو لدی اور غلام رسول کو لسہ کہتے ہوں. یاسمن اور سمنانی کا یہ عمل ناممکن نہیں۔

حضرت شیخ العالمؒ کی حیات اور ان کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے بے شمار متضاد و متخالف خیالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کے سوانح نگاروں میں کوئی سنجیدہ یا پیشہ ور مورخ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے آپ کی وفات کے اتنے وقت کے بعد لکھا گیا ہے کہ ان روایات پر اعتبار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شیخ العالمؒ کے ہم عصر مورخ ملا احمد کی تاریخ وقائع کشمیر کا دستیاب نہ ہونا بڑی بدقسمتی ہے۔ حسن شاہ کھویہامی نے اس کتاب سے اقتباسات نقل کئے ہیں اور ان اقتباسات کو پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ ملا احمد کی تاریخ میں حضرت شیخ کا خصوصی توجہ کے ساتھ کوئی ذکر نہیں ہوا۔ ہاں مشائخ وقت کی فہرست میں ان کا نام بھی شامل ہوا ہے اور اس طرح جتنے ذکر کے وہ حقدار تھے کیا گیا ہے جبکہ اس وقت ہمارے سامنے حضرت شیخ کی جو تصویر ہے وہ اس دیار کے تمام مشائخ میں روشن ترین مینار کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ ان کے مقابلے کا کوئی اور ولی یا ریشی ایسا نہیں جس نے لوگوں کے قلوب پر اتنا زبردست سحر کیا ہو اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کی ایک ہی توجیہہ نظر آتی ہے کہ آپ کی اس قدر شہرت کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ آپ بلند روحانی مرتبے پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعر بھی ہیں۔ شاعر بھی معمولی نہیں اور شاعری کے لئے جس زبان کا انتخاب کیا وہ کشمیر کے عوام کی زبان تھی[۱]۔ چنانچہ اس شاعری کو لوگ اپنے سینوں میں محفوظ رکھ سکتے تھے۔ ایک بات اور ہے کہ آپ نے وادیٔ کشمیر کے اکثر مقامات کی سیاحت کی اور جگہ جگہ قیام کرتے رہے جسکی وجہ سے

۱۔ آپ کا بیشتر کلام ایسا ہے کہ آسانی سے اب بھی سمجھ میں آتا ہے۔ کچھ کلام سنسکرت اور پنڈتی کے نام سے بھی موجود ہے جو بڑا ہی پیچیدہ اور مشکل ہے۔ یہ حقیقت کہ ان کا کلام عوام کی یادداشت میں محفوظ رہا اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ عوام ان کے کلام کو سمجھتے اور سراہتے تھے نیز اس میں دلچسپی رکھتے تھے۔

اور گنہگار، رہزن اور ڈکیت اچانک کسی آیت قرآن سے یا کسی دل موہ لینے والے واقعہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور راہ ھدا میں وہ منزلیں طے کیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ عین اسی طرح ممکن ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ کتے کی "وَو وَو" سے اتنے متاثر ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ دیا[۱]۔ بقول ملاّ بہاؤالدین متوّ ؎

همه را ز آب و گل سرشت یکیست | خلق را در نسب تفاوت چیست
در نسب بهتر اند منتقب ان | دزد اگر متقی شود چه زیان

وہی حضرت شیخ العالمؒ کے ترک دنیا کی عمر کوئی اٹھارہ سال کوئی بیس سال اور کوئی تیس بتیس سال بتاتا ہے۔ یہی نہیں حضرت شیخ سے منسوب باقی واقعات کا استناد بھی ایک مسئلہ ہے۔ مثلاً مشہور ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ پرانے کپڑوں میں ملبوس کسی دعوت میں گئے تو دربان نے داخل ہونے کی اجازت نہ دی چنانچہ وہ واپس گئے، نیا لباس زیب تن کیا اور دوبارہ دعوت میں شریک ہونے آئے تو بڑی قدردانی کی گئی اور دعوت کھانے کی بجائے انہوں نے اپنی لمبی آستینیں برتن میں ڈالیں۔ یہ واقعہ کشمیر میں ضرب المثل بن گیا چنانچہ "کھَلیو نریو کھییو سال" (کھلی آستینو دعوت کھاؤ) اسی واقعہ کی یادگار ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ واقعہ ایران کے مشہور مزاحیہ کردار ملاّ نصراللہ یا ملاّ نصرالدین سے منسوب ہے۔

" ملاّ نصرالدین بہ یک مہمانی اعیانی دعوت می شود۔ عبای کہنہ اش را بردوش می اندازد۔ گیوہ اش را بہ پا می کند و بہ مہمانی می رود۔ صاحب خانہ و

۱۔ حضرت شیخ نے اس بات کا اظہار اپنے ایک شلوک میں بھی کیا ہے ؎

آنگنہ ناد کرن چھو ہوٗ نو | بایو مےٚ کُن لوٗ ہو شُمنُو نو
ییٚمو بیٚتھ ووٗ نُمی تیشہ لوٗنو | ہوٗن چھ دَپان وَو وَو وَو

کھی ناگ یعنی اُس چشمہ سے متعلق جو کھی گاؤں میں ہے ایک اساطیری کہانی بھی مشہور ہے اس کہانی کے اجزاء کے بارے میں بھی لوگوں کا اتفاق نہیں۔ کچھ لوگوں کے بقول شیخ سالار الدین جو کیدار تھے اور انہوں نے اُتن پنڈت (والد بابا بام الدین) کو اپنی بیوی فکہ بٹنی سے کہتے سنا کہ کل دو گلدستے چشمے میں نمودار ہوں گے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سدرہ ماں جی نے خود یہ باتیں سُنی تھیں۔

(۳۳) ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ شش اور گندر حضرت شیخؒ کے سگے بھائی تھے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں سدرہ ماں جی کے بطن سے ہی ان کے پہلے شوہر سے تھے۔ کچھ لوگ تو اس سے بھی انکار کرتے ہیں کہ یہ دونوں سدرہ ماں جی کے بطن سے تھے چنانچہ وہ یہ عقلی دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر شش اور گندر حضرت شیخ کے کسی تعلق سے بھائی ہوتے تو کیموہ میں ان کے خاندان کے ساتھ دفن ہوتے چنانچہ کچھ لوگ اس حد تک بڑھ گئے کہ ؎

شش و گندر جز فسانہ بیش نیست [۱]

ہمارے خیال میں شش اور گندر اگر حضرت شیخ کے بھائی ہوں تو اس سے ان کے مرتبہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ کا مرتبہ اگر آذر کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں گھٹتا اور حضرت نوحؑ کا مرتبہ ان کے بیٹے کے کافر ہونے کی وجہ سے نہیں گھٹتا تو شش اور گندر کے چور ہونے سے حضرت شیخؒ کے مرتبہ میں بھلا کیا کمی واقع ہوگی۔ مزید برآں کچھ معتقدین یہ ماننے پر تیار ہی نہیں ہوتے کہ ابتدائی ایام میں حضرت شیخ العالمؒ بھائیوں کے ساتھ چوری کرنے جاتے تھے۔ اور یہ مان لینے سے کوئی پہاڑ ٹوٹ نہیں پڑتا بلکہ اس سے تو حضرتِ شیخ العالمؒ کا مائل بہ روحانیت ہونے کا بہتر جواز مل جاتا ہے۔ تاریخ میں اور خاص کر تاریخ اسلام میں ایسے واقعات کی کمی نہیں کہ بڑے بڑے مجرم

۱؎ نوکرِ آگر ——— مرتبہ رسول پونپر۔ صفحہ ۷۲

بہت پہلے کا کردار ہے۔ دوم یہ کہ یہ واقعہ حضرت شیخ جیسے تارک دنیا کے ساتھ پیش آ ہی نہیں سکتا۔ آپ کب اس قسم کی دعوتوں میں جاتے تھے اور اس طرح سے سماج پر چوٹ کرتے تھے۔ آپ کی سوانح کا جو خاکہ ہمارے سامنے موجود ہے اس کو مد نظر رکھکر اس کی تردید ہوتی ہے۔ البتہ ملاّ نصر الدین سے منسوب تقریباً تمام واقعات اسی قبیل کے ہیں اور یہ واقعہ ملاّ نصر الدّین جیسی شخصیت کے ہی شایان شان ہے۔

بہر کیف حضرت شیخ العالمؒ کی سوانح کا مطالعہ کرنے والے کے لئے سب سے پہلا بڑا مسئلہ آپ کی تاریخ ولادت و تاریخ وصال کا ہے۔ اب تک اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ اس سلسلے کی تمام بحث کو یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ تاوقتیکہ یہ ثابت نہیں کیا جاتا کہ مورخ حسن نے دانستہ اور بدنیتی سے ملاّ احمد کی تاریخ سے غلط حوالے نقل کئے ہیں (جسکی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی) اور کوئی تاریخ قابل قبول نہیں ملاّ احمد ہم عصر مورخ ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ دوسرے ہم عصر مورخوں نے حضرت شیخ کا تذکرہ کیا ہی نہیں۔ حسن کا اعتبار کرنے سے ایک بات کا ابطال ہوتا ہے کہ بڈشاہ اپنے دور حکومت میں جنازۂ حضرت شیخ العالم میں شامل ہوئے۔ یہ ایک غیر مصدقہ روایت ہے اور اس کی خاطر حسن کو پایۂ اعتبار سے گرایا نہیں جا سکتا۔ دوم یہ کہ حسن نے جو کشمیری سن نقل کیا ہے اس کے حساب سے خود ان کی ملا احمد سے نقل کی ہوئی تاریخ غلط ٹھہرتی ہے۔ چونکہ کشمیری سن کا حساب لگانے میں فارسی تاریخ دانوں سے اکثر غلطیاں ہوئی ہیں۔ اس لئے صرف حسن کو اسکا مرتکب نہیں قرار نہیں دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کی تحریر سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ کشمیری سن بھی انہوں نے ملاّ احمد کی تاریخ سے نقل کیا ہے یا اس

مهمان ها هنگامی هم به او نمی کنند، نه سلامی نه احترامی و نه پذیرایی.

ملاّ نصرالدین آهسته بلند می شود و به خانه اش می رود. نیمتنهٔ پوست گران بهایش را می پوشد و به مهمانی بر می گردد. ملاّ تا از در وارد می شود، همه از جا بلند می شوند در بالای اتاق برایش جا باز می کنند و خوراکیهای گوناگون جلوش می گذارند. ملاّ کمی از خوراکیها می خورد. بعد لبهٔ آستین نیمتنه اش را می گیرد و توی بشقاب پلو و خوراکیهای دیگر می برد و می گوید. آستین، تو بخور! آستین، تو بخور!

مهمانان می پرسند: ملاّ داری چه کار می کنی؟

ملاّ می گوید! اگر این نیمتنه نبود، این همه خوراکی ها کجا بود؟ حالا می خواهم سهم آستین او را بدهم![1]

اس واقعہ نے ایران سے آنے والے سادات کے ہمراہ سفر کیا اور کشمیر پہنچا۔ چونکہ عوام الناس خوش عقیدگی کی بناء پر ہر اچھی بات کا اپنے محبوب قومی ہیرو سے منسوب ہونا پسند کرتے ہیں اس لئے یہاں کے لوگوں نے یہ واقعہ جو سماج پہ ایک زبردست تھپیڑ ہے، حضرت شیخ العالمؒ سے منسوب کیا۔ کشمیر میں اس قسم کی مثالیں نایاب نہیں کہ لوگ عوامی شہرت کی شخصیتوں سے طرح طرح کی کرامتیں منسوب کرتے ہیں۔ حضرت شیخ کا مرتبہ تو خیر واقعی بلند ہے اس لئے اس قسم کی باتوں کا ان سے منسوب ہونا کوئی غیر المعقول بات نہیں۔ اسی ضمن میں یہ خیال بھی ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ اس واقعہ نے کشمیر سے ایران کی طرف سفر کیا ہوگا لیکن یہ ناممکن ہے اس لئے کہ ملاّ نصرالدین حضرت شیخ العالمؒ سے

---

[1] پیک دانش آموز۔ شماره ۱۱۔ دورهٔ چهاردهم۔ نیمهٔ دوم اسفند ماه ۲۵۳۶ صـ ۳۳

اور بابا داؤد مشکواتی نے تاریخ ۸۲۰ھ کے تصحیح کا قول نقل کیا ہے اس سے اتفاق نہیں کیا۔

سرزمین کشمیر پرانے زمانے سے خدا رسیدہ بزرگوں کا مسکن رہی ہے ان بزرگوں کو تواریخ اور روایتیں ریشیوں کے نام سے یاد کرتی ہیں۔ اور ریشیوں کا یہ سلسلہ کنشک کے زمانے کے ریشیوں سے ہوتا ہوا کشپ ریشی اور قبل تاریخ کے جیسٹھ ریشی سے جا ملتا ہے۔ جس طرح ہر سرزمین کے خدا دوستوں کو اس سرزمین میں مخصوص ناموں سے یاد کیا گیا ہے اسی طرح کشمیر میں اس فرقے کا نام ریشی پڑا۔ تواریخ اور روایات کے انبوہ میں کشپ ریشی کے بعد روشن ترین شخصیت حضرت شیخ العالم شیخ نورالدین نورانیؒ کی ہے۔ آپ نے بلا لحاظ مذہب و ملت یہاں کے لوگوں کے دلوں کو جیت لیا اور نندہ ریشی اور سہزا نند جیسے عوامی القاب سے مشہور ہوئے آپ کا مرتبہ اس لئے بھی بلند ہے کہ آپ نے ایک ایسے وقت میں جنم لیا جب دو تہذیبوں کا ٹکراؤ کشمیر میں ایک نئی تہذیب کی تشکیل کر رہا تھا۔ اس عبوری دور میں جو ایکطرف سے ایک عظیم فلسفہ اور سلسلۂ روایات کے انحطاط کا دور تھا اور دوسری طرف ایک نئے فلسفہ کے پروان چڑھنے کا وقت تھا۔ اسی جھٹپٹے کے عالم اور اسی افراط و تفریط کے ہنگامے میں حضرت شیخ العالمؒ کی متوازن شخصیت مطلع کشمیر پر ظہور پذیر ہوئی۔ آپ ایک طرف بت پرستی اور دوسری سماجی برائیوں کا قلع قمع کرنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں تو دوسری طرف نو وارد سادات کی بے حد مذہبیت اور انکے انتہائی کٹرپن سے بھی آمادۂ پیکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت کی عظمت کا راز اس میں ہے کہ وہ صرف روایات میں مقید نہیں رہے اور نہ ہی نئی تہذیب کے زیر اثر روایات سے رشتہ قطعی طور پر منقطع کیا۔ حق تو یہ ہے کہ ان کی جڑیں اپنی روایات میں گہری بھی ہیں اور نئی اسلامی تعلیمات سے وہ فیض یاب بھی ہوتے ہیں۔ عبدالاحد آزاد

کا حساب خود نکالا ہے۔ دوسری بات زیادہ قرین قیاس نظر آتی ہے۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ اغلاط کتابت کا کرشمہ ہوں۔ کیونکہ حسن کی ہجری تاریخوں کے مطابق حضرت شیخ کی عمر ۶۳ سال قرار پاتی ہے جبکہ حسن کی ہی کشمیری تاریخوں کے مطابق ان کی عمر ۶۰ سال بنتی ہے۔ پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ ۶۳ سال ماننے کے باوجود حسن کشمیری سن ۳۱ اور ۹۱ لکھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ کشمیری تاریخوں میں کہیں غلطی ہو گئی ہے۔ پس حضرت شیخ کی تاریخ ولادت ۷۵۷ھ اور تاریخ وفات ۸۲۰ھ قرار پائی ہے۔ مورخ حسن کا حوالہ اگر معتبر نہ ہوتا تو شاید بابا داؤد مشکواتی اس ضمن میں اپنے مرشد بابا نصیب الدین غازی سے اختلاف نہ کرتے۔ بابا داؤد مشکواتی کی مندرجہ ذیل عبارت کو سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے۔

"شیخ قدس سرہ شصت و سہ سال عمر یافتہ بود، در تاریخ ہشت صد و بیستم و بقول اصح ہشت صد و چہل و دو از دنیا رفت"

اس سے قبل ۷۵۷ھ کو ضمنی طور تاریخ ولادت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"در تاریخ ہفت صد و پنجاہ و ہفت شیخ نورالدین قدس سرہ تولد یافت و بعد از سی سال ریشی شد"

بظاہر بابا داؤد مشکواتی اپنی ہی رائے سے اختلاف کرتے ہیں یعنی تاریخ ولادت ۷۵۷ھ مان کر بقول اصح "سال وفات ۸۴۲ھ مانتے ہیں۔ در اصل بقول اصح" کو سمجھنے میں غلطی کی گئی ہے۔ تاریخ وفات کے متعلق اس جملے کو اگر یوں پڑھا جائے۔

"و حضرت شیخ قدس سرہ شصت و سہ سال عمر یافتہ بود و در تاریخ ہشت صد و بیستم (بقول اصح ہشت صد و چہل و دو) از دنیا رفتہ"

تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ قوسین میں دی ہوئی عبارت در اصل جملہ معترضہ ہے

757
598
1355

820
598
1410

کیا واقعی مقابلہ ہو جائے گا؟ حضرت شیخ العالمؒ کا مقابلہ بھی اس سے مختلف نہیں اگر آپ کو عربی فارسی سے نابلد قرار دیا جائے تو اس سے آپ کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں واقع ہوگی الٹا اضافہ ہی ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیخ العالمؒ کے قرآن کے ساتھ رشتہ کو ثابت کرنے کے لئے لوگوں نے ان کے کلام کو بطور سند پیش کیا ہے جبکہ حقیقتاً اس قسم کا استناد قطعی غیر ضروری اور غلط ہے۔ مثلاً حضرت شیخ اور قرآنی تعلیمات پر لکھے گئے مضامین میں حضرت شیخ کے اس شلوک کو سرفہرست درج کر کے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ قرآن کے زبردست رمز شناس تھے ۔

قرآن پران کونو موڈ گھ قرآن پران گوٹے نوسوکر
قرآن پران زنڈ کیتھ رُوڈگھ قرآن پران دوڈ منصوکر

اس شلوک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ان علمائے ظاہر کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے جو اپنے آپ کو حافظ قرآن، مفسر قرآن اور رمز شناس قرآن کہتے تھے۔ گمان غالب ہے کہ یہ اشارہ کچھ سادات کی طرف ہے کیونکہ اسوقت علمائے ظاہر کا صرف یہی طبقہ موجود تھا۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ علم لدنی اور اسرار باطنی کا سرچشمہ تھے جن کی تربیت کسی خانقاہ، مدرسہ یا دار العلوم میں نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ منسلک سلسلۂ اویسیہ سمجھے جاتے ہیں آپ خود نور کا سرچشمہ تھے اور اس سرچشمہ کے سوتے اسلام کے جیسے مدلل اور مفصل فلسفۂ حیات و کائنات کے پہلو بہ پہلو کشمیر کے مقامی ریشی سلسلے سے بھی پھوٹتے ہیں۔ دونوں عناصر کی ترکیب حضرت شیخ کی شخصیت میں اس طرح شیر و شکر ہوگئی کہ وہ علمدار کشمیرؒ کے نام نامی سے مشہور ہوتے۔ غار نشینی، ترک دنیا، زبردست ریاضت اور نفس کشی ریشیان کشمیر کا امتیازی نشان رہا ہے۔ پس یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت شیخ العالمؒ جیسی عظیم شخصیت اس سے فیض یاب

نے ان الفاظ میں شاید یہی بات کہنے کی کوشش کی ہے۔" شیخ نورالدینؒ کا عقیدہ برھمنیت اور اسلام کا معجون مرکب ہے۔ برھمنیت انہیں ورثہ میں ملی ہے اور اسلام انہیں سکھلایا گیا ہے۔ اور آٹھویں صدی کا اسلام، جس کی ترجمانی ان ہی کے جذبات عالیہ کرتے ہیں"۔[۱]

شخصیت کی تشکیل میں مذہب کا رول ثانوی ہوتا ہے۔ بنیادی اور اہم رول تو ارد گرد کا ماحول، قومی روایات، تہذیب و تمدن اور تواریخ ہی ادا کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ کشمیر کی تاریخ اور یہاں کی روایات اتنی پائیدار، مستحکم اور روشن ہیں کہ دوسری چیزیں اس کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ کہتے ہیں کہ بڑی شخصیتیں، ادبی، سیاسی یا ثقافتی، عموماً انحطاط کے دور میں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کلیہ اگر صحیح ہے تو حضرت شیخ العالمؒ پر بھی صادق آتا ہے۔ منطقی طور پر بھی عظیم شخصیات کے ظہور پذیر ہونے کا جواز اسی وقت ہوتا ہے جب ارد گرد افراتفری کا عالم ہو اور اس قسم کی شخصیات کی ضرورت اشد ہو۔ حضرت شیخ العالمؒ اس لحاظ سے انتہائی موزوں وقت پر پیدا ہوئے اور اسلام کے نام سے آنے والی زبردست لہروں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ اپنے موجودہ سماجی اور مذہبی ماحول کی کتنا فتنوں کو بھی مقدور بھر دور کرتے رہے جو بلاشبہ بے درمان ہو کر رہ گئی تھیں۔ لیکن اس سے کسی غلط فہمی کو راہ نہ ملنی چاہیئے کہ آپ کوئی زبردست عالم و فاضل شخص تھے۔ کچھ لوگوں نے آپ کو عالم و فاضل قرار دینے کی کوشش کی ہے تو یہ فقط ان کی زبردست ضعیف الاعتقادی کا کرشمہ ہے۔ اگر مفخر کائنات اور افضل موجودات آنحضورؐ امی ہونے کے باوجود بے مثال ہو سکتے ہیں تو حضرت شیخ العالمؒ کا اُمّی ہونا اُن کی عظیم المرتبتی میں بھلا کیونکر مانع ہوگا۔ آنحضورؐ کا مقابلہ اگر کوئی شخص ارسطو و افلاطون سے کرنے بیٹھے تو

---

[۱] کشمیری زبان اور شاعری۔ جلد اول مطبوعہ کلچرل اکادمی۔ صفحہ ۱۳۹

کا طریقہ اختیار نہ کرو۔ مذہبی ذہنیت کے نیک مزاج لوگوں میں ہمیشہ یہ میلان پایا جاتا رہا ہے کہ نفس و جسم کے حقوق کو ادا کرنے کو وہ روحانی ترقی میں مانع سمجھتے ہیں۔ اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا، اپنے نفس کو دنیوی لذتوں سے محروم کرنا اور دنیا کے سامان زیست سے تعلق توڑنا بجائے خود ایک نیکی ہے۔ اور خدا کا تقرب اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ صحابہؓ کرام میں بعض لوگ ایسے تھے جن کے اندر یہ ذہنیت پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بعض صحابیوں نے عہد کیا ہے کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے۔ راتوں کو بستر پر نہ سوئیں گے بلکہ جاگ جاگ کر عبادت کرتے رہیں گے۔ گوشت اور چکنائی استعمال نہ کریں گے۔ عورتوں سے واسطہ نہ رکھیں گے۔ اس پر آپؐ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا "مجھے ایسی باتوں کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ تمہارے نفس کے بھی تم پر حقوق ہیں، روزہ بھی رکھو اور کھاؤ پیو بھی، راتوں کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۔ مجھے دیکھو میں سوتا بھی ہوں قیام بھی کرتا ہوں۔ روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور گھی بھی۔ پس جو میرے طریقے کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں ہے" پھر فرمایا "یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو اچھے کھانوں کو اور خوشبو کو اور نیند کو اور دنیا کی لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے میں نے تو تمہیں یہ تعلیم نہیں دی ہے کہ تم راہب اور پادری بن جاؤ۔ میرے دین میں نہ عورتوں اور گوشت سے اجتناب ہے اور نہ گوشہ و عزلت نشینی ہے۔ ضبط نفس کیلئے میرے ہاں روزہ ہے۔ رہبانیت کے سارے فائدے یہاں جہاد سے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ حج اور عمرہ کرو، نماز قائم کرو۔ زکواۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو۔ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے تھے وہ اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی اور

نہ ہوتی۔ بظاہر تو غار نشینی، رہبانیت اور ترک دنیا کے خلاف اسلام کے احکام ناطق ہیں لیکن اسلامی تاریخ میں ایسے مشائخ کی کمی نظر نہیں آتی۔ جنہوں نے ان حدود کو پھاند کر تلاش حق کی راہیں روشن کی ہیں۔ سنجیدگی سے دیکھا جائے تو اس قسم کے تمام اولیائے کبار بشمول حضرت شیخ العالمؒ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اسلام ترک دنیا سے روکتا ہے اور ترک حُبِ دنیا پر زور دیتا ہے اس سلسلے میں ثبوت کے بطور بہت زیادہ دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں مشہور مقولہ ہے کہ لا رھبانیة فی الاسلام۔ پھر ایک مشہور مفسر قرآن کی یہ عبارت بھی دیکھ لیجئے جو انہوں نے قرآن شریف کی اس آیت کی تفسیر میں لکھی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ سورہ المائدہ ۵ پارہ وَإِذَا سَمِعُوا

[ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ انہیں حرام نہ کر لو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں ٥ جو کچھ حلال طیّب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اُسے کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو)

اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں ایک یہ کہ خود حلال و حرام کے مختار نہ بن جاؤ۔ حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا۔ اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام کرو گے تو قانون الہیٰ کے بجائے قانون نفس کے پیرو قرار پاؤ گے۔ دوسری بات یہ کہ عیسائی راہبوں، ہندو جوگیوں بودھ مذہب کے بھکشوؤں اور اشراقی متصوفین کی طرح رہبانیت اور قطع لذات

ہیں ان کا شمار کرنا آسان نہیں۔ اور ان فرقوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر جگہ مقامی روایات اور اثرات کے تحت اسلامی تعلیمات کا ذائقہ اور لہجہ بدل گیا ہے۔ اس لئے اگر علمدار کشمیرؒ حضرت شیخ العالمؒ کو سعودی عرب کے ترازو میں تولنے کی کوشش کی جائے تو یہ نہ صرف ان کی شخصیت کے ساتھ ظلم ہوگا بلکہ ان کی شخصیت کی تشکیل میں کارفرما نور ونغمہ کے ان تمام سوتوں سے بھی ناانصافی ہوگی۔ جن کی تحلیل وترکیب سے ایک ایسی شخصیت کشمیر میں معرض وجود میں آئی کہ نہ صرف آج تک زندہ وجاوید ہے بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی نور ہدایت سے منور کرتی رہے گی۔

حضرت شیخ العالمؒ غارنشینی، ترک لذات اور چلہ کشی کرنے میں اس لئے حق بجانب ہیں کہ اسلام پھیلانے کے لئے جن سادھوؤں سے ٹکرانا تھا وہ زبردست قسم کے ریاضت شاقہ کرنے والے تھے اور اس لوہے کو صرف لوہا ہی کاٹ سکتا تھا۔ پس اگر ایک عظیم تر مقصد کے لئے وہ اپنے اہل وعیال سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ اور بقول ملا بہاؤالدین ان کے اقربا ان کے اپنے بچوں کا قاتل گردان کر سلطان سکندر سے مواخذہ کی استدعا کرتے ہیں تو ہم انہیں حق بجانب سمجھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ سے بھی اسی قسم کا ایک واقعہ منسوب ہے لیکن حضرت ابراہیم ادھمؒ نے اس جرم کا ارتکاب حالت جذب میں کیا تھا جبکہ حضرت شیخ العالمؒ مجذوب نہ تھے اور دیدہ ودانستہ انہوں نے (ایک عظیم تر مقصد کے تحت) اپنی اولاد کو خود سے جدا کر دیا۔

حضرت شیخؒ کی شخصیت کے توازن کی ایک اور بین مثال یہ ہے کہ سلسلۂ اویسیہ سے منسلک ہونے کے باوجود وہ حضرت میر محمد ہمدانیؒ سے خط ارشاد حاصل کرتے ہیں جو علمائے وقت میں سب سے سربرآوردہ تھے۔ گویا یہ سند حاصل

جب انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی۔ یہ ان ہی کے بقایا ہیں جو تم کو صومعوں اور خانقاہوں میں نظر آتے ہیں۔" اس سلسلے میں بعض روایات سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ وہ ایک مدت سے اپنی بیوی کے پاس نہیں گئے ہیں اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتے ہیں تو آپؐ نے بلا کر ان کو حکم دیا کہ ابھی اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا روزہ توڑ دو اور جاؤ۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک خاتون نے شکایت کی کہ میرے شوہر دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہیں اور مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ حضرت عمرؓ نے مشہور تابعی بزرگ کعب بن سُور الازدی کو ان کے مقدمہ کی سماعت کے لئے مقرر کیا اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ اس خاتون کے شوہر کو تین راتوں کے لئے اختیار ہے کہ جتنی چاہے عبادت کرے مگر چوتھی رات لازماً ان کی بیوی کا حق ہے"۔[۱]

لیکن اتنی سختی سے بھی کام نہیں لیا جانا چاہیئے کیونکہ حق تو یہ ہے کہ عرب کے مسلمان اسلام کو لے کر جہاں جہاں بھی گئے انہوں نے نہ صرف اپنے فیوض سے دوسری قوموں کو مستفید کیا بلکہ صالح اور نمو پذیر تعلیم کی طرح اسلام نے بھی بہت کچھ ان قوموں سے لیا۔ چنانچہ ایران کا نام اس سلسلے میں سرفہرست شمار کیا جاتا ہے۔ کشمیر میں بھی اسلام ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہوا۔ حضرت امیر کبیرؒ کا کشمیر میں اوراد فتحیہ کو مروج کرنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اسلام کا جو رنگ ایران میں ہے وہ سعودی عرب سے مختلف ہے۔ مسلمانوں کا مذہبی صحیفہ ایک ہی ہے یعنی قرآن۔ اس کے باوجود مسلمانوں کے جتنے فرقے دنیا میں موجود

۱؎ تفہیم القرآن - پارہ واذا سمعوا - سورہ المائدہ ۵۔ آیات ۸۷-۸۸ - حاشیہ نوٹ نمبر ۱۰۴، صفحہ ۴۹۸-۵۰۰ از سید ابوالاعلیٰ مودودی مطبوعہ مکتبہ اسلامی دہلی۔

بارے میں ان کے کلام کو زیر نظر رکھکر ہی کچھ کہا جاسکتا ہے۔ بدقسمتی سے ان کا جو کلام مختلف ریشی ناموں کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے وہ غیر مستند اور مخلوط ہے۔ اس میں اصل اشعار کے ساتھ الحاقی اشعار بھی شامل ہیں اور تا وقتیکہ ان کے کلام کے استناد کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ان کے کلام پر کچھ کہنا قطعی صحیح نہ ہوگا۔ ان کے سوانحی حالات اس ضمن میں کار آمد ہو سکتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے اصل واقعات کشف وکرامات کے دھندلکوں میں کھو کر رہ گئے ہیں۔ یہاں اس کی گنجایش بھی نہیں ہے کہ ان کے کلام سے بحث کی جائے تا کہ ان کے پیغام کا جائزہ لیا جائے روایات اور مختلف تحریریں پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نے اپنے قول و فعل دونوں سے لوگوں کو متاثر کیا۔ اور پرچار کے سلسلے میں ساری وادی کا دورہ کیا بقول بابا خلیل حضرت شیخؒ نے بدھ چرت نام کی ایک طویل نظم سنسکرتؑ میں تصوف کے موضوع پر لکھی ہے لیکن واضح ثبوت کی غیر موجودگی میں اس پر اعتبار کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ بحیثیت مورخ بابا خلیل کا بیان غیر مستند ہے۔

حضرت شیخ العالمؒ کا بہت سا کلام للہ عارفہ کے کلام کے ساتھ خلط ملط ہو گیا ہے اس سے ایک اور مشکل صورت حال جو پیدا ہو گئی ہے یہ ہے کہ للہ عارفہ اور حضرت شیخ کے فلسفۂ حیات میں کیا فرق ہے۔ للہ عارفہ سے منسوب ہونے والا یہ واکھ یہ تو رہبانیت اور ترک دنیا کے خلاف اسلام کے مسلک کی تائید کرتا ہے؎

ترِیشہِ بوچھہِ ہو کریشہ ناوُن

یانی ژھیپو سندران دِس

---

(۱) گمان غالب ہے کہ یہ نظم اگر واقعاً لکھی گئی ہے تو اس زمانے میں مروج عوامی کشمیری زبان میں ہی لکھی گئی ہوگی۔ بابا خلیل اسے نہ سمجھنے کا اعتراف کرتے ہیں اور اسے زبان "سنسکرتی" میں لکھا ہوا بتاتے ہیں۔

کر کے حضرت شیخؒ نے اپنے ممکنہ مخالفین کا منہ بند کر دیا ہے جس کا اشارہ خطِ ارشاد کے آغاز کی اس عبارت میں ملتا ہے۔

"اولیاء اور علماء کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اسوقت تک خلافت الٰہی کا یعنی خدا کی راہ میں ماہر ہونے کا دعویٰ کریں جب تک وہ کسی ایسے پیر کامل کی اجازت حاصل نہ کریں جس نے خود کسی ایسے مُرشد سے اجازت حاصل کی ہو جس کی اجازت کا سلسلہ برابر اور مسلسل حضرت نبی اکرمؐ تک پہنچا ہو۔"[1]

مندرجہ بالا عبارت اس سند کا سوال اور جواب دونوں فراہم کرتی ہے۔ ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ کبروی سلسلے میں شامل ہونے کے بعد لازماً حضرت شیخؒ اور ان کے خلفا کا کبروی سلسلے میں شمار کیا جانا چاہیئے تھا جب کہ اس کے برعکس حضرت شیخؒ اور ان کے تمام مرید ریشی بھی کہلاتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط بھی نہیں کہ حضرت شیخؒ نے خط ارشاد محض ضرورتاً اور بطورِ ظاہری سند کے حاصل کیا تھا۔ ورنہ ان کا مرتبہ پہلے ہی بلند تھا اور اس وقت وہ اپنی پُرمقصد زندگی کے بیشتر مراحل طے کر کے شہرت اور عظمت کی بلندیوں پر جلوہ فگن تھے بہر کیف حضرت شیخؒ کا مرتبہ کسی سند کا محتاج نہیں ہے حتیٰ کہ اگر خط ارشاد کو غیر مستند بھی قرار دیا جائے۔[2] تو ان کے روحانی مرتبہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

حضرت شیخ العالمؒ نے جو تعلیم دی ہے اور جس فلسفہ کا پرچار کیا ہے اس کے

۱؎ نُوۡر آگرُ (کشمیری) مراز ادبی سنگم۔ مرتبہ رسول پونپر (ص ۸۳)

۲؎ یہ ایک حل طلب مسئلہ ہے کہ خطِ ارشاد خانقاہ معلیٰ میں کیوں ہے جبکہ اسے چرار شریف میں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ کوئی بھی سند طالب علم کے پاس رکھے جانے کے لئے دی جاتی ہے۔ دار العلوم میں نہیں رکھی جاتی۔

کی باقی کتابیں سلطانیہ، حضرت سلطان العارفین اور ان کے خلفاء کے بیان
میں، غوثیہ حضرت غوث الاعظم اور سلسلۂ قادریہ کے خلفاء کشمیر کے ذکر،
نقشبندیہ حضرت بہاؤالدین نقشبند اور اس سلسلے کے خلفائے کشمیر کے ذکر میں اور
چشتیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور اس سلسلے کے خلفاء کشمیر کے ذکر میں
تصنیف ہوئی ہیں۔ یہ پانچوں مثنویاں ایک ہی بحر خفیف مسدس مخبون محذوف
(فاعلاتن مفاعلن فعلن) میں لکھی گئی ہیں۔

ریشی نامہ کے محتویات کے بارے میں اس سے قبل بھی کچھ کہا جا چکا ہے
ملا بہاؤالدین متو نے سنہ ۱۲۲۳ھ میں اسے ختم کیا۔ چنانچہ مادۂ تاریخ "شد ریشی
نامہ روح افزای" ہے ؎

سال تاریخ عقل فطرت سامی
گفت "شد ریشی نامہ روح افزای"

جب ہم ادبی تنقید کے زاویہ نگاہ سے ریشی نامہ ملا بہاؤالدین متو کا
جائزہ لیتے ہیں تو کوئی خوش آیند نتیجہ نہیں نکلتا۔ سچ پوچھئے تو سارے ریشی نامہ
میں ایک بھی مصرعہ ایسا نہیں جو شاعری کے معیاروں پر پورا اترتا ہو۔ شاعری
کیا ہے؟ اس کی کوئی جامع تعریف آج تک نہ ہو سکی ہے نہ یہاں اس کی گنجائش
ہے۔ ایک مثال پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ فارسی کا یہ مصرع ؎

بہ نشین بر لب جوی و گذر آب بہ بین

باوزن ہونے کے باوصف شاعری میں شامل نہیں۔ اس مصرعے میں اگر ایک لفظ
کو بدل دیا جائے تو یہی بے کیف بیان ایک پھڑکتا ہوا مصرعہ بن جاتا ہے۔ دیکھئے

ع بہ نشین بر لب جوی و گذر عمر بہ بین

پس شاعری وہی ہے جو استعاراتی ہو۔ اس معیار پر پرکھا جائے تو ریشی نامہ
میں ایک بھی شعر نہ ملے گا۔ صرف منظوم بیانات ہیں جو وفور کے ساتھ موجود ہیں

پھڑ پھڑ چون سورُسے واڑُن تہٕ پارُن
گرو وہ پکارُن سوسے چھےُ کرٕ سے

یا

کول مولگہ رنگن نہ سنگن
کول مو رنگن لیکھنے آو
مول مو اُشُر لگہ انگن
درن عمل نہ کولی کنہٕ آو

اور حضرت شیخؒ سے منسوب اس شلوک سے ملتا جلتا ہے۔

کیوٗلی کرت نیر کھ پنھتاٗنی
تراُوِتھ شرُو مرُک تہٕ گیہہ بار
ہم کس بار لٔہ کھ پاپاٗنی
بارِ غفودا یا پاپ نوار

اسی طرح حضرت شیخ العالمؒ سے منسوب بہت سارا کلام ایسا ہے جس پہ شومت، بدھ مت اور ہندو مت کی گہری چھاپ ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخؒ کا عصا ٹیکنے سے اجتناب کرنا جین مذہب کی تعلیمات کی یاد دلاتا ہے اس لئے یقین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کلام کسی مسلمان صوفی کا ہوگا۔ لہذا اس مسئلہ کو حل کرنے سے پہلے حضرت شیخؒ کی تعلیمات کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ صادر کرنا نہ صرف حضرت شیخؒ کے ساتھ ناانصافی ہوگی بلکہ تنقید و تحقیق کے اصولوں سے بھی روگردانی ہوگی۔

ملا بہاؤالدین متو نے نظامی گنجوی اور دیگر فارسی شعراء کے تتبع میں جو خمسہ تصنیف کیا ہے اس کی سب سے پہلی کتاب زیر نظر ریشی نامہ ہے۔ خمسہ

مآخذ

ریشی نامہ کی تدوین کے دوران ہم نے چھ قلمی نسخوں سے مدد لی ہے

جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

نسخہ ا

تعداد اشعار	۴۴۳۴
سن کتابت	۱۲۹۲ھ
ناقل	محی الدین منتو
	ساکن موضع کاندھامہ پرگنہ بیروہ

یہ نسخہ ہمیں ڈاکٹر عبدالمجید متو صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر لائبریریز نے عاریتاً عطا فرمایا۔ جس کے لئے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔ نسخہ بالکل مکمل اور مجلد حالت میں ہے۔ کتابت ہر چند زیادہ روشن نہیں مگر اتنی بری بھی نہیں۔ کاغذ کشمیری ہے۔ یہ نسخہ ریشی نامہ کی تصنیف کے ۶۹ سال بعد نقل کیا گیا ہے۔ کاتب کچھ زیادہ پڑھا لکھا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ املا کی اغلاط کم نہیں۔ موقع بموقع دس دس بیس بیس اشعار حذف کئے گئے ہیں۔ یہ فیصلہ نہیں ہوسکا کہ ان اشعار کو کاتب نے اپنی مرضی سے حذف کیا ہے یا جس نسخہ سے نقل کیا ہے اس میں موجود نہ تھے۔ مختلف صفحات پر اشعار کی تعداد بدلتی رہتی ہے۔ ہمارے زیر نظر نسخوں

بلا شبہ یہ ایک منظوم کارنامہ ہے اور اسکی سوانحی اور تاریخی اہمیت بھی ضرور ہے لیکن جس شخص نے حافظ و سعدی، غالب اور شیکسپیئر کے مے خانہ سے جرعہ نوشی کی ہو اُسے یہ ریشی نامہ سوائے بے کیفی اور بدمزگی کے کچھ نہیں دے سکتا۔ بعید از قیاس نہیں کہ حسن کھویہامی اور دوسرے مورخوں نے اسی لئے ملّا بہاؤالدین متو کو شعراء کی فہرست میں نہیں بلکہ صلحاء کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

یہ مثنوی ملّا بہاؤالدین متو کی فارسی دانی کا بین ثبوت فراہم کرتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فارسی میں اچھی استعداد پیدا کی تھی لیکن اس کے باوجود وزن قافیہ اور ردیف کے چکر میں ان سے ایسی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں کہ کسی اہل زبان سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہرچند ان کا ذخیرۂ الفاظ خاصا وسیع دکھائی دیتا ہے پھر بھی انہوں نے گنجلک اور پیچیدہ بیانی سے احتراز کیا ہے تمام اشعار روان اور سادہ زبان میں کہے گئے ہیں۔ اگرچہ ان کا اسلوب نگارش وہ نہیں جو اس وقت ایران اور ہندوستان میں مروج تھا۔ لیکن بہرحال یہ وہی اسلوب ہے جو ان کے زمانے میں کشمیر میں مروج تھا۔

اس ریشی نامہ کی ایک نمایاں خامی یہ ہے کہ دوسرے ریشی ناموں کی طرح نہ حضرت شیخ کا کلام درج کیا گیا ہے اور نہ اس کا فارسی ترجمہ ہی۔ اگر ملّا بہاؤالدین متو نے یہ کام بھی کیا ہوتا تو اور ریشی ناموں کے مقابلے میں غالباً اس ریشی نامہ کا مقام بلند تر ہوتا۔ اس کوتاہی کی بظاہر ایک ہی وجہ نظر آتی ہے کہ ریشی ناموں کے دوسرے مصنفین کی طرح خصوصی طور پر حضرت شیخ کی سوانح اور آپ کے کلام کی تدوین ان کا واحد مقصد نہیں بلکہ کشمیر میں صلحاء، صوفیا اور اولیائ اور ان کے مختلف سلسلوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے ریشی سلسلے کو اتنا ہی قابل توجہ سمجھا ہے جتنا باقی سلسلوں کو۔ چنانچہ تقدیم زمان کے لحاظ سے کشمیر میں پہلے ریشی مسلک کا ذکر ہی ضروری تھا جیسا کہ خمسہ کے مطالعہ سے تصدیق ہو جاتی ہے۔

ناقل   عبدالعزیز ساکنہ محلہ حول ضلع سنگین دروازہ

یہ نسخہ جناب محمد سلطان صاحب نے ہمیں عاریتاً عطا فرمایا جس کے لئے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں۔ تمام نسخوں کی بہ نسبت یہ مکمل مجلد اور روشن ترین ہے کاغذ کشمیری کچھ زرد اور کچھ سرخی مائل نہایت چمکدار اور اعلیٰ ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۲ اشعار باقاعدہ سنہری حاشیوں کے ساتھ خوبصورت نستعلیق میں لکھے گئے ہیں۔ املا کی اغلاط بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ہمارے سامنے موجود نسخوں میں سب سے زیادہ تعداد میں اشعار اسی میں درج ہیں۔ مگر بحیثیت مجموعی کچھ اشعار اس میں بھی حذف ہوئے ہیں۔

نسخہ ح

تعداد اشعار   ۳۵۹۰

سن کتابت   نامعلوم

ناقل   نامعلوم [۱]

یہ نسخہ چرار شریف کے جناب میر غلام نبی صاحب کی ملکیت ہے جنہوں نے ہمیں عاریتاً عطا فرمایا۔ ہم ان کے پر خلوص تعاون کے لیئے بے حد مشکور ہیں۔ یہ نسخہ معمولی کشمیری کاغذ پہ لکھا گیا ہے نہ صرف اول و آخر افتادہ ہے بلکہ بیچ میں بھی کئی ورق غائب ہیں۔ کتابت گوارا ہے۔ املا کی اغلاط بھی بہت ہیں۔ نیز بیچ میں اشعار حذف بھی ہوئے ہیں اور مختلف صفحات پر اشعار کی تعداد بھی بدلتی ہے۔

۱۔ بقول مالک نسخہ ان کے اجداد میں سے میر عبدالرسول المعروف لسہ ریشی نے اسے نقل کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عبدالرسول نے ۱۲۶۳ھ کی حدود میں کئی فارسی کتابیں نقل کی ہیں۔ منجملہ ان کے ریشی نامہ بھی ان ہی ایام میں نقل ہوا ہوگا۔ اسی لحاظ سے یہی قدیم ترین نسخہ ٹھہرتا ہے۔ لیکن واضح ثبوت کی غیر موجودگی میں یہ بات مانی نہیں جا سکتی۔

میں قدیم ترین یہی ہے۔

نسخہ ب

تعداد اشعار ۴۵۸۱

سن کتابت ۱۳۱۵ھ

ناقل نامعلوم

یہ نسخہ ہمیں پروفیسر مرغوب بانہالی صاحب نے عنایت فرمایا ہے جس کیلئے ہم ان کے بے حد مشکور ہیں اس غیر مجلد نسخہ کا آخری ورق گر چکا ہے جس میں آخر کے پندرہ اشعار درج رہے ہوں گے۔ ساتھ ہی کاتب کا نام بھی درج رہا ہوگا۔ اچھے چکنے کشمیری کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ کتابت اچھی ہے۔ اس میں بھی موقع بموقع اشعار حذف ہوئے ہیں۔ اشعار کی تعداد مختلف صفحوں پر بدلتی رہتی ہے۔ املا کی اغلاط بھی موجود ہیں۔

نسخہ ج

تعداد اشعار ۴۵۴۲

سن کتابت ۱۳۱۹ھ

ناقل نامعلوم

یہ نسخہ اکادمی کی ملکیت ہے۔ اس کے پہلے کچھ ورق تلف ہو گئے ہیں آخر میں نسخہ مکمل ہے۔ نسخہ کی عمومی حالت کچھ اچھی نہیں۔ معمولی قسم کا کشمیری کاغذ جگہ جگہ سے کرم خوردہ ہے۔ کتابت بڑی عجلت اور لاپرواہی میں کی گئی ہے مختلف صفحات پر اشعار کی تعداد بدلتی رہتی ہے۔ املا کی اغلاط بھی اچھی تعداد میں موجود ہیں۔

نسخہ د

تعداد اشعار ۴۶۴۷

سن کتابت ۱۳۳۰ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد

ای جهان مظهر صفات ترا　　وی صفات شیون ذات ترا

هرچه در کاینات پیدا شد　　عکس نور صفات و اسما شد

ذات مطلق که آن هویت تست　　وحدت صرف وصرف وحدت تست

او ز اسما و از صفات شیون　　هست از هر مراتبات مصون

عقل کل را بدان طرف ره نی　　هیچ علمی ز کنهش آگه نی

عاشقان در هوای آن مفتون　　والهان از ضیای آن مجنون

ای بسا[1] والهان که در تگ و تاز　　هر نفس صد هزار پردهٔ راز

در نوشتند و در نوردیدند　　انتهائی نه عاقبت دیدند

حیرت از جان شان علم برزد　　ما عرفناک از همه سرزد

چون نه پایان و انتها دیدند　　هرچه دیدند ها و را دیدند

غرق در بحر بی کرانه شدند　　به ترنم[2] به این ترانه شدند

ای وجود تو اصل هر بودی　　نیست غیر تو بلکه موجودی

هر نفس نقش های بوقلمون　　آری از پردهٔ عدم بیرون

این نه نقش اند بلکه مرات اند　　بل کمالات حضرت ذات اند

---

۱ هد بسا　۲ هد ا، هد ب مترنم

علاوہ ازیں ایک نسخہ اور اس مقصد کے لیے اکادمی نے عنایت فرمایا
جس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اس میں کل ڈیڑھ ہزار کے قریب اشعار درج ہیں اور
معمولی کشمیری کاغذ پر بڑی لاپرواہی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

ریسرچ لائبریری میں ریشی نامہ کے تین نسخے موجود ہیں جنکا سرسری
مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اس کے لئے ریسرچ لائبریری کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے
اس مطالعہ کے دوران ہمیں اندازہ ہوا کہ ان کی حالت باقی نسخوں سے کچھ زیادہ
مختلف نہیں۔ ہم باقاعدہ ان نسخوں سے مستفید نہ ہوسکے۔ جس کی ضرورت ناگزیر
بھی تھی۔ ایک نسخہ ۱۳۰۳ھ اور دوسرا ۱۳۰۳ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ تیسرے نسخہ
کی تاریخ کتابت معلوم نہیں ہوسکی۔

ان تمام نسخوں میں جو ہمارے پیش نظر رہے کوئی ایسا نہ تھا جس
کو ہم بنیاد بناکر ریشی نامہ کی تدوین کرتے۔ قدیم ترین نسخہ ط میں بھی بے شمار
خامیاں تھیں۔ اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ پانچوں نسخوں کو دیکھ کر ایک الگ
اور صحیح متن دریافت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس میں ہمیں کس حد تک کامیابی
ہوئی۔ اس کا اندازہ آپ پڑھ کر ہی کرسکتے ہیں۔

ان تمام نسخوں کی موجودگی میں جو اشعار تقابلی مطالعے میں آئے
اور انہیں اس مرتب شدہ ریشی نامہ میں درج کیا گیا ان کی تعداد ۲۰۲۴ ہے۔

مرتبین

سری نگر
نومبر ۱۹۷۸ء

انتهائی همه تجلّی اوست   لاجرم سیر انبیا تا[1] اوست
همه در لجّهٔ حقیقت او   محو گشته ز هی بهٔ قربت او
قربت او بذروهٔ علیا   قاب قوسین بود و او ادنی
والضحی وصف[2] پرتو رویش   شرح واللّیل بعد گیسویش
چشم مستش ز سرمهٔ مازاغ   از تماشای غیر[3] یافت فراغ
حق چو طا بگفت و یٰسینش   سیّدش خواند پاک آیینش
شاهد است و مبشّر است و امین   زان[4] لعمرک بعمر اوست یمین
رویتش را فقد رأی در شان   فاستقم ز استقامتش برهان
صدر پاکش ز نور حق لایح   متجلّی شد از الم نشرح
رحمت عالمین ز عالم پاک   گشت روشن ز شرح ارسلناک
چون بقرأت همی شدی برپا   غلق[5] سینه اش ز ها او حی
تا سه فرسنگ آمدی در گوش   بود بیچون بچون شده رو پیش
اللّه اللّه چه ذوالکرامت او   صاحب فضل و احترامست او
من چه یارای نعت او دارم   نعت حق آمده مددگارم
آنچه حق گفت در کلام قدیم   نعت ذات وی از ره تعظیم[6]
بس بود ورنه مشت خاکی را   نیست یارای وصف پاکی را
لاجرم دیده بر رهش دارم   عرض خدّام درگهش دارم
یا رسول اللّٰه غلام توام   بل کمین بندهٔ خدام توام
بسلام ایستاده ام برپا   بعلیکی مشرّفم فرما

---

۱ حد = با ۲ حد = بود ۳ حد = چشم ۴ حد = بین.
۵ حب ا د ه حج = قلق ۶ حه = تعلیم

گنج وحدت ز فرط استغنا — بود اندر سرادقات خفا
خواست تا خویش را نظاره کند — وحدت خویش آشکاره کند
کرد آئینه خانه ای برپا — از عکوس صفات و از اسما
زان مرایا جمال بی پایان — کرد نظاره یعنی از اعیان
دید ذاتی ز فیض مالامال — حضرت ذوالجلال و ذوالافضال
کرد از یک صدای کن فیکون — جلوه گر نقش های گوناگون
موج زن گشت بحر بی پایان — یافت هر موجی از وجود نشان
پرتو افگند آفتاب وجود — همه ذرات آمدند به بود
مقصدش بود عشق بازی ها — زین ظهورات جلوه سازی ها
واجب از دلبری لوا افراخت — ممکن از وی بعاشقی پرداخت
عاشق خود خود است و خود معشوق — جلوه گر گه به تخت گه در[1] فوق
اوست بر شکل یوسف مصری — وز زلیخا نموده جلوه گری
اوست مجنون بلکه لیلی هم — واقعی اوست بلکه عذرا هم
آنچه او هست آن برون ز همه — جملگی اوست او مصون ز همه
این همه جلوه ها ز عالم پاک — کرده از بهر شاهد لولاک

نعت شریف

شاه کونین احمد مرسل — ذات حق را تعین اول
اوست سالار انبیا و رسل — پرتو نور او چه جزو چه کل

---

[1] صط = بر

آن یمانی نقاب و بدر یمن | از رخ هم چون آفتاب فگن
از تجلّی نمود جهان افروز | بعد از اینم بداغ هجر مسوز
سوختی جان دردناکم را | زدی آتش به مشتِ خاکم را
شورِ عشقِ تو روز افزون باد[1] | سینه ام چاک و دیده پرخون باد

منقبت حضرت ابوبکر صدیق رض

سرورِ خیلِ سروران جهان | سرگروه سران و تاج جهان
پیشوای محققان الست | قدوهٔ عارفان واله و مست
محرم بارگاه یزدانی | مفخرِ عاشقانِ سبحانی[2]
شمع بزم هُدا به خوش نسبی | جانشین رسول مطّلبی
مقتدای مهاجر و انصار | ثانی اثنین اذ هما فی الغار
رضی الله عنه در شانش | ورضوا عنه لطفِ یزدانش
صادق القول و سابق الایمان | راسخ الاعتقاد والایقان
هست ابوبکر آن خلاصهٔ کون | بعد پیغمبران به همت و عون
همتش آن که مال و جان در باخت | یاری صاحب دو عالم ساخت
حسناتِ دو کون گر یکسو | میگذارند هم پله با او
کفه اش از همه شود راجح | شد بقول رسول حق لائح
روز هجرت چو در نشیمن غار | با رسول خدا گرفت قرار[3]
دل طپان شد ز خصم بد اندیش | بهر شاه رسل نه از پی خویش

---

۱ ه ب: حُبّ آن چار یار افزون باد ۲ ه ا: محرم بارگاه سبحانی مفخر عاشقان یزدانی ۳ ه ه ی = کنار

گرچه لایق نیم بحضرت تو — چشم دارم ولی ز همت تو
گر دهی در سلام بار مرا — میکنی صاحب اعتبار مرا
بشماری ز استان خودم — بر نداری ز آستان خودم
آستان درت بچشم وفا — بهتر آمد ز جنت المأوا
ای خوش آن چشم وی خوش آن مژگان — که بروبد درِ تو اشک چکان
من هم از دیر آرزو دارم — که بخاک در تو رو آرم
از مژه سازم وز موی سفید — خاک روبی آن در امید
حبذا اینچه مست بودم من — این چه گستاخی نمودم من
کی بموی سفیدم آن خوبی است — که سزاوار ریشی بجاروبی است
شهپر جبرئیل و اسرافیل[1] — رفته خاک درت بر مهر جزیل
وز مژه قدسیان کرّوبی — بحریم تو کرده جاروبی
من که باشم که این تمنا را — میدهم در درون خود جا را
لیک لطفت به خاص و عام رسید — خاصه بر مجرمان تمام رسید
بهر آن لطف[2] و آن محبت تو — که از ازل در تو بود ز امت تو
چشم لطفی برو سیاهی کن — نظری از کرم نگاهی کن
بدر کس مرانم از در خویش — لطف فرما بحال مضطر خویش
ای رخت مطلع حیات همه — وی لبت مایهٔ نجات همه
روی بنما و قوت جانم ده — بکلامی ز غم امانم ده
لب لعلت که کان قند است آن — بشکر خندهٔ شکر افشان
چون تو شمعی و شمع انجمنی — چند باشی به پردهٔ یمنی

---

۱ و ب = میکائیل ۲ هـ ت = مهر

الجمیل الجمیل بسماریه گفت — او هم از راه چند روزه شنفت
زیب و زینت بشرع احمد داد — درّه بر نور دیده خود داد
او بقول رسول پاک سرشت — بی شک آمد چراغ اهل بهشت
یافت خلد برین چون نور از او — اهل رفض اند زان نفور از او
آن که ایشان ز بغض و کین و نفاق — مظهر آتشند و عکس شقاق
خود را نار می شود مشرع — کل شیء یرجع باصله راجع
رافضی که زند به این دغلی — دم ز حبّ علی و آل علی
خود بایشان چه نسبت است او را — که غرور محبت است او را
دل سیاهی و سینه تاریکی — وز تبرّا بکفر نزدیکی
مبتذل از سب صحابه شدند — همچو ماهی درون تابه شدند
می کنند دعوی تولّا ها — در سرش زین غرور سودا ها
گر بآن مهر از علی بودی — رویش از نور منجلی بودی
ره نظر کن بروی او بنگر — که چه ظلمت زده ز رویش سر
عقل حیران ز مسخ صورت او — تف به عقل وی و به سیرت او
ای خدا پاک و پاک دینم کن — حشر در خیل ذو الیقینم کن
گشته ام فارغ از همه شک و شین — مدح آورده ام بذو النورین

منقبت حضرت عثمان غنی رض

مهر برج شرافت و تقوی — دُرِ درج کرامت و معنی

---

۱ ورکا: مبتذلی از سب صحابه شده — همچو ماه درون کعبه شده
۲ ورکا: یاری ۳ ص ب: به رویش ۴ ورکا: تف به عقل وی و بصیر او
۵ ورکا: مهر برج کرامت و تقوی — دُر درج شرافت معنی
ورکا: مهر برج کرامت و تقوی — دُر درج سعادت و معنی

گفت خیرالوراش لا تحزن — ای بغارم رفیق و در مدفن
چون که با ما خدای بی چون است — چه غم از خصم بد رگ دون است
آفرین بر علوِ همت او — شهره در قدسیان[1] زفتوتِ او
خال خوران بلال از مالش — گشت آزاد ای خوشا حالش
چون خرامنده سوی قربت شد — پس عمر حاملِ دو بیعت شد

منقبت حضرت عمر فاروق اعظم رض

آن شهنشاه مسند تمکین — هادی راه[2] خواجهٔ یاسین
حسبک الله آن که در شانش — آمد از حق نویدِ ایمانش
پشت اسلام شد قوی از وی — یافت دینِ هدا نوی از وی
وحی را گر نه مختصر بودی — لائق رتبه اش عمر بودی
حبذا شانِ او که از تبجیل — بود رایش مطابق تنزیل
تخم شرک و نفاق و کفر و جحود — او ز آئینهٔ جهان بزدود
آفرین باد بر مهابت وی — که بخون غرق کرد کسری کی
نیل را نامه بر سفال نوشت — یک دو حرفی ز روی حال نوشت
که تو جریان اگر بخویشتنی — پس برو هر چه خواهی آن بکنی
ور بامر خدای بی چونی — پس روان شو روان بافزونی
نیل را آن زمان که نامه رسید — بر روی آن عنبرین شمامه رسید
چو برآمد ز خویش جاری شد — از رسوماتِ کفر عاری شد
روز آدینه آن ستوده سیر — بود در عین خطبه بر منبر

۱ه همت بشهرهٔ قدسیان ۲ه راه: محفل آرای

منقبت حضرتِ علیؓ

عارفان دم ز فتح باب زدند — حلقه بر بابِ بوتراب زدند
یعنی آن را که فتح باب شده — از ددِ خاص بوتراب شده
جانشین محمد عربی — شد علی و ولی مطلبی
رهنمای رهِ هدایت اوست — شیر حق و شهِ ولایت اوست[۱]
اوست داماد سید کونین — زوج زهرا و والد حسنین رض
منجلی نورِ لافتی ازوی — منشرح سرّ هل اتی ازوی
منبع جود و مجمع البرکات — مطلع نور و سید السادات
مقتدای رهِ محمد طلبی — ساقی کوثر ابنِ عم نبی ص
ساحتِ کعبه تا نمائد پاک — رفت بر دوش شاهد لولاک
حامل او چو بود شاه وجود — سرِّ معراج[۲] شد بر او مشهود
مصطفیٰ را بود گنج لم یزلی[۳] — باب آن گنج و آن خزینه علی
عکسی از نور آن چراغ شهود — بایزید و جنید و شبلی بود
آتش شوق[۴] چون شرر میزد — این سخن از جنید سر میزد
که اگر مرتضیٰ امام هدا — گشتی از حرب اهل بغی رها[۵]
آن چنان داد علم بغدادی — که از معارف خزینه بگشادی

---

۱ ح ل: اسد الله شه ولایت اوست ۲ ح ج: شرح
۳ ح ۳، ح ۴: مصطفیٰ گنج علم لم یزلی ۴ ح د: عشق
۵ ح ج، ح ۵، ح ۶: گشتی از اهل حرب و بغی رها

شاهباز فضای عزّ و جلال ‌ ‌ بحر جود و نسان ذوالافضال

معدن علم[1] و مخزن عرفان ‌ ‌ لامع النور جامع القرآن

ز اهل بیت هدا مطهّر شد ‌ ‌ شرف اندوز از دو اختر شد

شد مشرّف به هردو نور العین ‌ ‌ زان ملقّب شده به ذوالنورین[2]

داد ترتیب چون که قرآن را ‌ ‌ هم ز آیات وز سور آن را

لوح محفوظ بود منظورش ‌ ‌ چیست آن لوح صدر پر نورش

که دو عالم چه[3] انفس و آفاق ‌ ‌ مندرج اندر و علی الاطلاق

بتلاوت چو دُرفشان گشتی ‌ ‌ متکلم بر و عیان گشتی

او بصورت درخت موسی بود ‌ ‌ حق بگفتار در تجلّی بود

وارهیده شجر زما و منی ‌ ‌ حق انا الله گوی[4] فاعبدنی

این همه جلوهٔ صفاتی بود ‌ ‌ در سخن ناید آن چه ذاتی بود

قدسیان سر به پای او سودند ‌ ‌ در حیا از حیای او بودند

داشت از صحبت رسول خدا ‌ ‌ سیر جانش بعالم کبرا

شاه لولاک ذوالکرامش خواند ‌ ‌ یوسف دومین بنامش[5] خواند

بود نایب[6] به بیعت الرضوان ‌ ‌ دست او دست صاحب دو جهان

نور عشقش ز ماسوی برهاند ‌ ‌ صبغة الله گفت[7] جان افشاند

---

۱ ح ج ح ق = جود ۲ ح ا ح ق ح ه = ملتقب شد از آن به ذوالنورین
ح ه = متلقب شد زان به ذوالنورین
۳ ح ق = ز ۴ ح ق گفت
۵ ح ج = شاهی.
۶ ح ا ح ج، ح د، ح ز = غایب ۷ ح ب = خواند

آن یکی چون بنفشه حلّه بدوش   وان دگر همچو لالهٔ[1] گلگون پوش
روی ایشان که نور سرمد بود   بوسه گاه رسول امجد بود
هر یکی رتبهٔ شهادت یافت   زان شهادت بسی[2] سعادت یافت
جای ایشان به بوستان نعیم   خصم ایشان به قعر نار جحیم
وان دو گلبن به مصطفی دمساز   خصم با عتبه و مغیره براز
حق تعالی به قدرت کامل   کرد هر شی بحکمتی شامل
قصر باغ نعیم و قعر[3] جحیم   از ازل شد بفرقهای تقسیم
کفر و اسلام را بهانه نمود   چه[4] زنیک و بد این دو خانه نمود
گرنه جمعی بدشت کرب و بلا   کشته گشتندی از کف اعدا
قصر رضوان چه گونه پر گشتی   پر ازان خوشهای در گشتی
گرنه قومی ز نفس اماره   کف زدندی به تیغ خونخواره
ریختندی نه خون مظلومان   پر شدی چون جحیم ازان شومان
کس چه داند که حکمتش چون است   کار ایزد ز فهم بیرون است

مناقب ائمه اثنا عشره رض

رفت ازان پس بمسند ارشاد   مهر چارم سپهر زین عباد
ذات پاکش که نور مطلق بود   فانی از خویش و باقی از حق بود
چند گاهی جهان منور کرد   پس ودیعت سپرد[5] باقر کرد
از قدم چون به وحدت حق زد   صبح صادق علم ز مشرق زد

---

۱ م ب، م ق = شاخ   ۲ م ب = ره   ۳ م ب، م ق، م ق = کاخ   ۴ م ق = باقر

شرح اسرار حق چنان کردی ... کز کسی تاب آن نیاوردی
گفت رازی ز رازهای درون ... بر سر چاه و چاه شد پرخون
دردمی از کمال بسط زبان ... ختم کردی بحضرت فرقان
چونکه دریک رکاب پا کردی ... تا رکاب دگر ادا کردی
بهر او تا کند ادای نماز ... مهر تابان ز غرب سر زد باز
هر که مولای او رسول خداست ... مرتضی اسد شیر حق با و مولی است
رحمت حق بروح پاکش باد ... جان پاکان نثار خاکش باد

مناقب حضرات حسنین رض

کیست مهر سپهر عزّ و علا ... حسن آن نور دیدهٔ زهرا
قرة العین احمد مختار ... نور الابصار حیدر کرار
اوست که مظهر شرافت بود ... لائق مسند خلافت بود
اوست کز سدره جبرئیل امین ... مهد جنبانیش نمود آئین
داشت او با مصطفی تشبیه ... کالولد آمدست سرّ ابیه
چیست ایمای مجمع البحرین ... اتصال حسن به نور حسین
یعنی این هر دو شهر یک برجند ... بلکه دردانه های یک درجند
آن یکی لولوی درخشان بود ... وان دگر همچو شاخ مرجان بود

۱ صح = بیان + د = عیان   ۲ [illegible]
۳ صح = گفت اسرار رازهای درون ... بسر چاه چاه شد پرخون
۴ صح، د = زبان   ۵ صحف نسخ = قرآن
۶ د = عبدا   ۷ صب = پرنور   ۸ د = ماه

شد ظهورش در آخرین پرگار | خاتم قطب[1]های فیض مدار
آخرین ده و صد و پنج کرام | شد باثنا عشر بدو اتمام
کی بود کی که همچو ماه منیر[2] | سر بر آرد ز عالم[3] تنویر
کی بود کی که از مهابت وی | طی بشود[4] گفتگوی بدعت طی
همه آفاق را بنور شهود | میدهد فتح باب و فتح کشود
مینماید طریق خیر مآل | راه گم گشتگان تیه ضلال
خاک بر فرق بدعتی ریزد | بلکه نونش بخاک آمیزد
میشود اهل رفض را خون ریز | گردن شان زند به تیغ ستیز
که چرا با صحابه‌های کرام | در تعصب شدید و در ابرام
لاجرم خون تان[5] هدر کردم | جایگاه تو در سقر[6] کردم
بنگرد هر کجا که معتزلی | زده ز انکار دید حق سجلی
چشم او بر کند از ان انکار | کور دل کور باد از ابصار
تیغ خون ریز بر سر قدری | می زند همچنان که بر جبری
جبریان قدریان[7] بخاک کند | آن دو ناپاک را هلاک کند
آتش قهر او مجسمه را[8] | سوخت خواهد نمود هر همه را
زانکه او از کمال نادانی | خواند حق را بجسم و جسمانی
همه آفاق از سیه کاران | پاک سازد پی وفاداران

۱ه نسخه = فیض ۲ه نسخه = بدر ۳ه نسخه مشرق
۴ه نسخه = شدی ۵ه نسخه شان ۶ه نسخه جای نگاه شما سقر کردم ۷ه نسخه شان
۸ه نسخه = جبرشان قدرشان ۹ه نسخه = آتش قهر او کر مجسمه را

شد به علم و کمال صدر نشین   جعفر صادق آن امام گزین
آنکه با آن کمال دانائی   بوحنیفه پی شناسائی
بر درش آمدی به عجز و نیاز   تا که شد ذوالعیان[۱] صاحب راز
گشت از آن پس ملک دین ناظم   قطب الاقطاب موسیٰ کاظم
از فیوضات آن امام همام   ملک دین نبی گرفت نظام
باز تابنده مهر رخشان شد   بخلاهت شهه خراسان شد
شد ز موسیٰ علی رضا آن نور   فیض ده فیض بخش اهل صدور
گشت معروف و خاص سبحانی[۲]   بر در او چو شد بدربانی
بعد ازان نور آفتاب شهود   از امام تقی[۳] ظهور نمود
در جهان چیست اتحاد زدند   سکهٔ[۴] دولت جواد زدند
پس ولیعهد شد بجای تقی   جعفر ثانی آن امام نقی[۵]
باز تابنده گشت این افسر   بر امام زکی علی اصغر[۶]
آنکه سرخیل اهل عرفان بود   محرم بارگاه یزدان بود

منقبت امام مهدی رض

کیست قطب هدا و مظهر کل   مهدی هادی آن امام سبل
ذات او آیت خدایابی   خاتم فیض قطب الاقطابی

---

[۱] صح = ذوالعنان [۲] صح = یزدانی [۳] صح = نقی
[۴] صحیح = در جهان چیست اتحاد زدند   سکه بر دولت مراد زدند
[۵] صحیح = شاه دنیا و دین علی نقی   جعفر صادق آن امام تقی
[۶] صح صح = علی عسکر صحیح = سند عسکر

سر نهاده بر آستانِ توام | از محبّانِ دودمانِ[۱] توام
سر برآور که بی قرارم من | الله الله امیدوارم من
مست از بادهٔ ظهورم کن | پای تا فرق غرق نورم کن
روز محشر که مبتلای خودم | دار در سایهٔ لوای خودم
باد هر لحظه صد درود و سلام | بر نبی و بر آل و صحب کرام

شجرهٔ منورهٔ حضرات قادریه جناب غوث الاعظم رح

یارب از بهر سید الکونین | بهر شیخین و زپی حسنین[۲]
هم بحق دو سبط طاهر[۳] او | بهر زین العباد و باقر او
از پی[۴] جعفر آن که صادق بود | بهر کاظم که نور مطلق بود
به رضا آفتاب صبح امید | بهر معروف و هم سری و جنید
بحق شبلی آنکه فیض عمیم | یافت عبدالعزیز ازو به تمیم
بحق شیخ دین که واحد[۵] بود | شیخ ابوالفرح شد ازو مسعود
هم بآن شیخ عبدالرحمانش | که حسن یافت نور عرفانش
بحق[۶] شیخ دین مبارک دم[۷] | بوسعید آنکه زد به نور قدم[۸]
بهره اندوز غوث الاعظم شد | تا که او فیض بخش عالم شد

---

۱ نج = از محبّان و دوستان توام ۲ نج و بد و د = حسنین
۳ نه = ظاهر ۴ نج = پُر ضیا ۵ د = واحد
۶ نج = هم
۸ نه = زد به نور قدم ، نج = بود نور قدم

کیست ز اهلِ وفا بدین قوی　　هر که ورزید سنت نبوی
روز و شب اشتغال سنت کرد　　ترک بغض و نفاق و بدعت کرد
دوستانِ رسول دوست گذاشت　　مهر ایشان ز مهر او انگاشت
از کمال متابعت بسنن　　هم بقول و بفعل هم بسخن
گردد[1] او را لباس هستی طی　　سر برآرد رسول حق در وی[2]
گردش پیش هادیان سبل　　حاصلش رتبهٔ فنا فی الرسل
چون نشانی نماند از بودش　　ره[3] نماید مقام محمودش
از تجلی ذات و نور صفات　　رفع گردد از و همه نسبات
پس فنا فی اللهش نماید روی　　بنگرد نور ذات از همه سوی[4]
میزند اَینما تولّوا سر　　ثمّ وجه الله آیدش منظر
گردد از عین حق بحق بینا　　بنگرد نور حق ز هر اشیا
فانی از خویش و باقی از ذاتش　　دیدنِ غیر از محالاتش[5]
این بود شیوهٔ وفاداری　　غیر ازین موجب تبه کاری
یا امام الهدی نبود هدا　　ظلمت و بدعت از جهان بزدا
شد ظهور تو عین مطلع نور　　وقت شد که زنی لوای ظهور
ای گلِ باغ خواجه یاسین　　آل طٰه تراست نقش نگین
چشم لطفی بحالِ زارم کن　　نظری از کرم بکارم کن
در گنه گرچه پای تا فرقم　　دست بکشا بکش ازین غرقم

---

۱ ص د = گرد او را　۲ ص ب ص ج = از وی　۳ ص ه = رو
۴ ص ج = ذات حق با اوی　۵ ص ج ص د = کمالاتش

الف او را- نور آگاهی[1]
گوهر مخزن الا اللهی

یای او یاد کرده مولا را
نای او آیت تولّا را

مغز عارفان هست الست
طالبان از لقای او سرمست

هر که آن چشم می پرستش دید
سرخوش از بادهٔ الستش[2] دید

طالبی را که او نظر می کرد
در زمان مستیش اثر می کرد

بود شاهی قلندر آیینی
الله الله کوه تمکینی

خانه بر دوش تیز هوشی بود
مست توحید باده نوشی بود

چون نشستی بروی سجاده
از نقوشش[3] دو کون آزاده

هر که آن فر هستیش[4] دیدی
از شکوهش ز هوش برمیدی

ظاهرش صاف همچو آب زلال
باطن از نور عشق مالا مال

ظاهرش مطلع شریعت بود
باطنش محرم[5] حقیقت بود

در همه عمر کس نه دید او را
بر زمین داده پشت و پهلو را

شب همه شب چراغ می افروخت
بلکه هم چون چراغ خود می سوخت

مژه برهم نمیزدی گاهی
مگر از محویت بسا گاهی

بود نور بسیط جلوه گرش
محو بر روی[6] بصیرت بصرش

به بصیرت بسیط را می دید
بمحیطی محیط را می دید

از ازل داشت دولت ابدی
یافت از دوستان حق مددی[7]

می عرفان و بادهٔ توحید
از کف شیخ دین غنی نوشید

---

۱ – [illegible] = الف او به نور آگاهی ۲ – [illegible] = الفتش
۳ – [illegible] = نقود ۴ – [illegible] فر هیتش. [illegible] = فر و هیتش، [illegible] =
فر و هیاتش ۵ – [illegible] مطلع ۶ – [illegible] = در وی، [illegible] = خود در وی بصیرت
بصرش ۷ – [illegible] = همدمی.

شاه جیلان که پیر پیران بود — میر میران شه فقیران بود[1]

غوث آفاق قطب دارین است — مهر برج سپهر سبطین است

یارب از بهر نور عرفانش — کن جدا خاص در[2] غلامانش

بحق آن شهاب ملت و دین — آن که شد سهروردیش آئین

به بهاءالحق آنکه ملتان را — ساخته همچو باغ رضوان را

بحق شیخ صدر الدین بوالفضل — آن که شد رکن الدین از[3] ذوالفضل

هم بآن کان فضل و گنج علوم — بشیخ سید جلال الدین مخدوم

بهر راجو قتال سید خان — بقوام الحسن[4] شه عرفان

بهر سید علی[5] که نور هدا است — بمبارک که شیخ اهل صفا است

بر آبنخش آن که نور شهود — زو شده عارفان همه مشهود[6]

بهر باقی و حاجی رومی — صوفی عبدالرزاق مخدومی

بهر پیری که دستگیر من است — شیخ عبدالغنی که پیر من است

بهر آن مرشد خدا آگاه — آن که شد از ره عنایت شاه

که مرا خاک پای ایشان کن — حشر[7] زیر لوای ایشان کن

شاه عنایت الله رح

نامه از نور عشق دم میزد — مدحت شاه چون رقم میزد

آن که از نام او شد است جلی — حرفهای عنایت ازلی

عینش از عین ذات داده خبر — نونش از نور عشق برزده سر

---

۱ ص ب = بهره ور شد به هر که چشم گشود ۲ ص ب = از
۳ ص د ص ب = بوالفضل ۴ ص ب = سید حسن ۵ ص د ص ب =
زو شد از تاج عارفین مشهود ؛ ص د = زو شد از تاج عارفین به شهود

وارهانم ز نفس امّاره — کز زده سر چو گرگ خونخواره

در رهِ خویش مستقیمم دار — سوی خود با دل سلیمم دار

برگ کاهی ز بوستان توام — از محبّان دوستان توام

شادم از گفتگوی درویشان — حشر من کن بزمرهٔ ایشان

ابتدای ریشی نامه عنبر شمامه در شرح حالات ریشیان 1

my pen I do scent / it to

1 خامه را عنبرین شمامه کنم — ریشیان را طراز نامه کنم

2 ریشیان نور مطلق اندهمه — خاصهٔ حضرت حق اندهمه

3 نام شان شهره در جهانگیری — هر طرف ریشیان کشمیری

4 همه شاهان ملک تجریدند — همه مستان جام توحیدند [١]

5 کشتن نفس از ارادتِ شان — زهر دادن بخصم عادت شان

6 در بنِ غارها بتاریکی — کرده با نور ذات نزدیکی

7 گوشه گیری ز خلق وتنهای — کار ایشان به وحدت آسائی

8 همه از خانمان نفور شدند — همه از خورد و خواب دور شدند [٢]

9 خورد ایشان گیاه تلخ یلاق [٣] — خواب شان در شهود استغراق

10 بلکه خاکستری ز اسفیدار — هم چو شیرها کشید در افطار [٤]

Reshis are
They Tamth
All the name
All through the
and fame
with glorious
Poison Their
In wilds
They cleave

---

١ ح ج = همه شاهان عالم تجرید — همه مستان بادهٔ توحید

٢ ح ا ح ب ح د = ردیف = شده ٣ ح ج = مذاق

٤ ح ب = بلکه خاکستری به زهر نظیر — وقت افطار در کشند چو شیر

بصر آنجا مثال عینک بود — رائی مری آن زمان یک بود[۱]

بود مستسقی و ز تشنه لبی — زد بدہلی لوای شوق طلبی

آن زمان ہر کہ از وفا کیشان — بود صحبت گذاشت با ایشان

از کمل پوش صد کمال گرفت — رہ بخلوت گہ وصال گرفت

از فیوضات شاہ فیض اللہ — بر موزات عشق شد آگاہ

از در قطب حق میان صدیق[۲] — کرد منزل بذروهٔ تحقیق

الغرض آن زمان ز اہل شہود — ہر کہ برتر[۳] بجاه شیخی بود

و آن کہ از اہل تیز بینان بود — یعنی از قبیل خاک نشینان بود

پیش ہر کس شدی بدریوزه — میکشیدی ز لال ہر کوزه

تا کہ از ہمت وفا کیشان — منسلک شد بزمرهٔ ایشان

ای دریغا کہ آن خجستہ[۴] مآل — سوی باغ نعیم زد پر و بال

داغ بر سینہ ہا نہاده گذشت — اشک از دیدہ ہا کشاده گذشت

طالبان را ز غم پریشان کرد — چون شب تیره روز ایشان کرد

وای بر رمہ ای کہ در صحرا — آفت گرگ باشدش ز قضا

دور گرد دشبان و بیند دیار — وای بر رمهٔ ہزار ہزار

اے خدا حفظ تو شبانم بس — لطف عام تو پاسبانم بس

از پس و پیش گرگہا زده صف — من فرو برده سر بگاه و علف

گر نہ لطف تو دستگیر شود — ناتوانی بخصم گیر شود

---

۱ ط = رائی و مری و آن زمان یک بود ۲ ط ح = از در فطرت میان صدیق۔ ط ہ = از در فطنت میان صدیق ۳ ط ح = در ۴ ط ح = فرشتہ خصال ۵ ط ب = ردیف "باد" ہے۔

Legend of Rishis bend light illumined They are special & fame in whole world The name of Rishis doth fill the sound self They kill bodies all will in darkness to the illumined being

12 چون سلر را فتاد بند عیال — شد پی قوت شان برنج و ملال[1]

13 آدمی چون عیال مند شود — به غم و رنج پای بند شود[2]

14 خسرش از قوم[3] پاسبانان بود — سرور سرخیل[4] پهلوانان بود

15 او هم از راه ناتوانی ها — گشت مشغول پاسبانی را

16 پاسبانی بخانه های کسان — کرد بر پاس قوت هم نقصان

17 شب همه شب بهر طرف گشتی — پر کاهی نه زو تلف گشتی

18 هر کجا رهزنی عیاری بود — از نهیبش بکنج غاری بود

19 پسرانش چو هفت[5] ساله شدند — از سر تازگی چو لاله شدند

20 ظاهراً گرچه پاسبان بودند — دزد و افشار در نهان بودند

21 در شب تار آن سیه پوشان — نقب ها میزدند چون موشان

22 خانه ای را که رخنه می کردند — مکننش را تمام می بردند

23 ساختندی[6] چو خاک ره پامال — صاحب خانه را به بردن مال

24 از زبردستی و عیار وشی — هر دو را سر به ناز و دل بخوشی

25 پدر از حال شان چو شد آگاه — گفت دردا افتاده ام در چاه

26 نامهٔ عمر من ز هم بگسست — منهدم گشت نامم از فهرست

27 داشت امیدم آن که فرزندان — هر یکی گردد از خردمندان

28 یعنی اندر رضای حق کوشند — کسوت عفت و صفا پوشند

29 این ندانسته ام که آخر کار — هر دو رهزن شوند دزد عیار

30 ای خدا رحمتی به حالم کن — از کرم رفع این ملالم کن

دُرد - تلچھٹ
دُرد آشام - تلچھٹ پینے والا

---

۱ ط ۱ دیب د د ده = رنج و بال ۲ ط ۲ خیبل
۳ ح ج د ده ده = سرور سرخیل پاسبانان بود ۴ ط ۱ ح ۲ ده = بست ساله. ده = هشت ساله ۵ ده = ساختندش.

11 این چنین کار کار ایشان است	کار درویشان نیک کیشان است
12 کس باین کار و این عمل نه رسید	کس باین قرب و این محل نرسید[1]
13 پای تا فرق عین نور همه	عین جمعیت و حضور همه

2 زاد و بوم و حسب و نسب حضرت شیخ العالم رح

قریه = گاون

1 بود خوش سیرتی بفر و شکوه	متوطن بقریهٔ کیموه
2 شهره در هوش تیز رائی بود	مشتهر از سلرگنائی[2] بود
3 اصلش از راجهای کوهستان	لیک از تعدی زبردستان
4 چون که آبای او فرار شدند	از وطن دور و ز دیار شدند
5 او در آن قریه شد به آزادی	متوطن بخانه دامادی
6 یافت هم خوابه ای چو ماهِ تمام	صدر[2] خیلِ زنان صدرش نام
7 بود بر ذات او بوجه اتم	خوب روئی و پارسائی هم
8 داد ایزد او دو فرزندش	هر یکی دل پذیر[3] و دلبندش
9 آن یکی را بشمس مسمّی کرد	بوی از شش جهت تولّی کرد
10 وان دگر را که گشت رومی خواند	آیت فانظرو بروی می خواند
11 هر دو را هم چو جان بپروردی	غم ایشان بجان و دل خوردی

ـه ۱ ح ۱ کس به این کار و این عمل نه رسید - لاجرم کس بدین محل نه رسید

ـه ۲ ح ۱ ح ۲ و د ه = در ح ۳ ح ۴ ح ۱ و د ه = صدورش نام

ـه ۳ ح ۱ ح ۲ = دل فریب.

چون بسلر راز عالم بالا — مرحمت گشت آن دُرِّ یکتا

دید چون مهر و مهر غلامش را — خنده ریشی نهاد نامش را

خنده نیکوست در همه گیتی — بزبان خوشش سمس کریتی[۱]

چون تولد شد آن خجسته نهاد — بود یک کم ز هفصد و هشتاد

آن زمان که ظهور او گردید — خانهٔ روشن ز نور او گردید

سه شبانروز قطره ای از شیر — ﻧﭽشید از کمال نور ضمیر[۲]

پدر و مادرش ز غم نالان — و ز ابیت وی از نکوحالان[۳] (؟)

آمدن حضرت للّه عارفه نزد حضرت شیخ العالم[۴]

بعد سه روز مست جام شهود — للّه دیوانه سوی او فرمود

ز آمدن چون نه شرمساری تو — از چشیدن چه شرمداری تو

یعنی ای شاهباز لاهوتی — آدمی چون بدام ناسوتی

نوش کن شیر بندگی اکنون — جنبه زکثرت[۵] علومهای شیون

خنده ای زد ز تیز هوشی‌ها[۶] — گشت مشغول شیر نوشی‌ها

بعد ازان گاه گاه بر بویش — للّه دیوانه آمدی سویش

بوی حق زان گل چمن می یافت — چون محمد که از عدن می یافت

بر همان بوی سوی او می رفت — مست و سرخوش ز بوی او می رفت

تا کر[۶] آن آفتاب تابنده — شد چو سرو سهی خرامنده

---

۱ یعنی سنسکرت ۲ در ح و ذ ده = سواد ۳ در ح = بود حال وی از نکوحالان ۴ در ح = کسر. ده کسرت ۵ ده: بوسی ها ۶ در ده ح: تا چو

31 پای تا فرق غرق تشویرم — سر به خجلت نهاده می‌میرم
32 چون که در محشرم در انگیزند — آب خجلت به فرق من ریزند[۱]
33 بحر علمت کرده غموں من است — آگر از مقصد درون من است
34 بسر کوی مقصدم برسان — از چنین ننگ و خجلتم برهان
35 آن چنان کن که زندهٔ جاوید — گردم ای آفتاب صبح امید
36 این همی گفت و زار می نالید — هم چو ابر بهار می نالید
37 تا که تیر دعای او بهدف — آمد و تافت[۲] مهر برج شرف
38 صدف پر صفای خاتونش — گشت حامل بدر مکنونش
39 بعد نه ماه اختری سرزد — که علم بر سپهر اخضر زد[۳]

3 ولادت شیخ نورالدین نورانی رح

1 مطرب از عاشقی نوائی زن — ساز عشرت نواز و نائی زن[۴]
2 زان که سرخیل عاشقان[۵] سرزد — آفتاب هدا علم برزد
3 زمرهٔ[۶] قدسیان قدس نهاد — کرده بر خاکیان مبارکباد
4 تو هم[۷] از راه شادمانی ها — بگشا لب بدر فشانی ها
5 نیست جز عشق در[۸] ترانهٔ تو — مستم از حرف عاشقانهٔ تو
6 تر زبانی کن از ترانهٔ عشق — که خوش است از همه فسانهٔ[۹] عشق

۱ه ح ب = می ریزند ۲ه ح ج = یافت ۳ه ح ج =
که علم بر سپهر اختر زد - ح ج = که علم بر سپهر و اختر زد
۴ه ح ج = ساز عشرت نهاده نائی زن ۵ه ح ب = ریشیان
۶ه ح د = زهره ۷ه ح ب = خواهم ۸ه ح د = وز ۹ه ح ج = فسانهٔ

28 خلق در شهرها بهر قسمی[1] | خلق کرده بصورت و اسمی[2]

29 همه را رزق می رساند او | قسمت رزق نیک داند او

30 کی فراموش[3] می کند ما را | خود صفا نوش می کند ما را

31 چشم دارم ز پای تا فرقم | کند از نور[4] معرفت غرقم

32 مادر مهربان مباش غمین | از پی قوت من بدین آیین

33 بخدای خودم سپار کنون | تا چه آید به حجبین[5] ز پرده برون

34 مادر از هر نمط سخن گفتی | در جوابش هزار در سفتی

5 کشیدن برادران حضرت شیخ را بجهت دزدی

1 تا شبی که آسمان سیه پوشید | از ستاره[6] به تن زره پوشید

2 بهر تاراج خوابناکان تیز | بود با صد هزار خشم و ستیز

3 غارت نقد عمرشان می کرد | هر کسی بی خبر ازین آورد[7]

4 آن شش و گنده و کمر بستند | بهر دزدی سلاح[8] بر بستند

5 به برادر شدند سخت ادا[9] | که امشب[10] همرهی بکن با ما

6 او نمی رفت جنگ در پیوست | کار با چوب و سنگ در پیوست

7 آخر الامر همرهش بردند | تا که در خانه ای پی افشردند

8 نقب دادند اندرون رفتند | همچو خونریز مست خون رفتند (؟)

9 ببرادر شدند سخت سخن[11] | کر برو رو بسوی بالا کن

---

[1] ه ا = خلق روی زمین هر قسمی [2] ه = جلوه کرده به صورت و اسمی
[3] ه = خاموش [4] ه = سازد از نور [5] ه و ه = بدرون [6] ه = از سیاره [7] ه و ه = نا ورد [8] ه = سراج [9] ه و ه = آذا [10] ه = کامشب [11] ه و ه = سوی ریشی اشاره شد به سخن.

10 پدر از این جهان سفر کردش — مادر از جان و دل بپروردش

11 چون جوان شد بدر یکتائی — منعقد یافتندش از جائی[1]

12 یافت هم خوابه ای سراپا نور — چشم بد دور غیرت[2] حدحور[3]

13 در همین یک دو سال پی در پی — شد تولد در گوهرش از وی

14 پسری هم چو مهر رخشنده — دختری هم چو ماه تابنده

15 وسوسه شد برادرانش را — چون بدیدند خانمانش را

16 سوی دزدی شدند راهبرش — آن نه نیکو نمود در نظرش

17 داد هر کس هوای آن کارش — بود زان کار زشت انکارش[3]

18 مادر از راه مهربانی[4] ها — داد پندش بخوش زبانی ها

19 که ای پسر چون عیال مند شدی — بکمند عیال بند شدی

20 عرضه ای کرد بایدت ناچار — تا که آسان شود ترا این کار[5]

21 گفت با هیچ چیز کارم نیست — دزدی و رهزنی شعارم نیست

22 بر من این کار سخت دشوار است — که خدا و رسول بیزار است

23 گفت آخر چه می کنی یاری — بکن از بهر قوت خود کاری

24 گفت قوتم خدای خواهد داد — هم شبو تم خدای خواهد داد

25 آن خدائی که آسمان ها کرد — عرش و کرسی و انس و جان ها کرد

26 هم زمین را بر آب گسترده — کوه بر گرد او بر آورده

27 بحرها نهرها[5] هویدا کرد — شهرها گونه گونه پیدا کرد

---

۱ ح د = غارت ۲ ح ج چشم بد دور عالمش پر نور

۳ ح ب = نیک ز انکار بود انکارش ۴ ح ب = بار

۵ ح د ح ه = سخن

29 گاو و آن درج از ده ارشاد — به تملق به دست ریشی داد

30 که برو جان من به خانه ببر — ما کنون می رویم جای دگر

31 ریشی آن جا به گاو در پیوست — به کمربند خود گلویش بست

32 ده[1] و را پیش پیش داد و برفت — درج را در بغل نهاد و برفت

33 می نوردید راه با تگ و دو[2] — سگی از دور نعره زد وو وو[3]

34 ریشی از نعره اش بجای بماند — اشک از چشم خون فشان افشاند

35 که همی گویدم بکار بکار — وای بر حال من[4] هزار هزار

36 هر چه کارم بگندم و از جو — بدروم هم چنان بوقت درو

37 صندوق درج را از بغل برون آورد — زیورش را بچیند و چون آورد

38 چیزی آن گاو را بگوش نهاد — و ز گلوبند در گلوش نهاد

39 گفت گر زحمتی رسید ترا — بحق آن که آفرید ترا

40 کز سرای که آمدی بیرون — به همان جایگه برو اکنون

41 گاو از بهر او به خانه رسید — با همه مال بی کرانه رسید

42 ریشی از درد زار می نالید — به خداوندگار می نالید

43 ناگهان پشته ای ز خار بدید — با تن عور بر سرش غلطید

44 خون روان شد ز هر بن مویش — گشت افگار مرد دل جویش

45 با چنین حال راه خانه گرفت — رفع آن کار را بهانه گرفت

46 مادر مهربان چو حالش دید[5] — زخم ها بر تنش چو نالشش[6] دید

---

۱ - ه ب: ده. ب ج = راه او ۲ - ه ا: تا که می رفت با همه تگ و دو
۳ - ه ج: عوعو ۴ - ه ب: جان من. ۵ - ه ا: نزارش
ه ب: نالشش ه ج: فگارش

10 آنچه یابی گران تر از کالا — سوی ما افگن از ره بالا

11 رفت بالا و مال بسیاری — دید از هر کناره انباری

12 بورغ بند و قماشش بدرهٔ زر — درج ها پُر ز گوهر و زیور[1]

13 گفت یارب چگونه مال کسان — بسپارم بدین گروه خسان

14 صاحب مال خفته بر بستر — من چه گویم جواب در محشر

15 ناگهان دید آسیا سنگی — داد در دست شان به یکرنگی

16 که بگیرید این گران مایه — که بما کار و هم به همسایه

17 خشم کردند به سرش هر دو — که کجا رفت عقل و دانش تو

18 گفت گفتید که گران چیزی — برکش از راه عقل و تمیزی

19 این گران بود داده ام به شما — چیست این غصه بر من از سودا[2]

20 باز گفتند رهبران انبار — هر چه یابی سبک بیا و بیار[3]

21 چون درون شده به خوش حالی — چهچه ای (؟) را گرفت غربالی

22 داد حالی که این تنک[4] گیرید — چیزهای سبک سبک گیرید

23 که مبادا ازین بگیرد بدار — صاحب خانه می شود بیدار

24 هر دو در اخنده آمد از کارش — حمل شد بر جنون اطوارش[5]

25 دست خالی ازان سرا رفتند — بدگر خانه چون بلا رفتند

26 گند رو در درون خانه خزید — درج جنگی پُر ز زیورات کشید

27 گرد هر سو چو جستجو دیگر — ماده گاوی کشید خوش منظر

28 بر تکاپوی خویش شادان شد — کاندران فن زاو ستادان شد

---

۱ ح ج = گوهر و عنبر ۲ ح ج = بسیار مبیار ۳ ح ج = سبک
۴ ح ج = حمل شد از جنون و اطوارش.

تا به یک قریه روی به نهادند — هر طرف در تجسس افتادند[1]

خانه‌ای دیده‌اند چار طبق — سو به سو حجره جا به جاش رُوَق[2]

شد گمان هر دو را ز طبع خسیس — که اندر این خانه مال‌های نفیس

بلکه زرهای بی کرانه بود — دولت و مکنت شهانه بود

ریشی از راه روزنی در حال — درفکندند بهر جستن مال

او بهر حجره و رواقی شد — از اطاقی به یک اطاقی شد[3]

سوزنی را نیافت در جائی — در طلب گرچه زد کف و پائی

دید در حجره‌ای به یک سوئی — دو سه اطفال با زن و شوئی

تن برهنه به بستری ز حصیر — شکم و ران به هم نموده خمیر

زن بشو گفت که ای یگانهٔ ما — دزد کی آمده چه خانهٔ ما[4]

گفت رو روچه می برد از ما — حسرتی خورده بگذرد از ما

ریشی از حال شان عجب درماند — بر سر شان گلیم خود افشاند

تن برهنه ز غرفه بیرون جست — غمزده با برادران پیوست[5]

هر دو گفتند که این چه احوال است — ای برادر کسی به دنبال است[6]

گفت چیزی نیافتم آن جا — گرچه هر سو شتافتم آن جا

صاحب خانه ناگهان برجست — داد تا گیردم به دامان دست

من فکندم گلیم و برجستم — شکر لله نکرد پا بستم

زود راه گریز برگیرید — ورنه ز آشوب ترک سر گیرید

---

[1] ح ا: تا به یک قریه ساختند محل — سوی بالا که نام آن کندل

[2] ح ب: سو به سو حجره‌ها به چار روق

[3] ح ب: از وثاقی به یک وثاقی شد [4] ح ا، ح ب: هست دزدی درون خانهٔ ما [5] ح ا، ح ب: بنشست [6] ح ا، ح ب: آسیب

47 گفت ای جان من چه درد است این — ای سرت گردم اینکه گوشت این

48 گفت شب از جفای شب گردی — یافت هر موی من ز غم دردی

49 همچو دزدان گرفت دزد راهم — برد چیزی که بود همراهم

50 هیچ غم نیست گرچه افگارم — غم ز قهر برادران دارم

51 مادر مهربان دلشی می داد — که مخور غم هر آنچه باد آباد

52 دل طپان بود و جان هراسانش — تا رسیدند هر دو اخوانش

53 آنکه از سرگذشت او چو شدند — مهر برلب زدند و دم نزدند

کشیدن برادران بار دیگر حضرت شیخ را بجهت دزدی

بعد چندین شبی که چرخ کبود — چهره چون روی زنگیان بنمود

آن دو طرّار را در آن شب تار — عزم غارت گری شده یکبار

تنگ بگرفته اند ایشی را — که امشب انداز زهد کیشی را

گربه هرچند روی می شوید — گاه دیگاه دوستی می جوید

چند چون گربه روی شوئی ها — شیری‌ئی کن به موش جوئی ها

خیز و امشب رفیق شو با ما — به شکاری شفیق شو با ما

گرچه او زین سخن پریشان بود — لیک مجبور دست ایشان بود

چار و ناچار همچو مهر آن ماه — با کسوف و خسوف شد همراه

کوه و صحرا ز پرتو رویش — گشت روشن از آن تگ و پویش

---

۱ ه‍ دره = بر ۲ ه‍ د خ ه‍ = مهر بر لب زدند و لب بستند
ه‍ ه‍ = مهر بر لب زدند و دم بستند ۳ خ ه‍ ه‍ = رنگ شان نمود
۴ ه‍ ب = ردیف "شد"

به که کاری به حال خویش کند — فکر کار عیال خویش کند[۱]
بعد از اینش بگو دعا از ما — ما از او دور او جدا از ما
مادر مهربان ازین اندوه — گشته خاطر حزین غصه پژوه
مژه از اشک لاله گون تر کرد — رو بفرزند نیک اختر کرد
کای ز روی تو صد سرور مرا — وز جمالت به دیده نور مرا
چند باشد بسینه داغ توام — نرسد نکهتی ز باغ توام؟
اینک از شکوه های اخوانت — خونم از کارهای نادانت
هر دو از کار تو نفور شدند — بلکه از دیدن تو دور شدند
گفت من هم بدین رضا هستم — لله الحمد کز خطا رستم
چند روزی اگر حیات مراست — بندگی موجب نجات مراست
گر شود ذات حق رضامندم — چه غم از زید و عمر نه پسندم
گفت بگذار این چه گفتار است — بر تو بار عیال بسیار است
مرد را چون فتاد بار عیال — کی شود کی ز غصه فارغ بال
کی تواند به این و آن پرداخت — فکر قوت عیال باید ساخت
زان که این هم ز عبادات است — به شدن رفتن از سعادات است
گفت مال کسان به عیاری — بردن و خوردن از جفاکاری
در ته خاک مظلمه بردن — بهتر آمد بفاقگی مردن

---

۱ در نسخه ب و د : به که کاری به حال خود بکند — فکر قوت عیال خود بکند
نسخه ج : به که کاری به حال بکند — فکر قوت عیال خود بکند
۲ نسخه ب : خوانم ، نسخه ج : پر غم ۳ نسخه ج : ردیف شده
۴ نسخه ج و د : برین ۵ نسخه ب و ج : عمرو زید ۶ نسخه ج : بود

متردد ازین فسانه شدند | دست خالی به سوی خانه شدند

شکایات برادران حضرت شیخ در پیش والده

صبح دم چون فلک مصفّا شد | تیرگی رفت و نور پیدا شد
دو برادر ز غصه های شبین | پیش مادر شدند بر زده چین
از برادر شکایتش کردند | و ز سفاهت شکایتش کردند
که به جان آمدیم ما اکنون | باز تا کی کشیم ازین مجنون
از جنون نیست عقل و فرهنگش[1] | شد گران ما به آسیا سنگش
دست چون زد به خوش ترین[2] مالی | چیچه ای را گرفت و غربالی[3]
درجی از گوهر و زرش دادیم | بلکه برجی ز اخترش دادیم
گاوی از مرغزار خلد برین | فربه و بارکش چو گاو زمین
نه نشانی ز دُرج ظاهر شد | نه صدائی ز گاو صادر شد
می ندانیم این چه مجنون است | کار و بارش ز فهم بیرون است
شب به مکر و فن و دل آسائی | همرهش برده ایم در جائی
در سرایی که مال های نفیس | بود در شد درو به صد تلبیس
پرّ کاهی گرفتنی نشدش | بلکه از دست شد گلیم خودش
این چنین نابکار مجنون را | گو چه سازیم بخت وارون را

---

۱ — حب، حه = عقل فرهنگش   ۲ — حه = کمترین
۳ — حه = چیچی را نمود غربالی
حب = چچه را بداد و غربالی
حه = چچه را بدید غربالی

چشم دارم که بهره ور گردد — از نگاه تو پر هنر گردد

گفت استاد پیشه بافنده — کای به لطف خدا شتابنده[1]

هیچ ازین در مدار اندیشه — تا بما هی کنم هنر پیشه

هر کمالی که از[2] هنر دارم — باوی از راه لطف بسپارم

مادر او را سلام کرد و گذشت — درّ یکتا به او سپرد و گذشت[3]

شیخ چون رو به اوستاد آورد — گوهر درج[4] را گشاد آورد

دید پیری ز ملک معنی دور — نی حضوری به او[5] نه نور حضور

عمر در غفلت و نگون ساری — بسر آورده در تنبه کاری[6]

گفت ای اوستاد دانشمند — دارم از خدمتت سوالی چند

گر اجازت دهی همی پرسم — زان که شاگرد خاص این درسم

گفت ای نوجوان لطف سخن — آنچه پرسیدنی است پرس ز من

گفت پاهای خود به روی زمین — گاه بالا کنی و گه پائین[7]

از چه این تارها نگون سازند — همه آویخته بسر دارند[8]

چیست در دست تو نمی دم دار — سو به سو لحظ لحظ در رفتار

باز لوحی که در میان داری — دم بدم سوی خود همی آری

شرح این ماجرا تمام بگوی — ای به شاگردیت دلم راوی

۱ه ح ب: شناسنده ۲ه ح ب: در ۳ه ح ا: ردیف: گذاشت

۴ه ح ا ح ب: گوهرین درج ۵ه ح ا ح ب: در او

۶ه ح ا ح ب ح ج ح د: عمر در غفلت و تنبه کاری بسر آورده در نگون ساری

۷ه ح ب ح ج ح د: گهی پائین ۸ه ح د: به بر دارند - ح ج: ز سر دارند

گفت ازین پیشه گر نفوری تو / که از اکل حرام دوری تو
پیشه‌ای کن که آن حلال بود [1] / صاف و پاکیزه چون زلال بود
در ده ما ز قرن های پسین / هست بافنده‌ای نکوآیین
قوتش از دست رنج خویشتن است / دست داده به گنج خویشتن است
خوش لقائی و صاحب خلقی / از هنر مخزنی است در دلقی
گر روی سوی او بدل سوزی / تو که [2] کسب و هنر بیاموزی
یابد آسودگی عیال ترا / از چنین پیشهٔ حلال ترا
گفت ای مادر از نکورائی / بر من زار آن چه فرمائی
بسر و دیده آن بجا آرم / کز [3] رضایت رضای حق دارم

رفتن حضرت شیخ پیش بافنده بجهت کسب هنر

روز دیگر که خسرو خاور / زد علم بر سپهر نیلوفر
مادر مهربان عصا بگرفت / با خود آن دُرّ [4] بی بها بگرفت
برد او را بخانهٔ نساج / کرد ازوی [5] نخست استخراج
گفت ای اوستاد دیرینه / یادگاری ز خلق پیشینه
آن قناعت که نام او گنج است / در کف دست تو گهر سنج است
تا معلم شدی به نساجی / خلق را بر در تو محتاجی
قرة العین من ز فرط کمال / می کند جستجوی کسب حلال

---

١ مه = پیشهٔ تو که آن حلال بود   ٢ مح = تو
٣ مخ مه = که رضایت   ٤ مه = آن در پی بها
٥ مب = کرد بروی - مل = کرد او را

یعنی این نفس گشت زار مرا
درکشید این شکم به دار مرا

شکمت طبله‌ای ز سرگین پر
چند انفاس های پاک چو در

ضائع از بهر این شکم سازی
این چنین گنج را عدم سازی

عمر هفتاد ساله گم کردی
ریش خود را چو گاو دم کردی

کسب و کارت تمام بی‌مزدی
هنرت عیب پیشه‌ات دزدی

شکمت پر ز تار و پود کسان
جز زیان نیست از تو سود کسان

پیر هر نکته را با قراری
متحیر چو نقش دیواری

گفت آری تمام عمر عزیز
رفت در غفلت و بعصیان نیز

لیک تاری ز تار و پود کسی
نگرفتم نخورده ام نفسی

حق تعالی برین گواه من است
که آله تو و اله من است

گفت اینک شود یاردغی
همه ظاهر چو آب از دوغی

آشکارا شود نهان ترا
کسب هفتاد ساله آن ترا

در ظهور آورد حق بی چون
سرّی از رازهای حشر کنون

حالی آن پیر مکرمت ملزوم
یک دو آروغ زد چو باد سموم

یک دو من تار و پود از دهنش
گشت بالای خاک جلوه زنش

سرخ و زرد و سفید سبز و سیاه
گشت آگنده خرمنی ناگاه

گفت بافنده این چه تار است این
ای چه اسرار کردگار است این

از کجا بود این نهان در من
شد یقین این همه گمان در من

گفت آن تارها که از دندان
می بریدی چو ناخردمندان

ش ه ه ده = ریش را هم چو گاو دم کردی

گفت پاها به گردش نعلین / پست و بالا همی کنم ما بین

تا که این رشته نگسلد از هم / می شود تارها بدو محکم

و آن چه گفتی که رشته های دراز / چیست آویخته نشیب و فراز

بهر آن تا که رشته ها یک سر / جمع باشند نزدیک دیگر

چون که باشند رشته ها چسپان / می شود کار بافتن آسان

نی ماکو که بس روان است این / پود بگرفته[1] در دهان است این

تار را پود می رساند او / گاه این سو دوان و گه آن سو

نوح را سوی خود که تافته ام / تا شود غفص و سفت بافته ام

گفت نی نی درو اشارت هاست / معنی خوش درین عبارت هاست[2]

پا که بالا کنی ز روی زمین / او اشارت کند به این آیین

کاول ما ز خاک شد موجود / آخر ما بخاک خواهد بود

و آن که این رشته هاست آویزان / سر نگون هم چو مانم انگیزان

گوید از مشرع دو کان داری[3] / نیست حاصل به جز نگون ساری

نی ماکوی تو به نوک زبان / گفت دارد دو در سرای جهان

زان یکی در در آن نگاهی کن / وز دگر در برآ د آهی کن

رشتهٔ رزق آدمی مادام / هست باقی زند به هر سو گام

چون که آن رشته مختصر گردد / زان تکاپوی بی خبر گردد

معنی دکدک تو در هر دم / که اشارت کند[4] به سوی شکم

---

۱ ن ط پوکر بگرفته ۲ ن ب : بشارت

۳ ن ا : گوید از شرع این دو کان داری

۴ ن ا ن ب ن ط : کنی

آمدن حضرت شیخ العالم پیش والده

پرسیدن او از آموختن علم و هنر و جواب دادن حضرت شیخ

شیخ چون رو به خانه باز آورد — رو به درگاه بی نیاز آورد
مادرش گفت ای یگانهٔ من — نور چشم و چراغ خانهٔ من
هیچ آموختی ز کسب و هنر — که دلم بود سوی تو یک سر
گفت ای مادر از جهان هنری — نیست حاصل بغیر دردسری
گزلکی[1] چند سرنگون آن جا — دیدم آویخته همه بر پا[2]
با من از راه خیر اندیشی — این اشارت زدند کای ریشی
دور شو از چنین دوکانداری — ورنه چون ما کشی نگون ساری
من اشارات شان سند کردم — بلکه استاد را چو خود کردم
بعد از اینم به کنج تنهائی[3] — بو که یابم ز حق شناسائی
دُرِّ انفاس می شمارم من — هنری غیر از این نه دارم من
کار من تخم مهر کاشتن است[4] — کسب من دل بحق گذاشتن است
کسب و کارم اگر قبول شود — مقصد عالم[5] حصول شود
همه از دور دشت و شهر و دیار[6] — بر سر تربتم کنند گذار
فیض یابند و نور می گیرند — نور فیض حضور می گیرند

---

۱ رق = گزلکی ۲ رد = تختکی یک دو سرنگون آن جا دیدم آویخته برابر پا ۳ را = بنشینم به کنج تنهائی
۴ رج = کار من بهر تخم کاشتن است
۵ را رب = عالمی ۶ را = تا ز راه دراز دشت و دیار

در نگوی تو بس فرو می شد ‌ ‌ در درون تو توبه نو می شد[۱]
سر زد اکنون برون ز انکارت ‌ ‌ تو چو خر بوده ای و این[۲] بارت
در جزا هم چنین بخلق جهان ‌ ‌ آشکارا شود همه پنهان
هر خیالی کشد در آن جا سر ‌ ‌ متلبس شده به شکل دگر
حسن اعمال و کارهای زبون ‌ ‌ متشکل به شکل گوناگون
تا به میزان عدل می سنجند ‌ ‌ نیک شادان و زشت در رنجند[۳]
تو ببین کز کدام فرقه توای ‌ ‌ پای تا سر بجرم غرقه توای
چند انفاس گر ترا باقی است ‌ ‌ سوی حق رفتن عین مشتاقی است
پیر از این نکته های درد آمیز ‌ ‌ از مژه جوی اشک شد خونریز
سر زد و کان و دل ز خانه کشید ‌ ‌ تخته بشکست و تار و پود درید
شد به ایمای مرشد آگاه ‌ ‌ در یکی گوشه خاص حضرت شاه
از ریاضات شاق آتش شوق ‌ ‌ شد[۴] ز اهل صفا و صاحب ذوق
ای خوشا جذبه های شور انگیز ‌ ‌ وی خوشا کارهای درد آمیز
اصل جذبه است لیک تا مقدور ‌ ‌ کار کن کار تا رسی بحضور
چیست نور حضور میدانی ‌ ‌ باقی از حق شدن ز خود فانی

---

۱ نخ نج = در درون تو توبه نو می شد
۲ نب = از این بارت
۳ نب = زشت می رنجند
۴ نق = شد ز اهل صفات صاحب ذوق

رفت سالی دو سه بدین منوال / شیخ نان جوین ز قوت حلال
وقت افطار نوش می فرمود / کارهای سروش می فرمود
ظاهراً کس نه بود راهبرش / می شدی فیض غیب جلوه گرش
گاه گاهی پی خدا دانی / پیش سید حسین سمنانی
رفتی و از فیوض صحبت او / بهره ای یافتی ز حضرت او
لله دیوانه گاه گاه باو / آمد و می نمود راه باو
بند گشتی اگر به اشکالی / حل نمودی به خوش ترین حالی
تا که مهر خدا برو سر زد / نور شمس الضحی علم برزد

مشرف شدن شیخ از زیارت حضرت محمد ﷺ در خواب

شبی از نور صبح رخشان تر / وز سواد بصر درخشان تر
از نسیمش[1] شمیم فیروزی / می رسیدی چو باد نوروزی
مشک بیزان چو زلف مه رویان / عنبرافشان چو یاسمین بویان
هم دد و دام و آدمی زاده / سر به عشرت بخواب خوش داده[2]
نی ز پرندگان صدائی[3] بود / نی نه پرندگان نوائی بود
هم سرمست خواب ناز شده / چشم حس بسته سوی راز شده
شیخ آن شب ز خانه بیرون بود / دل به شغلش ذکر بی چون بود[4]
دید از سوی قبله غلغله ای / صد هزاران ز نور مشعله ای
نور آن مشعله چو سر بر کرد / همه آفاق را منور کرد

---

[1] و، ۵ ـ نشیمن [2] ا، و، ه، ۵ ـ مصرعے تقدیم و تاخیر کے ساتھ درج ہے۔
[3] ر، ا ـ صلائی [4] ه، ح، و، ه، ر، ۵ ـ دل به خلوت گهش به بی چون بود

مادر مهربان چه غم دارم　　که رسول خداست غم خوارم
چشم دارم ز لطف ایزد پاک　　که کشم سر به اوج نُه افلاک
بر مقامات قدسیان تازم　　بلکه آن جا لوا بر افرازم
به مقامی رسم که عالمیان　　حیرت آرند در نهان و عیان
همه از حق[1] شوند فیض پذیر　　همه گردند صاحب اکسیر[2]
از خدا روز و شب همی خواهم　　که کند خاص خاص درگاهم
مادر مهربان ز احوالش　　چون که محرم نه بود ز اقوالش
بیهده همچو بادمی سنجید　　سخنی در دلش نمی گنجید[3]
گفت ای نور دیده ام تا کی　　ای نهال گزیده ام تا کی
نخوری غم ز اهل و اطفالان　　نیست این سنت نکوحالان
از سرقاقگی و تنگ دلی　　که بمیرند شان ز بی خجلی
پس عبادات را[4] چه سود کند　　خنده و قهقهه حسود کند
بحق نیکی نکو کاران　　گر ادا کن حقوق حق داران
مادرش هم چنین بگفتاری　　او همی ریخت[5] گنج اسراری
این ز کسب و هنر سخن پرداز　　او ز اسرار عشق نکته طراز
این ز اسباب و ز سبب می گفت[6]　　او ز الطاف و فضل رب می گفت

---

۱ ر، ب: من　　۲ ر، ه: تنویر
۳ ر، ه: باد دانست و باد می سنجید　سخنی در دلش نمی گنجید
۴ ر، ب: تو　　۵ ر، ج: گفت
۶ ر، ه: این ز اسباب و روز و شب می گفت

جانم از آتش فراقت سوخت | دلم از سوز اشتیاقت سوخت[۱]
این چه الطاف حضرت باریست | این بخوابست یا به بیداریست
شاه لولاک کرد تکریمش | در بر آورد پس به تعظیمش[۲]
در کنارش گرفت از سر شوق | ای خوشا آن حال وی خوشا آن ذوق
گفت از لطف در جواب سلام | که علیک السلام والاکرام
بوسه از لطف[۳] بر جبینش داد | بر دلش دست حق پرست نهاد
دست بر دل نهادنش آن بود | راز مخفی کشادنش آن بود
سرّ اعیان و بلکه اسماهم[۴] | منکشف گشت بر دلش آن دم[۵]
سیر جانش ز ملک تا ملکوت | بل ز لاهوت رفت در هاهوت[۶]
بلکه بیرون شد از همه نسبات[۷] | محو گشته بصرف وحدت ذات
قطره چون شد[۸] بحر گرد ناچیزش | می نماید ز بحر[۹] تمییزش
باز آمد چو زان نشیمن راز | کرده در بر لباس عشق و نیاز
کف دستش حقیقت عالم | نقد قربین[۱۰] را شده همدم[۱۲]
حبذا این چه لطف لم یزلیست | این همه ها ز قسمت ازلیست
از ازل هر که شد سعادتمند | گشت ز الطاف ایزدی خورسند

---

۱ د د = سوخت شد سوخت ز اشتیاقت سوخت
۲ د ا = خاست بر پای بهر تعظیمش ۳ د ا = مهر
۴ د ه = اختفا ۵ د ب = بر دلش گشت منکشف آن دم
۶ د ا د ج د ه = بل ز لاهوت رفت و ز ناسوت
۷ د ا = سیّات ۸ د د = در ۹ د ا = گشت
۱۰ د ه = بهر ۱۱ د ب = فرمان ۱۲ د ا = هر دم

شد ہوا مشک سای عنبر بیز ‌ ‌ ‌ ہم چو دشت ختن عبیر آمیز

فوج ہای ملک بہ حشمت و ناز ‌ ‌ ‌ طرقو گوی چاوشان پرواز

شیخ این را بچشم سر میدید ‌ ‌ ‌ از بصیرت نہ از بصر می دید

چون لطافت ز تن زداید زنگ ‌ ‌ ‌ با بصیرت بصر شود ہم رنگ

گشت زان روشنی و تاب پدید ‌ ‌ ‌ کشتی ہم چو دُرِّ ناب پدید

کشتی از لولوی درخشان بود ‌ ‌ ‌ چترش از لعل ہای رخشان بود

اُستُن او ہمہ ز برجد خام ‌ ‌ ‌ شہریاران[۱] درو نموده مقام

او بہ خشکی روان چو بادِ بہار ‌ ‌ ‌ پیش و پس قدسیان قدس و نثار[۲]

شیخ در فکر شد کہ آیا چیست ‌ ‌ ‌ سرو سرخیل اہل کشتی کیست

گشت[۳] ملہم کہ شاہ ہر دو سراست ‌ ‌ ‌ خاتم الانبیا رسول خداست

آمده با صحابہ ہای کرام ‌ ‌ ‌ با ہمہ قدسیان ذوالاکرام

تا ترا لطف و مکرمت سازند ‌ ‌ ‌ تربیت ہا کنند و [illegible] نوازند

شیخ حالی قدم ز سر کرده ‌ ‌ ‌ مژه از اشک شوق تر کرده

بوسہ بر پای شاہ لولاک ‌ ‌ ‌ داد کای روح من[۴] فداک فداک

یا شفیع الوری سلام علیک[۵] ‌ ‌ ‌ انّ شوقی الیک طال الیک

ای شفا بخش جان بیماران ‌ ‌ ‌ مرہم سینۂ دل افگاران

---

۱ [illegible] = شہریاری

۲ [illegible] : او بہ خشکی روان چو باد مراد ‌ ‌ پیش و پس قدسیان قدم بنہاد
نسخہ [illegible] میں و نثار کی جگہ نزار لکھا ہے۔

۳ [illegible] = گفت ۴ [illegible] = فرح ۵ [illegible] = یا رسول اللہ سلام علیک

گفت عمرم همه به باد گذشت — از رضا دور و ز مراد گذشت

سینه خواهم ز غصه خون سازم — وز مژه لخت دل برون سازم

سنگ بر سر نمی زنم چه کنم — خاک بر سر نمی کنم چه کنم

نقد عمرم همه به خسران رفت — سود نادیده به[1] تاوان رفت

این سخن گفت و سر بصحرا داد — دل به پروردگار یکتا داد

رفت و بالای[2] پشته غاری دید — پیچ در پیچ هم چو ماری دید

بلکه گویند بیش از این گه گاه — بود خودکنده آن نشیمن گاه

افعی و مار کرده خانه درو — کژدم و موش آشیانه درو

بی هروپا درو نمود آهنگ — رفت در غار چون شکر در تنگ[3]

مار و کژدم برون شدند همه — هر به اطراف‌ها زدند همه

بشد از آن روز باز غار نشین — هست توحید شیخ نورالدین

بهر قتل عدو کمر بربست — که میان بر جهاد اکبر بست

نفس را از ستیزه تنگ گرفت — هم چو افعی به زیر سنگ گرفت

روز بردی بسر به صوم دوام — شب به از کار و در رکوع و قیام

بود افطارش از ریاضت شاق — گشتی از کاستی[4] تلخ مذاق

هر دم آئینه را جلامی داد — بر صفا داد کی[5] صفامی داد

١ه ده = سود نادیده آن به تاوان رفت

٢ه دا = شد به بالای

٣ه دا = چون گهر در سنگ

٤ه ده ده = سالسین ٥ه ده دع = را

ترک دنیا کرده نشستن در غار کیموه

صبح دم چون جهان منور شد / نور افشان سپهر اخضر شد
شیخ سرخوش ز جام دوشین بود / مست از باده های نوشین بود
از مژه اشک لاله گون می ریخت / شعله های درون برون می ریخت
که دریغا ازین پشیمانی / عمر کردم تلف به نادانی
سی و دو ساله زندگانی من / آه برباد شد جوانی من
فکر قوت و عیال زد راهم / دور افگند از چنان شاهم
بارگاهی باین معلائی / من شدم هرزه گرد و سودائی[۱]
آه کی بخلق آمیزم / از خدا و رسول بگریزم
این همی گفت و خاک می مالید / از دل دردناک می نالید
قوم خویش و برادران تبار / جمع گشتند بر سرش یکبار
متحیر از او شدند همه / برجنونش رقم زدند همه[۲]
آن سفیهان ز فرط نادانی / آگه از رازهای پنهانی
چون نه بودند لب به طعنه زنی / بکشادند که ای سفیه دنی
این چه دیوانگی و خودرائی است / این چه عقل است این چه دانائی است[۳]
گریهٔ زار می کنی تا کی / سینه افگار می کنی تا کی
خاک بر سر فشاندنت از چیست / اشک از دیده راندنت از چیست

---

۱ ؎ ر ۵ = رسوائی ۲ ؎ ح ۵ = برجنونیش دم زدند همه
ف = برجنونش چو رم زدند همه
۳ ؎ ه ا ح = این نه عقل است و این نه دانائی است

مرغ و ماهی به آشیانهٔ خویش — رو مگردان تو هم ز خانهٔ خویش
گفت ای مادر این غار مراست — بلکه بستان و لاله زار مراست
بهتر از صد هزار منظرهاست — خوب‌تر از همه رواق مراست
گوش گر ناله ای ز موش کنم — ذکر پروردگار گوش کنم
مار و کژدم که هر دو در پیش اند[۱] — هر مرا نیک نیک اندیش اند
بی خور و خواب آن که قیوم است — پیش او ذره ذره معلوم است
که گذارد مرا بقوت نور — بی طعام و شراب زنده چه دور
مادر مهربان تو دل خوش دار — فکر و اندیشه ای ز من[۲] بگذار
بخداوند خود سپار مرا — که همونست غم گسار مرا
مادرش گرچه عجز و زاری کرد — او به عزم خود استواری کرد
پیر زن چون نه دید چارهٔ کار — به وداعش نهاد دل ناچار
او به خانه به درد ناکی رفت — این به خلوت سرای خاکی رفت

بانوی حضرت شیخ العالمؒ و رفتن او بر در غار

ای خوش آن نیک بخت نیکوکار — که بود از سعادتش اطوار
بر تنش نارسیده نیش از مرگ — می کند ساز مرگ پیش از مرگ
آن چنان فانی از وجود شود — که هراسی ز مردنش نه بود
چند گاهی چو شد بدین قانون — شیخ گاهی ز غار سر بیرون

---

۱ خ = در نیش اند
۲ ب = فکر و اندیشه های من بگذار   ح خ = فکر و اندیشه را ز من بگذار

آمدن والدهٔ شیخ بر در غار

و زاری نمودن به جهت بیرون آمدن از غار

مادر مهربان چو شد آگاه | یوسف من نهاده سر در چاه
تا بغار او فتان و خیزان شد | سینه کوبان و اشک ریزان شد
بر سر غار حلقه بر در زد | نالهٔ شوق از دلش سر زد[1]
گفت ای آفتاب تابنده | مرده ای زیر خاک یا زنده
بحق آن که حق من داری | که ازین غار سر برون آری
بنمای جمال خویشتنم | ورنه جان می رود برون ز تنم
شیخ آواز والده چو شنید | غیر بیرون شدن علاج ندید
رفت بالای غار در بکشود | آفتاب از زمین طلوع نمود[2]
مادر او را همین خیالی دید | ماه دو هفته اش هلالی دید
لاغر و زرد و بس نزار شده | سر به سر درد و دلفگار شده
گفت ای نور بخش دیدهٔ من | فرقت جان و غم رسیدهٔ من
هر کسی بعد مرگ گیرد گور | تو گرفتی به زندگی فی الفور
در چنین غار تنگ تیره و تار | که بود جای موش[3] و کژدم و مار
چون سر آری تو زندگانی خویش | رحم کن رحم بر جوانی خویش
بی خور و خواب چون توانی زیست | بی خور و خواب زندگانی چیست
بدر تو صورت هلال گرفت | صورتت شیوهٔ خیال گرفت

---

۱ ح ج = از شر می زد   ۲ ح ا = مهر جان از زمین طلوع نمود
۳ ح ب = مور

بی جمالت نمی روم حاشا   به نما روی خویش و در بگشا

شیخ شد مضطرب ز آوازش   خواند لاحول و کرد در بازش

دلبری دید دل ربا نسیده   نازنین مه وش و خوش آینده

گفت بهر چه آمدی این جا   چیست کامشب[۱] که سر زدی این جا

من ز دنیا گذشتم و کارش   وارهیدم ز بخت و ادبارش

اندرین غار تنگ بنشستم   وز همه نام و ننگ وارستم

تو که جز غم ز من ندیدی هیچ   غیر رنج و محن ندیدی هیچ

چند باشی به درد و غصه رهین   صاحب دولتی بجوی و ببین

تجرد ضایع مکن جوانی را   مغتنم دار زندگانی را

طاق بودن نه کار تست هنوز   که فروزان بهار تست هنوز

پیش از آن که خزان ز باد سموم   تازگی های تو کند معدوم

با کسی به که اتصال کنی   مر مرا مرده ای خیال کنی

گفت ای مهر برج نیکوئی   دم مزن این چه حرف میگوئی

با تو بودن مرا به زندانی   به که با دیگری به بستانی

ترهٔ تلخ تو ز کوه و دره   بهتر است از هزار مرغ و بره

خرقهٔ کهنه ات بس است مرا   به ز اکسون و اطلس است مرا

غار تنگ تو بوستان من است   تیرگی هاش شمع جان من است

در چنین غار با تو مردن به   زخم هجران تو نخوردن به

گفت این جا نه جای آرام است   که نه خواب و خور و نه آشام است

---

۱. در نسخه ب: کامت

نکشید از کمال مشغولی — تا بر آورد سر به مقبولی
سرو سرخیل اهل تقوی شد — خسرو خاصگان مولا شد
بانوی او ز درد هجرانش — دید آتشکده[1] شبستانش
بس که آب فراقش از سر رفت — به پدر باز باد و گوهر رفت
پدر از حال او جگر خون شد — رخش از خون دیده گلگون شد
گفت خیر الوری که موت نبات — هست ز اکرام های حضرت ذات
زان که این سیم کم عیار دغل — باز آمد[2] نهاده سر به بغل
پاک زن از فراق گوهر پاک — چاک می داد جیب جان را چاک
روز اندر خیال او بودی — شب به فکر وصال او بودی
ز اول شب چو گریه سر کردی — نوحه و نطمه[3] تا سحر کردی
چون ز دل آه درد ناک زدی — آسمان را ز غصه چاک زدی
تا شبی کز دل قرارش رفت — رشته صبر و اختیارش رفت
صبح دم راه غار پیش گرفت — ره به آن یار غار خویش گرفت
حلقه زد بر درش به صد امید — کای جمال تو دولت جاوید
مستمند و غریب و زارم من — در گشا که امیدوارم من
حلقه در گوش خویش را اکنون — کن درون و مکن چو حلقه برون
چند سوزی به درد و داغ خودم — نو بهارا به سیر باغ خودم
روی بنما که طرفه مشتاقم — عورت مستمند و دل چاکم[4]

---

[1] ح ا = ماتم کده   [2] ح ا ح ب = آید
[3] ح ب = ناله   [4] ح ا ح ه ح ب = ناچاقم   ح ه = ناچارم

شو کنون اندرون که من رفتم[1] — رفتم اینک ترا دعا گفتم
او بخانه گذشت با دلِ زار — شیخ در غار با تنِ افگار

آمدن بانوی شیخ همراه کودکان در غار

و گذاشتن کودکان آن جا و مردن ایشان

هر که سرمست عشق مولی شد — فارغ از قید هر تولی شد
پشت پا بر سرِ دو کون زند — خط بطلان به نقش و لون زند
مهر فرزند و خانمان و تبار — از حریم دلش به بندد بار
او به اثبات وحدت زانست — کثرت دیدن[2] از محالات است
تا ز کثرت نمی شود یک سوی — کی نماید جمال وحدت روی
شیخ روزی ز خویش وارسته — بر در غار بود بنشسته
دید از دور بانوی خود را — نرگس سرمست جادوی خود را
که همی تاخت طرفه چابک و چست — بسوی غار عزم کرده درست
آن دو فرزند همعنان با او — ماه و خورشید هم قران با او
تا به مهر دو گوهر مکنون — برکشد شیخ را ز غار برون
شیخ در دل نمود که افسون گر — آمد امروز با فسون دگر
تا فسونش نمی رسد بسرم — بخداوند خود پناه برم[3]
هر سه در پیش شیخ استادند — کف زده داد بندگی دادند

---

[1] ه‍ ه‍ ب: تو درون شو درون که من رفتم
[2] ه‍ د ه‍: کثرتش [3] ه‍ ه‍: مصرع تقدیم تاخیر کے ساتھ ہے

بلکه دارد هراس جان این جا | کژدم و مار توامان[۱] این جا
نفی کن این خیال باطل را | زین خطورات وارهان دل را
نفس برهم زدن شعار تو نیست | زنده رفتن بگور کار تو نیست
گفت گر می کشی به تیغ مرا | ور زنی تیغ بی دریغ مرا
بر ندارم سر از درت حاشا | برنه می گردم از بوت حاشا
من و این غار تنگ حجرهٔ خاک | نیست از مردن و هلاکم باک
شیخ هر چند پند دست رومی داد | او همی گفت هرچه بادا باد
عاجز آمد ز مکر و افسونش | کیست کز زن نشد جگر خونش
شیر مردان ز مکر او عاجز | کس ته زرقش رها نشد هرگز
شیخ زان پشته، پشته ای از خار | جمع آورد و برد در بن[۲] غار
گسترانید و گفت ای بانو | فرش خوابم ببین و بستر نو
بر سر فرش خواب ما امشب | خواب خوش کن بمدعا امشب
پس شد عریان و خرقه را افشاند | تن برهنه به زیر جامه[۳] ماند
بر سر خارها چو غلطان شد | خون روان از تنش فراوان شد
زان مغیلان که بود نیش زنش | چون گل سرخ سرخ شد بدنش
دید بانو چو خون فشانیٔ او | از پیٔ آمدن گرانیٔ او
گفت بس کن بس ای سرت گردم | باز گردم میا فگن این دردم
ای بجانم فگنده نشتر خار | خواب چون آیدت[۴] به بستر خار

---

۱ هد = همان ۲ ها هد هه هب = برد بر در غار

۳ ها = پس برآورده خرقه را یکبار تن برهنه بماند در شلوار

۴ ها هه هب = آیدم

رو باکرام او توکل کن — بر توکل کنون توصل کن
بین که خلاق بر فراز و نشیب — رزق شان چون رساند از ره غیب
چون زنان ناقص اند و ناقص رای — او با مرش نگشت کارنمای
در برفتن با مرد فرمانش — نفتادی بدرد و غم جانش
در عیش و نشاط بروی باز — می شدی زان کلام مهر طراز
چون ز جهلش خیال باطل داشت — گوش بر گفتگوی او نگذاشت
خواست کز کودکان نهد بارش — برکشد زین بهانه از غارش
گفت ای مرد بارغ دلجوی — از توکل چه حرف می گوئی
نفس افگنده اضطراب مرا — بر توکل کجاست تاب مرا
نیست چون ماده[1] توکل هیچ — بر توکل بود توصل[2] هیچ
بر سرم هیچ تاب نارم من — که سرشت ملک ندارم من
گر تو از غار بر نمی آئی — خوی کردی بکنج تنهائی
پس بگیر این دو گوهر خود را — چون صدف گیر اختر[3] خود را
این سخن گفت و خشمگین برخواست — صد گره داده بر جبین برخواست
آن دو کودک باو نهاد و گذشت — زندگانی ز دست داد و گذشت
سوی ماوای خویش او بنهاد — نقد عمرش[4] به پیش او بنهاد
شیخ آن هر دو را بغار ببرد — تنگ بگرفته در کنار ببرد
گرد سجاده بستر ایشان — خرقه افگند بر سر ایشان

---

۱ مد، مه = باده ۲ مشه، مه = توسّل . مد۱ = تحمّل
۳ مد۱ مه مشه مب = چون صدف گیر در بر خود را
۴ مد۱ مج مب مه = عشرت

سر برآورد شیخ بانو را | گفت بهر چه این دو لولو را
تا سر غار داده ای آزار | چیست مقصود تو ازان اطوار
گفت پیش تو گرچه زشتم من | زشت کردار و بد سرشتم من
باری از بهر این دو دردانه | روشن از نور خویش کن خانه
این دو گل برگ ناز پرورده | مده از کف مساز پژمرده
از لقای[۱] تو زندگی یابند | وز ضیای تو همچو مه تابند
کودکان اندمست بی خبری | دل مسوزان به داغ بی پدری[۲]
گفت رو رو بپرور ایشان را | چون صدف گیر در بر ایشان را
وقت پیری ترا بکار آیند | می دهندت ثمر بهار آیند
از چو من مرده ای دل افگاری | بگذر از هر توقع و کاری
بر نیایم ازین نشیمن غار | بیهده خویشتن را مده آزار
گفت این شیوهٔ نکوئی نیست | نیک روئی و نیک خوئی نیست
من که از بهر خود برنج درم | بار این کودکان چگونه برم
از کجا قوت و کسوت شان | بهم آرم کشم مخونت[۳] شان
خود تو انصاف ده که همچو منی | چون کشد بار قوت چند تنی
گفت رو رو مباش غصه پژوه | از پی قوت شان مخور اندوه
حق تعالی بهر وجود دامی | می رساند چو خورد و آشامی
کودکانم نه خوار می دارد | تازه چون نو بهاری[۴] دارد

---

۱ حا ه ق ب = به لقای

۲ ه ق ه د = کودکان اندمست بی خردی   دل مسوزان به داغ بی دردی

۳ ح ب = مؤنت   ۴ ع ب = تازه همچون بهار

شب بدین وسوسه بسر آورد　　مژه برهم نزاد و هیچ نخورد
صبح گاهان دو کس ز قوم و تبار　　تا سر غار بهر استفسار
کرد راهی به سوی غار شدند　　مرده دیدند و اشکبار شدند[۱]
لیک از یک نگاه طلعت شیخ　　لال گشتند از مهابت شیخ
آن دو گلبرگ را ز غار برون　　برکشیدند با دل پرخون
سوی ماوای خویشتن بردند　　مرده ها را بقوم بسپردند
همه دل خون و جان فگار شدند　　همه زین ماتم اشکبار شدند
با نواز بی خودی بروی افتاد　　سینه کوبان بهای و هوی افتاد
پیرهن چاک و خاک بر سر کرد　　عالمی را ز غم مکدر کرد
موی می کند و زد بسر پنجه　　روی و سر هر دو از کفش رنجه
وای ویلا نمود و سود نداشت　　که عدم را امید بود نداشت
قوم و انصار او ازین اندوه　　همه از شیخ گشته غصه پژوه
آن یکی گفت آن نشیمن غار　　جای دیو و پری بود ناچار
آفت کودکان ز دیو رسید　　و ز پری زاد مکر و ریو رسید
وان دگر گفت شیخ شد بی دل　　از غم کودکان در آن منزل
چون نگه گیرش از مغاک شدند　　بدعای بدش هلاک شدند
وان دگر گفت مار و کژدم هم　　اکثر از غار می زنند علم
مگر از نیش کژدم و ماری　　بر سرشان رسید آزاری
دیگری گفت نیست این ز قضا　　بلکه از دست شیخ رفت خطا
وان دگر گفت که غلط گفتید　　بود چیزی که راست بنهفتید

---

۱ ط، ب: مرده ها دیده اشکبار شدند

تا چو نرگس بخواب ناز شدند / از خور و خواب بی نیاز شدند
شیخ دل داده در ره تسلیم / دست برداشت کای خدای کریم
کودکان مرا نوالا کن / جای ایشان بهشت اعلی کن
تا بگلگشت بوستان نعیم / غرق رحمت[۱] شوند و فیض عمیم
نعمت از خوان مستطاب خورند / شربت از سلسبیل ناب خورند
حور و غلمان کنند خدمتشان / نور گیرند از مودت شان
این نفس زد چو شیخ شد بنفس / طوطی روح شان برون ز قفس
سر به بستان سرای ناز زدند / خلد را زینت و طهراز زدند
حور و غلمان پر از سرور شدند / نور دیدند و عین نور شدند
چون خبر در رسید رضوان را / نقد جان کرد نزل ایشان را
گسترانید فرشهای لطیف / که برون آمد از حد توصیف
هر دو را بر سریر ناز نشاند / گرد کلفت ز هر دو باز فشاند
خوان نعمت کشید رنگارنگ / بلطافت ببوی گل هم رنگ[۲]
شربت از سلسبیل ناب آورد / میوه های خوش خوش آب آورد
شیخ آن جمله را عیان می دید / لطف یزدان زمان[۳] زمان می دید
بانوی او بخانه سر[۴] بر زد / دیده بر راه و گوش بر در زد
که اینک اینک بخانه آید روی / شیخ با هر دو کودک دلجوی
چون نمایند گریه زارش / کی گزارند در بت غارش

---

۱ م ا هـ ط ه = نعمت ۲ م ا ب = هم سنگ. ط ه = بر سنگ ۳ ب = لطف یزدان بهر زمان می دید ۴ م ا ب = بخانه چون سر زد

حکمت اوست از قیاس برون　　　بل ز وهم و قیاس ما افزون[۱]
روز دیگر که مهر تابان سر　　　زد برین چرخ نیلگون پیکر
قوم پر شیخ داد خواه شدند　　　داد خواهان بسوی شاه شدند
شاه آن دم به دولت دل خواه　　　بود سلطان سکندر از سر جاه
آن که مشهور شد به بت شکنی　　　بود گیتی ستان به تیغ زنی
بر در خاص او چو داد زدند　　　داد بیداد پر[۲] فساد زدند
شاه از روی لطف کرد ایما　　　کز چه بیداد آمد به شما
همه در عهد من به عیش درند　　　که[۳] ستم پیشگان پر از حذرند
بلکه نام ستم به جائی نیست　　　وز جفا پیشگان صدائی نیست
از که آمد جفا به جان شما　　　چیست این ناله و فغان شما
از میان همه یکی برخاست　　　آن که این فتنه را نخست آراست
گفت شاها ز ظلم عیاری　　　که نشست است در بن غاری
ما همه آمدیم تنگ اکنون　　　بسر خود ز بیم سنگ اکنون
دزدکی سنگدل بغار دراست　　　کینه ور تر ز مار کینه ور است
خود به غار اندرون به عیش و قرار　　　می خورد[۴] مال مردمان دیار
زن و فرزند از کمال دغا　　　اوجگسترده وبال گردن ما
دوش بانوی او که تاب نبرد　　　با دو فرزند رو به او آورد
خواست از وی کفاف و روزینه　　　او پشیزی ندادش از کینه

---

۱ ه د ب = بل ز وهم سخن شناس برون ه ه بل ز فهم و سخن قیاس برون
۲ ه ج ه د ب = بر فساد ۳ ه ج که ستم پیشگان پر حذرند
۴ ه ج = بی عار

شیخ این هردو را بچنگ گرفت نفس شان بحلقه تنگ گرفت
هردو را کشت بی شک و ریبی ورنه از ایچ نیست آسیبی
همه گفتند این سخن الحق داست است ای بقول تو رونق
چیست اکنون بگو تو چارهٔ کار که چنین دزد را کشیدیم ازغار
گفت خیز ید پیش شاه رویم بر در شاه دادخواه رویم
شاه نیکو صفات و دادگر است به صفات حمیده معتبر است
هرکجا دزد و راهزن ببیند سرشان از نوک تیغ برچیند
خونیان را به دار داده قرار ذانکه خونی سزاست بر سردار
چشم دارم که شاه دین پرور بر سرِ دار ها رسد یکسر
خون این هردو کودک مظلوم گیرد[۱] ازوی ز راه شرع و علوم
همه گفتند که نکو گفتی گرد کلفت ز جان ما رفتی
برهمین عهد استوار شدند متمسکن بر این قرار شدند
دفن کردند آن دو کبک دری جمع گشتند بهر کینه وری[۲]

استغاثه نمودن قوم به جهت فوت شدن اطفالش

پیش سلطان سکندر و فرستادن تازی هدایت یافتن او و ملقب شدن به بابا تاج الدین

چون نخواهد خدای بی همتا که شود غافلی ز اهل هدا[۳]
بر سر دوستان نهد رنجی تا پدید آورد ازان گنجی

---

[۱] ح ۱ = از چنین دزد گیرد و زین شوم [۲] ح ۱ = سینه دری
[۳] ح ۲ = براه هدا - ح ۱ = ز اهل هدا

من خامی[1] ز گوشت های بره *** روغن تازه و برنج و تره[2]

نقل شیرینی و ز شربت ناب *** خواستی خوان ز میوه های خوشاب

مبلغی بود بهر خانهٔ او *** پای مزد[3] و محصلانهٔ او

می گرفتی به پای مزدی خود *** نقد از تنکه های هزار و دوصد

شیخ را چون که او تعیین گردید *** زین الم عالمی حزین گردید[4]

غلغله در همه سپهر افتاد *** ولوله در ولایت و شهر افتاد

او شتابان به غار سر برزد *** بود در بسته حلقه بر در زد

گفت ای دزد سر برون آور *** اینک آمد ترا بلا بر سر

شد طلبگار شه به قهر ترا *** که شده داد خواه شهر ترا

بهر من خوردنی و خوان آور *** ورنه جانت کشم ز جان بگذر

شیخ داد از درون غار آواز *** که بماند کی سرد شو متاز متاز

بر سر شاه خویش ناز مکن *** سخت گوئی و ترک تاز مکن

زانکه ما نیز بی‌شاه نه‌ایم *** پشت داریم بی پناه نه‌ایم

گو که سلطان تو چه خواست مرا *** قهر او این چنین چراست مرا

گفت جمعی ستم رسیده ز تو *** صد هزاران الم کشیده ز تو

داد بیداد پیش شاه زدند *** از درون های چاک آه زدند

که دو فرزند خویشتن کشتی *** به عدم جان شان در آغشتی

۱ـ مج، مد، مف = خانی - مت = خوانی

۲ـ ما، مج، مز، مه = برنج سره ۳ـ مه، مج = مزد و محصلانه

۴ـ مج، ما، مد = ردیف کرده‌اند

این ز جهل بدشی[1] که در سر داشت　　هر دو فرزند پیش او بگذاشت
او شبانگاه هر دو کودک را　　تنگ بگرفت و کشت هر یک را
گر نه سلطان قصاص می گیرد　　پیش رو شرع خاص می گیرد
عالمی زین ستم بباد رود　　زین تظلّم به چرخ داد رود
شاه از غصه چین بر ابرو زد　　از غضب آتشی به هر سو زد
رویش از قهر آن چنان افروخت　　گر غضب خواست عالمی واسوخت
گفت در عهد من که گرگ از میش　　رم کند[2] می نیایدش در پیش
کیست آن رهزن جفا پیشه　　که ز قهرم نه کرد اندیشه
بی سبب کشت بی گناهان را　　بلکه فرزند نیک خواهان را
حکم فرمود پس به میر غضب　　کین زمان شو سوار بر اشهب
برکش آن دزد را ز غار برون　　با همه خواریش بیار کنون
تا بدارش کشیم واشکنجه　　دارهانیم خلق از رنجه
شاه آن را که داد این فرمان　　بود دیوی به صورت انسان
نی چه گفتم موکّل دوزخ　　سر کشیده ز اسفل دوزخ
آیتی قهر هیکلی از خشم　　طلعتش پر تهیب ازرق چشم
گلخنی بودنی دهن از وی　　آتش قهر شعله زن از وی
دو بر و تنش چو ر مارها پیچان　　بر سر دوش ها شش آویزان
بر زبان های فرس تازی نام　　تازه ها چو سمند تازی تام
شاه آن را که او تعیین کردی　　بر بلای بدکش قرین کردی

---

۱ ق = جهل خودی ۲ ق ق ق ق د خورد

شد یقینش که شیخ ذوالمعنی است　　دزد نبود ز خاصگان خداست [1]

گفت بهر خدا درم بکشا　　ایها الشیخ روی خود بنما

روی بر راه تو زدم اینک　　نالک، درگاه تو شدم اینک

گفتگوای که ناسزا کردم　　من ندانسته ام خطا کردم

این دو مارم که حلقه بربستند　　بر سر کشتنم کمر بستند

گر نیائی برون ز غار اکنون　　میدهم جان ز زخم مار اکنون

بود چون از ازل سعادت مند　　حضرت شیخ شد برو خورسند

سرزد از غار یک نگاهش کرد　　هم در آن لحظه خاص شاهش کرد

به تجلای ذات شد پرنور　　محو شد بر شهود نور حضور

چو به یک تازگی جهانی دید [2]　　نه جهانی که بی نشانی بود

عالمی دید که همه عالم　　محو در وی چو قطره ای در یم

سوخت رختی که بود در بر او　　زان که خورشید تافت بر سر او

یعنی از هستی وجود گذشت　　هم ز بود و هم از نبود گذشت

گشت، مانند شیخ غار نشین　　شد ملقب شیخ تاج الدین

خدمت شیخ روز و شب می کرد　　در ریاضات حمد طرب می کرد [3]

الله الله چه وجد و حالست این　　این چه الطاف ذوالجلال است این

غافلی در دمی شود آگاه　　حباهلی عارفی ز خاص اله [4]

---

١ - ﻫ ا : شد یقینش که شیخ ذوالمعنی　　دزد نبود ز خاصگان اله

٢ - ﻫ ب : چون به یکبارگی

٣ - ﻫ ا ﻫ ب : کاسها خورد و حمد طرب می کرد

٤ - ﻫ ج : حباهلی عارفی ز خاص اله　　غافلی ره زنی شود ناگاه

خانمان و تبار افگندی ‌‌ ‌‌ زحمت خود را به غار افگندی
مال مردم به دزدی آورده ‌‌ ‌‌ می خوری در درون این پرده
خیز بیرون بر آ و تماشا کن ‌‌ ‌‌ طلعت من به بین و درواکن
بین که از کشتن دو گوهر تو ‌‌ ‌‌ چه بلا سر زد دست بر سر تو
گفت ای دزد ای خرد مهجور ‌‌ ‌‌ نی ترا عقل و نی تراست شعور
کیست آن احمق نکوهیده ‌‌ ‌‌ که کشد میل بر سر دیده
به کشد نور دیدهٔ خود را ‌‌ ‌‌ کودکان گزیدهٔ خود را
بود چون عمرشان همین مقدار ‌‌ ‌‌ در گذشتند همچو باد بهار
روی در عالم بقا کردند ‌‌ ‌‌ به ریاض نعیم جا کردند
گفت ای دزد این فسانه مگو ‌‌ ‌‌ خیز بیرون بر آ بهانه مگو
می نه دانم که بر چه می نازی ‌‌ ‌‌ خبرت نیست که آمده تازی
گفت نیکو نهادی بودی ‌‌ ‌‌ گر تو تازی نژاد می بودی
تا چو[1] تازی ترا در آخور خویش ‌‌ ‌‌ بستمی بل به حلقهٔ در خویش
رو که تازی نه ای تو خر بودی ‌‌ ‌‌ گه پیچ گاه در به در بودی
زین سخن او چنان به قهر آمد ‌‌ ‌‌ که چو افعی سرش به زهر آمد
خواست تا بشکند در آن غار ‌‌ ‌‌ گشت هر دو بروت[2] او چون مار
دو بروتش چو اژدها گشته ‌‌ ‌‌ هم چو ماری که از عصا گشته
از ستیزه دو دست او بسته ‌‌ ‌‌ استخوان هایش جمله بشکسته
گشت حیران که این بلا ز کجا ‌‌ ‌‌ سر زد از وی نمود واویلا

---

۱ حب: چو اسپ تازی ترا ۲ حب: گشت پیچان بروت

می ندانم که از کدام آسیب / کودکان تو سر زدند به جیب
قوم از درد تو فگار شدند / دادخواهان به شهریار شدند
لله الحمد که ز قهر شهان / نامده تعدیی ز بدخواهان
خیز و اکنون به خانه چند گهی / باش بگشا ز جان من گرهی
مادر دل رمیدهٔ خود را / سر به پیری کشیدهٔ خود را
به جمال خود و لقای خودش / دل برافروز از صفای خودش
در ته غار بی خور و بی خواب / رنگ از رو گذشته و ز تن تاب
چند خود را به زیر غار کشی / چند گه نیز کشی[1] به ناز و خوشی
گفت ای مادر از رضای توام / هشت جنت به زیر پای توام
گر تو راضی همی شوی از من / سر زند نور معنوی از من
به رضای تو بهره مند شوم / وز[2] پسندیدگان پسند شوم
لیک بیرون شدن ز خلوت خاص / هست بیرون ز همت و اخلاص
از خداوند خویش بگسستن / نیست زیبا به خلق پیوستن
غیر از این هر[3] چه گویی آن بکنم / به دل و دیده و به جان بکنم
گفت چون سر نمی کشی از جای / پس حقوق مرا ادا فرمای
شیر دادم دو نیم سال ترا / پروریدم به صد ملال ترا
یافتی نشو و نما از من / گشتی از اهل پارسا از من
چون که[4] گفتار من نه شد دلخواه / شیر من بازده سخن کوتاه

---

۱. [illegible] = چند گه سرکش به ناز و خوشی
۲. [illegible] = در پسندیدگان ۳. [illegible] = آنچه
۴. [illegible]: چون به گفتار من نیی دلخواه

آن هدایت که مرد غافل[1] یافت — آری از نور شیخ کامل یافت
لیک وابسته بود آن به شیخ — بر سر مردن دو گوهر شیخ
تا نه میرند کودکان بدعصا — کی شود جاهلی[2] ز خاص خدا
حکمت ایزد از خرد بیرون — عقل حیران و عاقلی[3] دل خون

شیر طلبیدن والده از حضرت شیخ

شیخ روزی به غار تنها بود — مست از بادهٔ تجلی بود
مادر از اشتیاق دیدارش — علم افراشت[4] بر سر غارش
حلقه زد بر درش که ای نا ترس — از غمت سوختم خدا را ترس
چند باشم ز دوریت دل خون — در الم های هجر تو محزون
خیز بیرون بر آور دو وا کن — بجمال خودم تماشا کن[6]
شیخ حالی ز غار سر بر زد — بوسه بر دست و پای مادر زد
گفت ای از تو صد امید مرا — به دعای توام نوید مرا[7]
سوی این خاک سار نابودی[8] — قدم خود چه رنجه فرمودی
گفت اینم گمان نبود که تو — رفته در غار نهان کنی اندر رو

۱ـ ح۱ = جاهل + ح۲ = کامل
۲ـ حب = غافل + حج = غافلی کی شود ز خاص خدا
۳ـ حب = عاقلان ۴ـ ح۱ = رایت افراخت ۵ـ ح۱ حج = در الم
۶ـ ح۱ ح۲ ح۳ = خیزد بیرون بر آ و سر بر کن بجمال خودم منور کن
۷ـ ح۱ ح۲ ح۳ ح۴ = به دعاهای تو نوید مرا
۸ـ ح۲ = نابودی + ح۲ج = آلودی

روح شخص[۱] است و جسم چون سایه　　سایه از نور می برد مایه
روح از تن چو سر بپیچ سوزد　　تن خاکی به خاک پهلو زد
مادر از غصه خاک بر سر کرد　　چهره از اشک لاله گون تر کرد
دید چون شیخ اوفتاده به خاک　　ناله و آه زد ز سینهٔ چاک
مرغ روح از درخت داد آواز　　مادر من مشو به غم دمساز
شیر در خواستی و اینک شیر　　ورنه این پوست و استخوان بگیر[۲]

وارهان از حقوق خویش مرا　　مرده بگذاشتم به پیش ترا
گفت اکنون ز هیچ می خواهم　　رفتم از گفتگوی و دعوی ام
بهر مولای خود تولا کن　　که بیا در وجود خود جا کن
دیده ام این همه کمال ترا　　آفرین بر علو حال ترا
شیخ خالی گذار در تن کرد　　طوطی اندر قفس نشیمن کرد
باز از راه[۳] انکساری ها　　کرد با مادر عجز و زاری ها
که ز من شاد باش و رنجه مشو　　ترش منشین و تلخ و تند مرو[۴]
گفت ای نور چشم من اکنون　　بسپردم ترا به آن بی چون
که چنین لطف کرد و احسانت[۵]　　ساخت بالاتر از همه شانت

شان و قدر تو روز افزون باد　　از تو راضی خدای بی چون باد
این سخن گفت پس وداع نمود　　ترک هر دعوی و نزاع نمود

---

۱ ح ب ح ا ح د = شخص
۲ ح د = دیگر این استخوان و پوست بگیر
۳ ح ا ح ب ح د = روی ۴ ح ب ح د = تند و تلخ مگو - ح ا = تند و تلخ مشو ۵ ح ا = انعامت.

شیخ شد مضطرب ز دعوی او　　زان مقالات پر لقوی‌ای او

دست برداشت سوی ایزد پاک　　کای فرح‌بخش جان هر غمناک

مادرم را به شیر راضی کن　　فارغش زین خیال ماضی کن

بود سنگی عظیم شد زان سنگ　　شیر جاری شدن بغیر درنگ

از دو سوراخ شیر ازو سرزد　　نعمت دل پذیر ازو سرزد

گفت ای مادر اینک شیر　　کوزه‌ها و سبو بیار و بگیر

باش راضی و بگذر از دعوی　　بعد از اینم گذار یا مولی

دید مادر چو آن کمالاتش　　شاد شد از علوّ حالاتش

گفت شیری که نوش جان کردی　　گوشت پیدا و استخوان کردی

از من این قوّت و توان داری　　گوشت داری و استخوان داری

به چنین شیر تو چکار کنم　　به کجا برده درچه یار کنم

شیخ دین چون شنید از مادر　　دعوی‌ای دیگر و کلام دگر

گفت این استخوان و پوست مرا　　به حق تو که نیست دوست مرا

مر تراهم ولی چه کار آید　　به چه کار این تن نزار آید

گر به کار آیدت بگیر از من　　نزل تو کرده ام پذیر از من

این سخن گفت و از قفس برجست　　به درختی چو طوطی‌ای بنشست

مرغ روحش چو طوطی آسا شد　　از لباس بدن معرّا شد

طوطی صوف پوش صافی نوش　　حله چون بنفشه کرده به دوش

از نیستان عشق شکرخا　　هم چو آئینه در کمال صفا

روح چون کسوت دگر پوشید　　تن ز حس رفته چشم ده پوشید۱

---

۱ ده = تن ز حس رفت و چشم را پوشید.

روی گلنارگون او زان درد — روی به زردی نهاد چون گل زرد
پدر و مادرش ز زخم درون — گشته حیران و واله و مجنون
بر طبیبان شدند و سود نکرد — وز دواهای شان گشود نکرد
مال و زر بهر او فدا کردند — طلب از بهر او دعا کردند[1]
هر چه کردند به نشد اصلا — نی دعا کار و نی شفا ز دوا[2]
زان نیاشامی و نه خوردن او — هر دو را شد یقین به مردن او
در همه عمر مونس جان را — غیر از او کس نبود ایشان را
چون به رویش نگاه می کردند — بر جوانیش آه می کردند
تا شبی کان جوان نیکو فال — بود در عین بی هشی آن حال
خواب بر وی چو ترک تاز نمود — چشم حس بسته چشم راز گشود[3]
دید جمعی ز ریشیان در خواب — هر یکی چون ستاره ای در تاب
در میان همه یکی ممتاز — هم چو شاهی بر روی مسند ناز
آن همه انجم او چو بدر منیر — گشت زان کان فیض نور پذیر
چون جوان محفلی دل آراید — بارگاهی چنین معلی دید[4]
کرد از ریشیی ای سوال که کیست — این شهنشه که همچو مهر جلی است
گفت خورشید ملک جانست این — سر و سرخیل ریشیان است این
زبدهٔ عارفان راه یقین — مرشد ماست شیخ نورالدین
آنکه دارد مقام در کهوه — نیست ثانیش کس به فر و شکوه[5]

---

۱ ه‍ ۱ طلب از زاهدان دعا کردند ۲ ه‍ ۱ نی دوا کار و نی شفای دوا
۳ ه‍ ۱ ه‍ ۳ = نمود ۴ ه‍ ۱ صاحب بزم و بزم از پی چیست
۵ ه‍ ۲ = به عز و شکوه

شیخ در غار رو به مولا کرد ‖ شکر پروردگار یکتا کرد

هدایت یافتن بابا نصرالدین رح

بود دهقانی و بدولت و مز ‖ جمع اسباب دولتش یکسر
مکنت و مالش از عدد بیرون ‖ رمه و گله اشش ز حد بیرون[1]
پسری داشت هوشمند و عزیز ‖ نوجوانی به عقل و باتمیز
پهلوانی که کردی از سر زور ‖ ناتوان پیل و شیر را چون مور
گاه سنگی عظیم را از جای ‖ می‌کشیدی درخت گه از پای[2]
خورد او بود در شبانروزی ‖ من خامی[3] زهی تن افروزی
پدر از عین لطف و اکرامش ‖ کرده زان زورتن و نر نامش[4]
و ترا این حبابه پهلوان گویند ‖ به زبردست نوجوان گویند[5]
ناگهان آن جوان پاک شیم ‖ شد سقیم و مریض درد شکم
هرچه خوردی نه هضم می‌گشتی[6] ‖ رد شدی چون به معده بگذشتی
لاجرم بدر او هلالی شد ‖ تنش از لاغری خیالی شد

---

[1] [illegible] : افزون [2] [illegible] = می‌کشیدی وگه درخت از پای

[3] تمام نسخوں میں "من خانی" اور ایک نسخہ [illegible] میں "من نخانی" لکھا ہے در اصل یہ "من خامی" ہے۔ اس سے قبل صفحہ [illegible] کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو: من خامی ز گوشت ہای بره ‖ روغن تازہ و برنج و تره۔ یہاں بھی سوائے نسخہ [illegible] کے "من جوانی" اور "من خانی" لکھا ہے جو غلط ہے۔

[4] [illegible] = کرد زان زورتر و نر نامش [illegible] کرد زان روز او و نر نامش [illegible] جز زان روی۔ و تر نامش [5] [illegible] نو بری دست نوجوان گویند

[6] [illegible] : نرم

شیخ فرمود سوی تاج الدین — که طعامی به خوشترین[1] آئین

بهر این میهمان درست کنید — زین الم هاش تندرست کنید[2]

او در آن لحظه کرد چابک و چست — نعمتی خوشگوار و چرب درست[3]

شد چو نعمت درست خورد جوان — هضم گردید شد به تاب و توان[4]

در زمان خاک پای مرشد را — توتیا کرد دیدهٔ خود را

کرد چون نور عشق[5] بر زد سر — هم به مادر وداع هم به پدر

گفت دیدم چو پیر صادق را — یافتم من حکیم حاذق را

هر دو باشید شادمان از من — که بر افروخت نور جان از من

پدرش گفت مال و اموالم — که نخورد نیست جز تو اطفالم[6]

گفت قسمت به هر که خواهد بود — می خورد دست برکشا[7] در جود

این سخن گفت و هر دو را پدرود — گرد آن شمع جمع اهل شهود[8]

همره شیخ دین به غار نشست — بهر خدمتگری کمر بر[9] بست

---

[1] حد = خوشتری
[2] ح۱ بهر این میهمان خوش حرکات — تا که فارغ شود ز بیم ممات
[3] ح۱ نعمتی خوشگوار و خوب درست
[4] ح۱ خورد چون آن جوان شد هضمش — رفت از دل تمام درد و غمش
[5] حد = نور شمع
[6] حب = که نخورد جز تو نیست اطفالم
[7] ح۱ حب = بر جود
[8] حد حب = گرد آن شمع بزم نور شهود
ح۱ = نور آن شمع جمع اهل شهود
[9] حد = رابست + ح۱ = در بست

در او کعبهٔ دلشادی همه | لب او مایهٔ شفای همه
ما همه بنده ایم سلطان اوست | ما همه قطره ایم عمّان اوست
هر مریضی که رو به او آرد | کی مر او را مریض بگذارد
به نگاهی شفا دهد او را | به دعائی دوا دهد او را
گر تو هم رو به آنجناب کنی | رو به خورشید مستطاب کنی
بی شک از درگهش شفا یابی | به همه دردها دوا یابی
چون جوان گوش کرد این گفتار | گشت از خواب در زمان بیدار[١]
شب چو بگذشت صبح سر بر زد | مهر گردون علم ز خاور زد
با پدر گفت خواب دوشینه | شعله زد نور عشقش از سینه[٢]
گفت خیزید و عزم راه کنید | رو بآن شاه دین پناه کنید[٣]
گشت همراه مادر و پدرش | تا به کیموه هر دو راهبرش
نی همین مال بی کران بردند | هدیهٔ شیخ بلکه جان بردند
دست بسته فراز غار شدند | چاره جویان و اشکبار شدند
شیخ از غار سر برون آورد | رو به بیمارِ سینه خون آورد
گفت ای ارجمند نام تو چیست | این طرف آمدی و کام تو چیست
گفت نامم وتر نهاده پدر | گشته از ضعف معده ام مضطر
گفت کار وتر توانی کرد | می توانی تو پهلوانی کرد
گفت گر فیض باطن تو بود | همه کارم به خرّمی برود[٤]

---

١ ح ب = هشیار ٢ ح ا = نور شوقش + ح ب = نور عشق
٣ ح ا = ردیف کنیم ہے ٤ ح ا ح ب حج ف = خورمی

مدّلا را که چون نهنگ کشید　　خط افنا به نقش رنگ کشید
او ز الّا همی[۱] چو دم می زد　　رفت در عالم قدم می زد
نور مطلق چو کردش استیلا　　هم ز لا درگذشت و از اِلّا
بعد ده روز جوز کی بشکست　　زان که نفس از درون عربده بست
چون صدای شکستن جوزش　　شیخ در گوش کرد آن روزش
داد از حجرهٔ خودش آواز　　چه شکستی به این صدای دراز
گفت جوزی ز جوز بشکستم　　گفت من نفس را کمان بستم
که مگر جوز را[۲] شکستی تو　　آه مشغول خود پرستی[۳] تو
بعد از آن ترک هر غذا کرده　　تکیه بر قوّت خدا کرده
شیخ ز احوال های دلبندش　　گشت راضی و خواند[۴] فرزندش
حبّذا مرشدی سراپا نور　　مرحبا طالبی ز ظلمت دور
ای خدا بهر این دو گوهر پاک　　که کشیدند سر ز نه افلاک
سرخوش از بادهٔ شهودم کن　　فارغ از بود و ز نبودم کن

شهرت یافتن کمالات حضرت شیخ العالم

و عزم نمودن سلطان سکندر جهت امتحان برهمن و فریب دادن لودیِ پادشاه او را

زان عبادات و زان ریاضت شاق　　شیخ شد شهره در همه آفاق

۱ـ دب دا ده : همین که + د۲ : همی که ۲ـ ده دد دا : نفس را
۳ـ دد دب : آه مشغول جوز هستی تو. دا : آه مشغول جوز گشتی تو
۴ـ ده : کرد فرزندش

شیخ اعزاز کرد و اکرامش — کرد بابای نصرالدین نامش
من خامی[1] که بود قوتش را — بود ازین قوت چون ثبوتش را[2]
شیخ هر روز اندک اندک کم — قوت او کرد تا به یک دو درم[3]
تا زمن در گذشت ساخت شعار — بیست دانه برنج در افطار
صاف می کرد هر دم آئینه را — نور حق دید او معاینه را[4]
نوبتی شیخ از ره تمکین — امر کردش که ای نجیب نصرالدین
اربعینی بکش به حجرهٔ غار — ترک کن خواب و خورد را بگذار[5]
متمکن نشین به حبس نفس — مرغ دل تا رها شود ز قفس
به رهی از شهوت[6] نفسانی — سر بر آری به سیر روحانی
پی تسکین[7] نفس پاک نهاد — بر چهل روز چار خورش داد
در زمان چون رسید[8] این ایما — منزوی گشت نصرالدین بابا
نفس را تاب زد به حبس نفس — دل به حق گوش بر صدای[9] جرس

---

۱ ص ج ص د ص ه ص ب = خانی + ص ا = خوانی (املا غلط هو صفحه ... ادر صفحه) ۲ ص ا . بود این قوت چون ثبوتش را
۳ ص ب ص ا ص د ص ه = کرد وزن یک دو درم
۴ ص ب ص ه = نور حق اندر او معاینه را . ص ا = نور مطلق در او معاینه را
۵ ص ب = خورد را یکبار
۶ ص ا = شهوت جسمانی ص د . شهوت نفسانی ص ج = شیوب نفسانی . ص ب = ثبوت نفسانی .
۷ ص ب ص ه = تمکین ۸ ص ا ص ه = رسیدش ۹ = در صدای

شاه روزی به سیر گشتی شد — که به تالاب ڈل بهشتی شد
سبزه ها دید بر لب جیحون — دل ربا چون بساط سقلاطون (؟)
از درختان قطار وز اشجار — همچو جنات تحتها الانهار
هست کشمیر بوستان ارم — ساکنانش ز ساکنان ارم
همه اعیان مملکت با شاه — پیش و پس با هزار حشمت و جاه[1]
شاه خود را برون ز لشکر زد — که به کهسار چهاک سر بر زد
از خدام و خدم چو عاری[2] شد — رفته رفته به عیشباری[3] شد
بود آن جا برهمنی ممتاز — به ریاضت کشیده سر چون قاز
تا چهل سال در بن غاری — نفس را بسته سر به زناری
قبلهٔ هندوان و کفاران — دم زدی از دی و دشو و ناران[4]
شاه تنها به سوی غار گذشت — به دعای امیدوار گذشت
حلقه زد بر درش که سلطانم — روی بنما و تازه کن جانم
به دعای تو آمدم این سوی — به دعا یاد کن مکرر دان روی
گفت ما را به شاه کاری نیست — به دول پیشگان قراری نیست
تو که شاهی و غرق دنیایی — صحبت زاهدان نمی شایی
از برم بگذر و مده آزارم[5] — که ندارم به اهل دنیا کار

۱ـ ح۱ = نعمت و جاه ۲ـ ح۲ = غاری

۳ـ ح۲ = عیشه باری۔ نسخہ ح۲ میں اس کے اوپر باریک قلم سے "نام دہ" لکھا ہوا ہے یعنی کسی مقام کا نام ہے۔ ۴ـ ح۱ = دم زده از دواشو و ناران۔ ح ب = دم زدی از دیو و مشوه ناران ح ج دم زده از دی و شوه ناران۔ ح ھ = دم زده از دی و شوه ناران۔ ح د: دم زده از دیو شو ناران۔

۵ـ ح۱ دور شو از برم مده آزار۔

چون کمالش ره تمام گرفت — شهرتی پیش خاص[۱] و عام گرفت
پادشاه زمانه اسکندر — آن که از جاه بر فلک زد سر
چون پیاپی کمال شیخ شنید — بل هدایت شدن به تازی دید
باز هم خواست کر امتحان بکند — زر وی بر محک عیان بکند[۲]
لولی خاص بارگاهش بود — که فروزان رخی چو ماهش بود
رخش از برگ گل درخشان تر — لبش از لعل ناب رخشان تر
چشم مستش[۴] به غمزهٔ جادو — نیم کشته نمود از هر سو[۳]
هر که آن چشم نیم بازش دید — قیمت جان به نیم نازش دید
غمزهٔ که ز اتحاد زدی[۵] — زهد و تقوی همه به باد زدی
دام مشکین ز دوش[۶] افگندی — زاهدان را ز هوش افگندی
چون به رقص آمدی و چرخ زدی — زهره و مشتری به چرخ زدی[۷]
لب نوشین چو درفشان کردی — تازه هم روح هم روان کردی
به ترنم چو نغمه ساز شدی — مرغ و ماهی ز هوش باز شدی
مونس شاه روز و شب بودی — شاه را موجب[۸] طرب بودی
نازنین دلبری چو ماه تمام — نام در حسن و ناز یاون نام

---

۱ صح = خام ۲ م‌ا حب = زر بروی محک عیان بکند
۳ م‌ا = هر شو. ۴ م‌ا = نیم مستش
۵ م‌ا = غمزهٔ او که اتحاد زدی حب غمزهٔ را که ز اتحاد زدی
صح = غمزهٔ که ز نهاد زدی ۶ صح م‌ا = به دوش
۷ حب صح = به چرخ شدی ۸ صح ص = مونس طرب

پای تا سر لطافت و خوبی   سر زده در کمال محبوبی
گفت ای ماه از کجائی تو   کز حد بشر ورائی تو
بسکه از قید آب و گل دوری   بشری یا پری و یا حوری
گفت من کمترین کنیز توام   طالب صحبت عزیز توام
آدمی زاده ام نه حور و پری   آمدم تا به لطف درنگری
به نگاه تو بهره مند شوم   وز ضیای تو ارجمند شوم
قصه کوتاه ترک جادوگر   برد ز افسون[۱] های تازه و تر
از ره دین و دل برهمن را   گردش آلوده عطف دامن[۱] را
نفس امّاره شعله‌ای افروخت   خرمن چند ساله ازوی سوخت
همه شب با بت پری رخسار   بود بر کام نفس کارگزار
صبح دم نازنین پری وارش   کرد پرواز از بن غارش
قصهٔ او به شاه گفت همه   شاه چون ماجرا شنفت همه
خواست اثبات آن گناه[۲] کند   چهرهٔ مدّعی سیاه کند
دو کس از خاصگان خویش روان   سوی او کرد کاید سلطان
چون برهمن پیام شاه شنید   گفت دولت به شاه باد مزید
من خود آیم به شاه والا را   زانکه دزد[۳] دم فستاد[۴] کالا را
رهزنی عقل و دین و هوشم برد   پارسایانه رو به من آورد
کشته از غمزه های نازم کرد   سخت[۵] تاراج و ترکتازم کرد

---

۱ ص۳ = افسانه های ۲ صح ص۵ = نگاه ۳ ص۱ = دردم
۴ ص۵ = ربود ۵ ص ص ص۱ = تخت و تاراج.

شاه هر چند التجا می کرد
او سخن های پارسا می کرد

چاره ناچار از نشیمن سنگ
رو به لشکر نهاد با دل تنگ

از برهمن چو خار خارش بود
دل ز گفتار او فگارش بود

خواست تا امتحان کند او را
راز پنهان عیان کند او را

بنگرد تا چه دارد ش به بغل
زر ناب است یا که سیم دغل

خواند آن نازنین حبیب او را
یعنی آن لولی نکو رو را

گفت خود را کنون مزین کن
خیز و رو سوی آن برهمن کن

آنکه بنشسته در فلان غار است
مدتی شد که محو در کار است

بنگرم تا کجا قدم دارد
از کدا این مقام دم دارد

التفاتی به تو کند یا نه
سخنی با تو می زند یا نه

ترک جادو چو این سخن بشنید
مژه بر خاک زد زمین بوسید

در زمان راه کوهسار گرفت
بر صد افسون طریق غار گرفت

حلقه زد بر درش که طالب خاص
بر درت آمده به صد اخلاص

من زنی هرزه گرد سودائی
بودم از طالبان دنیائی

عمر در عین غفلتم بگذشت
دور از راه قربتم بگذشت

رو به خجلت نهاده ام اکنون
سر گشته دلم ز دنیای دون

آمدم تا به عین صحبت تو
به هدایت رسم به همت تو

دل و جان وقف در ره تو کنم
خاک روبی درگه تو کنم

این همی گفت و آب از دیده
ریخت چون دُر ناب از دیده

شد برهمن ز طرز گفتارش
متحیر ز گریهٔ زارش

کرد در باز و ماه روئی دید
نازنینی و مشکبوئی دید

آمدن لولی به جهت فریفتن حضرت شیخ العالم

و هدایت یافتن

ذات حق از کمال قدرت خویش هر کرا داد ره به قربت خویش
نی حسب کار و نی نسب او را می کند خاص بی سبب او را
فیض گیران آفتاب علوم شد بلال از حبش صهیب از روم
آتش قهر حق که منتقم است پی بولهب و بهر بوالحکم است
آشنایان به داغ مهجوری راه بیگانگان به مسروری
لاابالی[1] ببین[2] و استغنا هیچ کس را نه تاب[3] چون و چرا
شاه از کار خویش کام گرفت برهمن را چو[4] انتقام گرفت
نوبت امتحان شیخ رسید دل سوی[5] آزمون شیخ کشید[6]
کرد ایما به لولیی مه روی کای ترا هر شبی هزاران شوی
بگذر امروز با هزار شکوه بر در غار زاهد کموه
از فسون های خود فریبش ده در کنارش بگیر و زیبش[7] ده
گر فریبش دهی کشی از جای غرق زر می شوی[8] ز سر تا پای
نازنین در زمان زمین بوسید کسوت فاخرانه در پوشید

---

۱ = لاوبالی ۲ = ببین ۳ = نه جای
= بجای ۴ = کز برهمن چو ۵ = پی
۶ = نوبت انتقام شیخ رسید دل سوی امتحان شیخ کشید
۷ = زیبش ۸ = غرق زر سازمت

از چهل سالگی عبادت من — داد برباد جملهٔ طاعت من
مفلس و نامراد و زارم کرد — روسیاه و گنهگارم کرد
گر به من التفات شاه کند — دامن آلوده از گناه[1] کند
گردد آلوده دامنش از من — بهتر است آن که برکشد دامن
ور بود حکم او ز لطف و کرم — من خود آیم ز سر نموده قدم
شاه این معذرت چو گوش نمود — گشت شرمنده زانچه دوش نمود
گفت ازین امتحان نه خورسندم — زاهدی را ز زهد[2] افگندم
لیک ازین قوم مدعی[3] پیشه — طرفه حیرانم و در اندیشه
کز تکبر به کس نمی نگرند — وز تکبر[4] به کس نمی گذرند
همچو طبل تهی پر آوازه — از درون هیچ و ز برون تازه
به فریبی ربوده مردم را — جو فروشی و نموده[5] گندم را
حال یک جو فروش غارنشین — اینک از هندوان چو گشت مبین[6]
دیگری گوست از مسلمانان — همه عالم از او ثنا خوانان
بنگرم تا چه حال دارد او — چه محال و خیال دارد او[7]

---

۱ ص ب = آلودهٔ گناه
۲ ص ب = ز راه افگندم ۳ ص ب = مدعا
۴ ص ا = وز تحیر - ص د = در تحیر ص ج = وز تخیر
۵ ص ج = جو فروشی نموده
۶ ص ج ص د = یقین
۷ ص ج ص ب ص د = به کدامین خیال دارد او

دست داده بدامن پیری — کنم از جرم شد ز تقصیری[1]
بگشا در به بیعت[2] خویشم — شاد گردان بخدمت[3] خویشم
شیخ گفت آنقدر نیم ممتاز[4] — که کس از من براه آید باز
من بحال خودم فرد[5] مانده — نیستم آفتاب تابنده
که کسی نور گیرد از بر من — لطف فرما و بگذر از سر[6] من
گفت از راه دور آمده ام — طالب فیض نور آمده ام
تا نه بینم جمال تو نروم — نروم بی وصال تو نروم
گفت از دیدنم چه سود ترا — چیست از روی من[7] گشود ترا
تا بیت نفس را شکستم من — از همه خلق دیده بستم من
نه مرا قوت و نه تاب و توان — نه مرا زور تن نه طبع جوان
حاصل از من نمی شود کامت — نه فتند این شکار در دامت
بیهده خویش را مده آزار — رو مشو ایستاده بر در غار
گفت آیا ز من چه بد دیدی[8] — که همی رانیم بنومیدی
طالب خاصم و مگردان روی — برامید تو آمدم این سوی
گفت رو رو چه باد پیمائی — دام تزویر چند بگشائی
شاهبازم بدام تو نایم — شیر مردم بکام تو نایم

---

۱ رح = کنم از جرم و عذر تقصیری ۲ رح = ز بیعت
۳ ره = بگشا در به بهشت خویشم شاد گردان به بیعت خویشم
۴ رد = دمساز ۵ ره = پراگنده ۶ رح = برمن
۷ ر ا ح ب = دیدنم ۸ ح ب = چه بد ز من دیدی

سرمه در چشم و وسمه در ابرو[۱] غازه بر رو کشید و مشک به مو
عنبرین زلف را چو شانه کشید جان عاشق بدین بهانه کشید
چون گره بر کمند گیسو بست عالمی را به تار هر مو بست
زان شکرخند آن لب میگون زاهد از هوش چون نمی شد چون
برکف و پای خود حنا بسته[۲] شاخ مرجان نمود گلدسته
غمزه غارتگر دل و جان ها خنده تاراج دین و ایمان ها
گرد بر گرد خود چو زیور بست ماه را هاله ای ز اختر بست
شد خرامنده همچو کبک دری دل ربانیده تر ز حور و پری
همه رامشگران به او دمساز مطرب و چنگ و سازهٔ نای نواز
چون به کیموه مست ناز گذشت سوی آن غار دل نواز گذشت
همه رامشگران به راه گذاشت خود چو سرو سهی علم افراشت
شیخ زد سوی نصرالدین آواز غار را در ببند مگشا باز
خان که خواهد رسید راه زنی زهد ویران کنی و دین شکنی
چون به غار آمد آن پری پیکر بود در بسته حلقه زد بر در
گفت ای شیخ دین کرم فرمای میهمانی رسیده در بگشای
طالبی بر در تو سر بر زد که آسمان بر سپهاش بر سر زد
همه اسباب عشرت است مرا زر و اموال و مکنت است مرا
از هواها[۳] گسسته ام پیوند آرزو دارم آن که روزی چند

---

۱ نخ ا : بر ابرو ۲ حسب نخ ا : چون
۳ نخ پ : از همه ها

من و این غار و رو به خاک نیاز — تا نهانی برون نه گردم باز

شیخ از قهر بانگ زد بروی — ناز بر حسن می کنی تا کی

چند این مکر و عشوه پردازی — چند بر عصمتم تگ و تازی

نور رویت بخاک یکسان باد — سود حسن ترا به تاوان باد[1]

شیخ چون این بگفت و شد حالی — رنگ رویش چو پیر صد سالی

نورش از رو گذشت و زتن تاب[2] — رنگش از گل گذشت و رنگ آب

عنبرین موی او ز بی نوری — روی آورد سوی کافوری

شد دهانش چو گلخن حمام — چهره اش از شکن چو چهره خام

چشمش از چشم خانه ها با هم[3] — گرد گان در کوی قد فتاده دژم

بینیش سر کشیده تا به دهن — هر دو لب هاش شد فرو ز ذقن

ذقن افتاد تا به پستانش[4] — هر دو پستانش تا به دامانش[5]

دست او کج شد و پایش هم — گردن و پشت او خم اندر خم

اطلسش چون پلاس شد پر دود — زیورش هم چو آهن بد بود[6]

آفت غیب چون برو سر زد — سوی رامشگران قدم برزد

همه از خود ز روی او گشتند — ترس ترسان به سوی او گشتند[7]

۱ـ ح۱ = سود حسنت همه به تاوان باد

۲ـ ح۱ حب = نورش از روی رفت و ز تن تاب

۳ـ حه حد ح۱ حب = درهم ۴ ح۱ = تا گریبانش

۵ـ حب ح۱ = هر دو پستان به سوی دامانش

۶ـ حع = بد دود + ح۱ = مردود

۷ـ ح۱ = درزد ـ ح۱ = همه از خود زسوی او رفتند
ترس ترسان به سوی او رفتند

دام تزویر و مکر جا بفریب — می تنی چیند عنکبوت آسا
من مگس نیستم که رام شوم — بفریب تو ببندِ دام شوم
گفت حاشا نه من بمکر و فنم — چون فریبم که خاک در دهنم
دیدنِ شیخ آرزو دارم — از سرِ صدق گفتگو دارم
گفت رو رو که ناتوانم کرد — گنده بوی تو گنده جانم کرد
گفت از مشک تابه ام عنبر — از گلاب و عبیر و از اذفر
تن فروشسته ام چه گوئی تو — غم زده از کدام بوئی[1] تو
گفت جان تو پر عفونت هاست — لایق آتش و عقوبت هاست
گفت شه را قسم به جان من است — بلکه او زنده از روان من است
گفت او را سزد که سلطان است — تو به او جان او ترا جان است[2]
ما فقیریم در کهستان ها — آتش انگیخته به همه جان ها
خانمان سوختیم و وارستیم — دل به پروردگار خود بستیم
تو که بت صورتی و نگذارد — سجده بر تو برهمنی آرد
گفت آخر به من نگاهی کن — گفت بگذار و عزم راهی کن[3]
گفت دارم رخ چو ماه تمام — گفت بنما به عابد اصنام
گفت بین زلفم که بسودا مست — گفت در چشم من حسن خدا است
گفت لختم[4] خوش است شیرین است — گفت آن از تو رخنه در دین است[5]
گفت رو از درت نه گردانم — گر برون می رود ز تن جانم

---

۱ ول = سوئی. ۲ ول = تو به او زنده او ترا جان است
۳ ول = گفت او بگذر عزم راهی کن. ۴ ول = زشتم. ود = لختم
۵ ول = گفت آن از فتنهٔ دین است. وح = گفت آن رخنه از تو در دین است

حلقه زد بر درش به ترس و ادب[1] — کای ایها الشیخ ای تو خاص رب[2]
مفلسی بر درِ تو آمده ام — روسیاهی بر تو آمده ام
فاسق و مجرم و گنه کارم — وز عمل های زشت خود خوارم
پای تا فرق غرق عصیانم — مانده یکسو ز نورِ ایمانم
آمدم سوی تو به راه زنی — بی خبر برده ام ز فکر دنی
روبهی حمله گر به شیر کُند — شیر از زندگیش سیر کُند
سوختنی گر به قهر خود جانم[3] — من سزاوار آن دو چندانم
لیک از آنجا که بحر عمانی — خس و خاشاک را همی رانی[4]
از خسی گرچه ابلهی کردم — حیله سازی و روبهی کردم
تو که شیری به شیر حق نایب — فیض نورت به حاضر و غایب
مکن از فیض خویش مهجورم — ساز از عین لطف مسرورم
دوستان که ز من نفور شدند — خوار و زارم نموده دور شدند
نشوی گر تو هم کرم فرمای — وای بر دل من هزاران وای
این همی گفت با همه زاری — می نمود از دو دیده خون باری[5]
شیخ بر حال او کرم فرمود — گشت راضی از او خدا خوشنود[6]

---

۱. حب، حا = حلقه بر در زده به ترس و ادب
۲. حا = ایها الشیخ ای خاص الرب
۳. حج = سوختنی گر به قهر جان مرا
۴. حا = نمی رانی - حب، همی دانی
۵. حب، حا = از دو دیده درباری
۶. حب، گشت راضی خدا از او خشنود - حا = گشت راضی و هم خدا خشنود

بسکه در خوف بوده اند همه　　پرسشی زو نموده اند همه

کین سوای پیرزال گردیدی　　بانوی ما به هیچ جا دیدی

گفت آن خود منم چه شد بشما　　ماه سیمین تنم بنور وصفا[1]

همه[2] گفتند این سخن حاشا　　مگو ای پیره زال ژاژ خا[3]

تو چگونه بجای او گردی　　ای تو قربان پای او گردی

حسن او غارت جهان کرده　　روی زشت تو قبض جان کرده

تو مگر دیو و غول بودستی　　که از و نقد جان ربودستی

آمدی تا که می کشی ما را　　سرزده زان که بی هشی ما را

گفت نی آن منم خدای گواه　　باورم را کنید بهر خدا

سنگ برداشتند از هولش　　دیو پنداشتند یا غولش

بروی آنگونه سنگ وچوب زدند　　که به هر عضوهاش کوب زدند

دست تعدی کشیده برگشتند　　نیم جانش نموده بگذشتند[4]

بود بر خاک مدتی بی هوش　　نی خبر از خود و نه از بر و دوش

چون به خود آمد اندکی زان حال　　دید افتاده خویش را به وبال

کس ز یاران نه دید و دلداران　　گشت از دیده خون دل باران

هیچ سوئی چو غمگسار نه دید　　بی سر و پا به سوی غار دوید

۱ـ د ا = به نور صفا

۲ـ ب ج د ا = جمله گفتند. د ه = همه گفتندش

۳ـ ب = حال گو پیره ژال ژاژ خا

۴ـ ب = برگشتند

الله الله چه سوز و دردش بود | که تمنای او رسید به بود
مرقدش سنگ آستانهٔ شیخ | گشت از لطف بی کرانهٔ شیخ[۱]
خلق بروی روان چه خاص و چه عام | زان لگدکوب او رسید بکام

شهرت یافتن حضرت شیخ العالم

از هدایت یافتن لوئی و از غار برون آمدن و طالبان را به گوشه ها بنشاندن و خود بطرف بُمه زُو رفتن نزد بُمه سادھ

گشت مشهور قصهٔ لوئی | که زد از شیخ سر به مقبولی
خلق حیران ازین عجیب[۲] شده | فاسقی بین که با نصیب شده
بود در شهر و ده همین تقریر | مومنان شاد و هندوان دلگیر
زر بروی محک عیان گردید | شاه بر شیخ مدح خوان گردید
شیخ زان شهرتی که یافت تمام | بر شد از غار و در گسست این دام
حال او چون که بر زبان ها رفت | از کمالش چو داستان ها رفت
بی دل از روی اشتهار شده | به سیاحت برون ز غار شده
طالبان را به گوشه ها بنشاند | نصرالدین را به همره خود ماند[۳]
گاه در باغ و گاه در بیشه | هر دو از فا نظر و در اندیشه
دید آیات حق تعالی را | محو در دیدن تماشا را
رفته رفته ز سر زمین مِتَن | در گذشتند تا به نچه بون

---

۱ ح ۱ = این چه این لطف بی کرانهٔ شیخ

۲ ح ۶ ح ۲ = حیران این عجیب ۳ ح ۱ = خود خواند

کرد در باز و ساخت از نظری | حال او خوب تر ز خوب تری
پیش از اینش که حسن ظاهر بود | حسن باطن برو دگر افزود
پس پلاس سیاه در پوشید | به صفائی شده چو مردم دید
زهد ورزید کرد ورع شعار[1] | از گناه گذشته استغفار
یکدم از یاد حق نیاسودی | روز تا شب به یاد حق بودی[2]
شب ستاده چو شمع می افروخت | تا سحرگاه همچنان می سوخت
روز در صوم چون بسر بردی | شب به افطار نان جو خوردی
تا به دو هفته چون خیالی شد | ماه دو هفته اش هلالی شد
زان عبادت که سر زد از وی تام | نی به شب خواب و نی به روز آرام
بسکه ز آزرم در حیا بشتافت | نام خود را حیا ز مرشد یافت
گفت روزی به شیخ از سر درد | که چو گردم ز جسم فانی سرد[3]
آرزو دارم این وجود نژند | که شد آلوده از گنه یکچند
خاک گردد به آستانهٔ تو | از کرم های بی کرانهٔ تو
هیچ از مرقدم نشان نبود | چیزی از تربتم عیان نبود
خلق چون رو به درگهت آرند | فیض جان از در تو بردارند
بر سر خاک من گذار کنند | که لگد کوبیم شعار کنند
تا که از پایمالی ایشان | گردم از زمرهٔ وفا کیشان

۱ـ م۱ : زهد ورزید ورع کرد شعار
۲ـ مح : روز و شب را به یاد حق بودی
۳ـ م۱ مب : فرد

چون نشیند دمی به حبس نفس دیگ در جوش آیدش زان پس
پخته گردد برنج بر سر او[۱] هندوان زین کمال چاکر او
سی صد و شصت[۲] از بتان دارد هر دمی سر به پای شان دارد
بت پرستی است کار او شب و روز بر بتان اعتبار او شب و روز
عمر در بُت پرستیش[۳] رفته در همین شغل هستیش[۳] رفته
در عمل های کفر و جادو نام سرسا دوست بومه ساد و نام[۴]
شیخ چون حال او ز غیب بدید بلکه از ساکنان دشت شنید
گفت این کس اگر به دین آید در همه بندگان[۵] گزین آید
کرد حالی به نصر الدین اظهار که برو پوستی ز گاو بیار
می کنم سوی این برهمن روی بت گرم تا چه حق کند با اوی
او ز بازار پوستی به ربود تازه و تر که کشته آن دم بود
شیخ آن چرم را بدوش گرفت ره بر بت ساز و بُت فروش گرفت
پیش از آن او ز کشف های درون[۶] بود گفته به خادمان اکنون
ترکی از زمرهٔ مسلمانان رو نهد سوی من چو مهمانان
چوب گیرید و سنگ بردارید پیش از صحن خانه نگذارید

---

۱ ح ب = در بر او ۲ ح ن = بر
۳ ح ج ح ت ح د = مستیش
۴ ح ب ح ل = سرجادو و بومه ساد و نام. ح د = سرجا دوست بومه ساد و نام
۵ ح ا = دوستان.
۶ ح ج = پیش از این او به گفته های درون

چونکه آن چشمه سار را دیدند   صنعت کردگار را دیدند
چشمه چشمه چو فیض حق دیدند   دامن از چشمه سار برچیدند
یک دو روزی در آن نشیمن گاه   فیض گیران بارگاه اله
در زمان ساختند منزل را   به تماشای چاه بابل را
شیخ از آن جا به مه زو بشتافت   زانکه از راه باطنی دریافت
که در آنجا نشسته برهمنی است   همچو آئینه اش صفای تنی است[1]
به ریاضات شاق تن داده   در عمل های کفر آماده
هندوان و برهمنان دیار   رو نهاده به خدمتش بسیار[2]
راه دانی و ره نمائی هست   در ره کفر پیشوائی هست
سیر ناسوتیش عیان گشته   از لطافت تنش چو جان گشته
صبح دم از مزاج تا کمراج   غسل در پنج جا ز استدراج
می کند پیش از آن که مهر منیر   سر بر آرد ز مشرق تنویر[3]
پنج مشرب ولی نه هم پله است   بیست فرسنگ ره مفاصله است
در همین پنج جا به طی مکان   غسل دارد وظیفه در یک آن
در شبانروز که ثبوت وی است   هشت دام از برنج قوت وی است[4]
بر سر خویشتن می پزد آن را[5]   هیزمش کرده آتش جان را

۱ـ د۱ : که در آنجا هست براهمنی ...(؟) سان نموده قلب و تنی
۲ـ د۱ د۲ ب : هندوان دیار و برهمنان   در ره خدمتش نهاده عنان
۳ـ د۱ : عالم تنویر
۴ـ د۱ : هشت دانه برنج   ۵ـ د۱ = اورا

گفت ای از کمال جهل و غرور — مانده از قرب گاه وحدت دور

عمر در سنگ و بت پرستیها — صرف کرده به نادرستیها[۱]

این چه سنگ است و اینچه صورتهاست — دور از عقل و از بصیرتهاست

گر پرستد باین جماد کسی — یا نهد سر ز اعتقاد کسی

گاو را هم ز جمله حیوانات — آفریدند بهر مزروعات

تا زمین کسان بکارد او — هنری غیر ازین ندارد او

شیر او می کشی بخوشحالی[۲] — روغنش می خوری و نمی مالی

بول او از کمال بی هوشی — به تبرک چو شیر می نوشی

چون بسرگین او سرشت ترا — پاک از مشک و عنبر است ترا[۳]

گوشتش را حرام کردستی — پوستش بدلگام[۴] کردستی

جلد مرشد چو[۵] مرشد است نکو — لاجرم در بتان فگندم او

گفت ای ترک بت را بردار — گفتگوهای بیهده بگذار

چه بری تو ز گفتگو از من — هرچه خواهی دهم بگو از من[۶]

شیخ گفت از تو آرزو دارم[۷] — بهر آن با تو گفتگو دارم[۸]

---

۱ نسخہ ہ۱ اور ہ۵ میں مصرعوں کی ترتیب تقدیم و تاخیر سے ہے۔

۲ ہ۱ = می کشی شیر او به خوشحالی

۳ پاک از بوی عنبر است ترا ۴ تمام نسخوں میں "بدلگام" تحریر ہے جبکہ در اصل یہ "بل لگام" ہونا چاہیئے۔ ۵ ہ۵ = به مرشد

۶ ہب = تو برین بحث و گفتگو از من — هرچه خواهی دهم برو از من

ہ۵ = چه بری تو ز گفتگو از من — هرچه خواهی دهم برو از من

۷ ہج = شیخ گفتش که آرزو دارم ۸ ہ۵ = به تو آن بهر گفتگو دارم

رفتن شیخ العالمؒ در بتخانہ

پوست گاو را بر دوش گرفتہ و مجادلہ و مکالمہ نمودن بو مہ ساد همراہ شیخ العالمؒ

شیخ چون در رسید با فر و ہوش چمرۂ گاو را گرفتہ بہ دوش
ہیچ کس را نماند یارائی کہ زندی دم از توانائی
گفت پیری کہ بت پرست شما است در چہ شغل است و این زمان بہ کجا است
ہمہ گفتند کہ بہ تنہائی می پرستد بتان بہ پوزائی
شیخ شد در زمان بہ بتخانہ دید نقش و نگار شاہانہ[۱]
پوست از دوش بر بتان افگند شعلہ در جان ہندوان افگند
جست ہندو ز جای خود آزاد گوئیا شیر بر سرش افتاد
گفت ای ترک این چہ بد کردی ظلم کردی ولی ز حد کردی
کردی آلودہ جای پاکان را آتش انگیختی نیاکان را
گاو چون پیر ما و مرشد ما ست کشتنش از عداوت و حمد ست
چونکہ کشتنی و گوشتش خوردی پوستش در بتان چہ آوردی
جور و تعدی و دشمنی تا کی رخنہ در دین برہمنی تا کی

---

۱ اس کے بعد نسخہ ح میں دو شعر یوں ہیں اور پوست از دوش - الخ والا شعر نہیں ہے۔ چون درون رفت مرشد آگاہ پوست بگرفت گفت بسم اللہ
دم از لا الٰہ الا اللہ زلزلہ بر بتان فتاد آن گاہ
دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ یوں ہونا چاہیے: دم زد از لا الٰہ الا اللہ

نیست انکارِ من به وحدت او　　می کنم جستجوی قربتِ او
خود بدینی که روشنی دارد　　دین همین دین برهمنی دارد[۱]
رو به اسلام تو چه کار مراست　　بت پرستم همین شعار مراست
پوست آوردنت نه نیکو شد　　که مسلمانیت نه براو شد
نیست اسلام گاو خوردن بس　　پوستنش در بتان سپردن بس
پوست بردار گفتگو کم کن　　زخم دادی و سستی مرهم کن[۲]
گفت ای برهمن از کمال خودی　　بسکه از آگهی تو لاف زدی
بر حسب غرّه بر نسب گشتی　　دور از لطف و فضل رب گشتی
همه را ز آب و گل سرشت یکی است　　خلق را در نسب تفاوت نیست
در نسب بهتراند متقیان　　دزد اگر متقی شود چه زیان
لاف دادی که مرد آگاهیم　　آگهم از خدا نه گمراهیم
آگهی تو ولی ز قعر جحیم　　که بکفر آمدی بدو تقسیم
هر ریاضت که می کنی شب و روز　　بهره اش آتش است شعله فروز
خویش را مستعد کنی برنار　　تا نه از شرک بگسلی زنّار
بخدا و رسول رو آری　　هست کار تو عین بیکاری[۳]
گفت تو از چه گشته ای آگاه　　که من اندر جحیم یابم راه

۱ـ ح به: دین دین برهمنی دارد ح ۱۲: دینیِ دین برهمنی دارد
ح ۱: دین دینی برهمنی دارد.
۲ـ ح ۱۲ ح ۴: زخم دادی به دل به مرهم کن ح ۳: زخم داری به دل به مرهم کن
۳ـ ح ۴: مکاری.

گر[1] مسلمان شوی بصدق و یقین روی از کفر و رو نهی سوی دین[2]
بگو: ببنی خدای یکتا را روی آری بسوی مولا را[3]
بر سر وحدتش دهی اقرار کس نیاری شریکش اندر کار
واحدش دانی واحد خوانی رو به پیشش نهی و پیشانی[4]
در عبادات هر و را جوئی لیس شئی کمثله گوئی
بر محمد[ص] که او رسول ویست راه دین هذا قبول ویست
می کنی بر رسالتش اقرار بشکنی این بتان ناهنجار
برهمن شد ازین سخن در جوش سرخ شد رویش تا کناره گوش
گفت ای دزد کم عیار دغل در حسب دزد و در نسب اجهل
عمر در دزدیت بسر گشته خانه ها از تو در بدر گشته
چند سالی به غار بنشستی می نمائی به شیر هم دستی
من نه روباهم آمده از غار در بتانم نشسته شیر شعار
حمله[5] تو مرا اثر چه کند که با آگاه بی خبر چه کند
آگه ام از سماک تا به سمک خوانده ام جمله رازهای فلک
من مگر نیستم مقر بخدا[6] که شماری ز[7] مشرکم حاشا

---

۱ حد ا = گر ۲ حج = روی از کفر بر نهی سوی دین

۳ حب = بنده باشی به صدق مولیٰ را ۴ حج = سر به پیشش نهی به نادانی

۵ حب حد ا = حیله ۶ تمام نسخوں میں "مقر بخدا" لکھا ہے جو ظاہر ہے غلط ہے کیونکہ اصل صورت "مقرِّ خدا" ہے۔ بصورت دیگر مقر (بغیر تشدید) کا مطلب ترش یا کڑوا ہے۔ اور اگر مقرّ (تشدید کیساتھ) باندھا جائے تو "بہ خدا" سے مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ہے۔ ۷ حد حب ی تو

باغ و بستان و حور را دیدم / میوه‌زار و قصور را دیدم
شاه‌بازیم و آشیانهٔ[۱] ماست / که بهشتِ تو صحن‌خانهٔ ماست
هر زمان کاورم بدان سو روی / تازه گردد دماغ من زان بوی
شیخ شد در عجب که این چه بود / کافری در بهشت چون برود
لاجرم کرد امتحانش را / بنگرد تا صفای جانش را
گفت رو بگذر این زمان به بهشت / بهر من زان پاک سرشت
میوه خوشش ز جنس تربوزه / آر تا وا کنم بدان روزه[۲]
بنگرم سیر جان تو بکجاست / کر صفای نهان[۳] تو بکجاست
گفت گر بهر تو ز خلد برین / میوه ای آورم بدین آئین
عهد کن آنکه از تو بگریزم / پوست بردارم و نه استیزم
نکنم گفت گوی دین داری / ننگرم در بتان بقصد خواری[۴]
شیخ گفتا که عهد بر بستم / کن به ایفای وعده[۵] هم دستم

رفتن برهمن سادر بهشت

بابت آوردن میوه و شیخ العالم بدنبال او

زد برهمن ز غصه سر در جیب / کرد پرواز سوی عالم غیب
شیخ هم در زمان به دنبالش / رفت تا پی برد ز احوالش

---

۱ ه‍ ه‍ ه‍ ح = آستانهٔ

۲ ه‍ ب = بروروزه ه‍ ۱ = بدوروزه ۳ خ ه‍ ه‍ = درون.

۴ ه‍ ب = به دین خواری ۵ ه‍ ۱ = ایفای عهد

تو بجنّت روی بناز و سرور / من بآتش همی روم مقهور
گفت آذر ان که بحضرت باری / در عبادت شریک می آری
حق ترا جسم و جان و سر داده / تو سر خود به سنگ به نهاده[۱]
لاجرم قهر او چو افروزد / جسم و جان تو سر بسر سوزد[۲]
گفت من آتش ریاضت ها / بر فروزیده[۳] ام ز طاعت ها
که نه جسمم بماند نی جانم / آتش افتاده در نیستانم
چیست باقی ز من که می سوزد / شعلهٔ[۴] جان بمن بر افروزد
همه را سوختم[۵] به آتش تیز / نار دوزخ ز من کند پرهیز
گفت ای برهمن این گمان داری / جسم داری بجای جان داری[۶]
هر لطافت که کرده ای حاصل / بکثافت نموده ای منزل
تا تو از قید شرک برنائی / هم چنان بر قرار خود برجائی
ور تو اسلام را قبول کنی / آن لطافت دگر وصول[۷] کنی
جا کنی در بهشت اعلی را[۸] / بنگری نور حق تعالی را
گفت ای ترک از فریب تو من / بر نگردم به مکر و ریب تو من
گفتگوئی بهشت را بگذار / زان که من دیده ام هزاران بار

---

۱ ص ب = در داده ۲ ص ب = بر افروزد
۳ ص د = برورزیم از و طاعت ها
۴ ص ب = شعله نار برمن افروزد نخ = شعلهٔ من به من افروزد
۵ نخ ص = نه ۶ ص د = جسم داری به جان جان داری
۷ ص ب = حصول ۸ ص = درکنی جا بهشت اعلی را

گفت ای نوجوان شیرین کار   از چنین خواندنم تو دست بدار
غیر از اینم هر آنچه فرمائی   می کنم تا تو قفل بگشائی
گفت جز این کلید این زنجیر   نیست چیزی برو و سر خود گیر
ور نخوانی[1] تو دور شو زین در   ورنه کوبم ز زخم چوبت سر[2]
شد برهمن ازین سخن در تاب   ریخت از درد دل ز دیده گلاب
گفت ای نوجوان فرخ پی   از تو کی دارم این توقع کی[3]
دارم از تو توقع یاری   در چنین درد و غم مددگاری
گر من این کلمه را همی خوانم   شاید از تن رود برون جانم
گفت اصلاً هراس جانت نیست   گر نمیری و بیم آنت[4] نیست
گفت گر میهمان کند در گوش   طعنهٔ او برد ز جانم هوش
گفت این جا کدام کس داری   تنگ گشته از و نفس داری
او کجا تو کجا که گوش کند   فهم این راز کی سروش کند[5]
چون برهمن نه دید چاره گری   چاره نا چار شد ز کفر بری
لا اله بگفت الا الله   کرد اقرار بر رسول الله
قفل واگشت و در گشادی یافت   فتح از پاک اعتقادی یافت
چون درون رفت بانگ زد رضوان   هان و هان کیست هندوی نادان

---

١ ط۱ = نه خواهی ٢ ط۱ زانکه کوبم به زخم چوبت سر ط۲ تا نه کوبم ز زخم چوبت سر
٣ نسخہ ط۱ میں اس شعر اور اس کے مابعد کے شعر کے بدلے یہ شعر لکھا ہے
گفت ای نوجوان بخوش کاری   از تو دارم توقع یاری ٤ ط۲ و از انت
٥ ط۲ = فهم را از کجا سروش کند
ط۳ = فهم این راز کی به گوش کند

رفته رفته برهمن از سر درد — طی همه پرده های ظلمت کرد
تا که در عالم صفا سر زد — سوی خلد برین قدم برزد
دید در بسته قفل بر سر او — نوجوانی ستاده[1] بر در او
همچو دربان گرفته چوب به کف — تا نه بیگانه ای ز هیچ طرف
رو در آن[2] مرغزار پاک کند — ور کند در دمش هلاک کند
شد برهمن ز روی آن خسته — قفل و دربان چو دید در بسته
گفت ای نوجوان پاک سیر — چیست در بسته قفل چیست به در[3]
باز کن در که میروم به درون — دارم از غصه خاطر محزون[4]
ترکی امروز میهمان منست — چست[5] بسته کمر به جان منست
تربزه خواست این زمان از من — از ره بغض و امتحان از من
مرحمت کن به لطف در وا کن — به چنین میوه ام شناسا[6] کن
تا به آن ترک پر فسانه برم — سرخ روئی به این بهانه برم[7]
گفت تو کافری چگونه شود — که چو تو کافری[8] به خلد رود
کی شوی تو ز خلد برخوردار — بر جبین[9] قشقه در برت زنار
از ازل شد کلید این درگاه — خواندن لا اله الا الله
تو که زین کلمه دور تر هستی — همچو حلقه برون در هستی
تا نه خوانی تو قفل وا نه شود — حاصلت هیچ مدعا نه شود

---

۱ ح ب = نشسته . ح ج = شتافت ۲ ح ب = بدان
۳ ح ا و ح ب = چیست قفل به در ۴ ح ج و ح ب = پرخون
۵ ح ب و = سخت ۶ ح ب = تولا - ح ج = تماشا
۷ ح ا = روم ۸ ح ب ح ا = هندوئی ۹ ح ب ح ا = سرت

گفت بهر نمونه اشش خوردم — بود شیرین و پیشت آوردم

گفت بی بی دروغ می گوئی — سخن بی فروغ می گوئی

خیز اکنون طعام از پی من — آور ای راست گو به لطف [1] سخن

گفت چیزی که می پزم هر روز — خورده ام نیستم بدان فیروز

گر بفرمائیم دگر باره — می پزم در دمی به نظاره

گفت آن خود هنوز موجود است — هر که گوید دروغ مطرود است

گفت ای ترک خود دروغ زنی — بر سر من گناه خود فگنی

راتبه دیگ را برون کردم — شسته ام دیگ و سرنگون کردم

از کجا آن طعام موجود است — هر که گفت است باد پیمود است [2]

گفت رو رو بیار دیگ و ببین — تا شود کذب و راست تو ببین [3]

او ازین گفته خشمگین برخواست — غضب آمیز از زمین برخاست

دیگ آورد و پر طعام بدید — سر فرو برد و انفعال کشید [4]

شیخ گفتنش به کفر خود زدی — وه که از کذب بر [5] نمی گردی

به [6] بهشت برین درت بستند — از پی کفر جان تو خستند

تا نه اقرار بر خدا کردی — با رسول خدا صفا کردی

کی ترا قفل و در کشائی یافت — هر دو ز ایمان تو رهائی یافت

---

۱ حب حو : به لفظ سخن ۲ حب : هر که گوید دروغ مطرود است

۳ حا : تا شود کذب تو درست ببین

۴ حد : انتقام کشید

۵ حا : بد ۶ حا : در بهشت حب : بر بهشت

چیست در خلد جاودان کارش / وانه گسسته هنوز زنارش
باغبانی فراز او آمد / رشته اش را به جستجو آمد
دید چون رشته های او بارش / از بغل در کشید زنارش
گفت اکنون چه آرزو داری / می دهیمت[1] بهر چه رو آری
گفت یک تربزه خوش و شیرین / لطف فرما و بگذر از سرکین
باغبان تربزه به او آورد / خویش را به جستجو آورد
پاره ای از میانه اش ببرید / برد سوی دهان و پس بخشید
گفت ای باغبان چه کردی تو / کردی آلوده بسکه[2] خوردی[3] تو
گفت آوخ هنوز در کفری / کی مسلمان شود ز فضله بری
فضله را پیش خود نهاد و گذشت / تربزه سوی او بداد و گذشت
در زمان او ز جیب سر برداشت / تربزه پیش میهمان بگذاشت
شیخ گفت آن چه وعده کردی تو / کردی[4] ایفا به پای مردی تو
خورده باشی هزار محنت و درد / کرده باشی ز بهر این ناورد
گفت رنجی نه دیده ام حاشا / نی به دردی[5] رسیده ام حاشا
سر به باغ نعیم چون بردم / تربزت را بریده آوردم
گفت آن پاره اش کجا کردی / به که دادی چرا نیاوردی

۱ـ ح ب : تا دهیمت ۲ـ ح و : این که ۳ـ ح : کردی
۴ـ ح : شیخ گفت این چه جهد کردی تو / آفرین ها به پای مردی تو
و : گفت شیخا چه خنده کردی تو / گفت ایفا به پای مردی تو
۵ـ ح و : نی به دردی کشیده ام حاشا

مگر آن گرگر این بتان گویند　　آنچه تو گفته ای همان گویند

اشارت کردن شیخ بسوی بُتان

وهمه کلمهٔ شهادت برزبان راندن و مسلمان شدن بوم‌ساد

و ملقب شدن به بابا بام الدین

شیخ سوی بتان اشارت کرد　　همه را صاحب بشارت[1] کرد

همه دُرهای معنوی سُفتند　　وحده لا شریک له گفتند

فارغ از ظلمت و کدر[2] گشتند　　بر رسول خدا مقر[3] گشتند

بانگ برزد برهمن از سر درد　　بر سرشان و رو به ایشان کرد

که چرا تا به حال هیچ کسی　　وانه کردید زین سخن نفسی

همه گفتند ما حجر بودیم　　که ز گفتار بی خبر بودیم

بر سر راه و ره گذار ما را　　می پلیدند[4] گاو و خر ما را

گه سگی پا گشوده بگذشتی　　بول بر ما نموده[5] بگذشتی

ناگهان تو ز راه بگرفتی　　صورتی ساختی به اشگفتی

می نهی پیش[6] ما به سجده سری　　نی زما نفع و نی زما ضرری[7]

ما همه سنگ های ره گذریم　　نیست شانی به ما همان حجریم

---

[1] ب: بصاوت [2] ح: مغفر

[3] مصرع هذا میں بھی مقرّ کو مقر (بغیر تشدید) باندھا ہے.

[4] ح ب: می پلیید گاو خر ما را [5] ب: گشاده [6] ح ب: من

[7] ح ب: نی ترا نفع و نی زما ضرری. د: نه زما نفع هست نه ضرری

باغبان چون ترا گرفت به قهر / ریخت از قهر خود بکام تو زهر[1]
تا نه زنّار بر کشید ترا / سوی خلدت نیارمید ترا[2]
تربزه چون برید[3] پاره ای او / برد برلب پی نظاره ای او
گفتی او را که کردی آلوده / پاره را او ز غصه بربوده[4]
تا مسلمان نگشته ای آنجا / ره نه بردی به تربزه حاشا
پیش من آمده به انکاری / این چه کذب[5] است و این چه گفتاری
گفت تو از کجا خبرداری / کآگهی از من این[6] قدر داری
شیخ زنّار او به او بسپرد / پارهٔ تربزه به تربزه برد
چون برهمن به دید حیران شد / گشت مبهوت و هوشش از جان[7] شد
سر فرو برد از پشیمانی / رفت در ورطهٔ پریشانی
شیخ گفتش چرا شدی مبهوت / لب گشا تا به چند مهر سکوت
که به تصدیق دل مسلمان شو / کفر بگذار و عین ایمان شو
گفت آری یقین من این شد / که ز دینت عدم همه دین شد
دین تو ناسخ همه دین هاست / منهدم ساز جمله آئین هاست
نیک شرمی ازین بتان دارم / که همه عمر انس شان[8] دارم
راضی ام من به زیردستیها / بر نه گردم ز بت پرستی ها

---

١ ب: به سوی تو زهر ٢ ج: ره نه بردی به تربزه حاشا
٣ ج: درید ٤ ب: پارهٔ او ز غصه بربوده
٥ ب و: کفر است ٦ ب: این خبرداری
٧ ب ج و: جان ٨ نسخهٔ ا اور نسخهٔ ج میں مصرعے تقدیم و تاخیر
سے موجود ہیں۔

کرد محو از همه صفات او را — متجلّی به نور ذات او را
چون سلوکش ره کمال گرفت — قطره با بحر اتّصال گرفت
پس به ارشاد خانشینش کرد — که مسمّی به بام دینش کرد
آن چنان دست در عبادت زد — که سر از عالم سعادت زد
خرق عادات بسکه پی در پی — سر همی زد زمان زمان از وی
زان کرامات اشتهار گرفت — لاجرم انزوا به غار گرفت[۱]
چند سالی به غار تنها بود — دل نهاده به ذات یکتا بود
چشمهٔ آب هم در آن غارش — گشت ظاهر ز فضل دادارش
پس به ارشاد خلق شد مأمور — تا رساند به طالبان آن نور
لاجرم او ز غار سر بر زد — مهر تابان علم ز خاور زد
راه گم گشتگان تیه ضلال — ره نما شد براه خیر مآل
ای بسانی بصیرت و اعمی — که شدند از صفای او بینا

گرفتار شدن بابا بام الدین

بدست دو تن از خاصگان سلطان برلاس بیگ و هدایت یافتن ایشان

روزی از روزهای نوروزی — بود خلقی به عشرت اندوزی
آن یکی سیر بوستان می کرد — تازه از بوی گل روان می کرد
وان دگر گام زد به عشرت و کام[۲] — بر سر سبزهٔ زمرّد فام

---

۱ در ن: لاجرم منزلی به غار گرفت ۲ در ن:
وان دگر گام زن به عشرت کام.

متکلم به یمن شیخ شدیم   دم ز یکتائی خدای زدیم
تو هم از کفر خود مبرا شو   رو به حق آر و خاص مولا شو
شد[1] برهمن ز دیده خون ریزان   خاک بر فرق خود ز غم بیزان
از سر صدق دل سخن کوتاه   لااله بگفت و الاالله
چون به یکتای خدا دم زد   دم ز مهر رسول اکرم زد
اشک ریزان ز سینه می زد آه[2]   دیده بر پای مرشد آگاه
گفت ای شیخ دین کرم فرما   مجرمی را گره ز کار گشای
همه عمرم به بت پرستی رفت   مایهٔ من به ننگ دستی رفت
گر نه لطف تو دستگیر شود   از سیاهی رخم چو قیر شود
پیش حق شو تو عذرخواه مرا   تا ببخشد همه گناه مرا
ورنه خسران فتاده و نادانم   پای تا فرق غرق عصیانم[3]
سنگ برداشت بت شکن گردید   سنگ را بین که سنگ زن گردید
تا محبانش مداومت کردند   هم به ایمان متابعت کردند
هر یکی چون گسست زنّاری   شد ز زنّار طرفه انباری
هر یکی سوی دین چو راه گرفت[4]   دیرشان طرز خانقاه گرفت
شیخ دین چند گاه آنجا بود   ره نما خلق را به مولا بود
تربیت ها به قوم ساده کرد   پاکش از کفر و شرک جادو کرد[5]

---

۱ ه گ = گشت   ۲ ه ب ه د = زسینه برزد آه
۳ ه ا = کفرانم   ۴ ه ک = سوی دین راه گرفت
۵ ه ا = پاکش از شرک و کفر و جادو کرد

لاجرم همچو شیر ناب شده — هرکه بویا تر از گلاب شده
چون که ایشان کمال او دیدند — پس به تکریم از او بپرسیدند
کای بزرگ زمانه نام تو چیست — نام آن مسکن و مقام تو چیست
از کجائی چه نام داری تو — که این چنین احترام داری تو
گفت در بومه زو مقام من است — بومه ساد و به کفر نام من است
تا بر افروخت نور اسلامم — گشت بابای بام الدین نامم
هر دو از جان شدند مولایش — سر نهادند بر سر پایش
کز ما آمده بسی تقصیر — لطف کن لطف عذر ما بپذیر[1]
ما ندانسته ایم شان شما — رنج دادیم گریه[2] جان شما[3]
لطف فرما و مکرمت ها کن — چشم لطفی به جانب ما کن
از کرم گر تو چشم[4] نگشائی — سر کشد کار[5] ما به رسوائی
شیخ دین چشم مکرمت بگشود[6] — هر دو را عارف خدا بنمود
هر دو کردند ترک دنیا را — رو نهادند سوی مولا را
مست از بادهٔ شهود شدند — فارغ از بود و ز نبود شدند
آن یکی را که کرد اکرامش — کرد بابا شکور الدین نامش
مسکن او به قریهٔ توراشت — چو کلیمی ز طور پر نور است

---

۱ م۱ = لطف کن زود عذر ما بپذیر
۲ م۲ م۳ م۱ = ردیف 'ترا' بجای 'شما'
۳ م۱ = بس ۴ م۱ = لطف ۵ م۳ = ها
۶ م۱ = شیخ دین چشم از کرم بگشود
۷ م۲ م۱ = طور

وآن دگر بر کنارهٔ جیحون … به تماشای موج گوناگون
وآن دگر از شمیم باد بهار … مشک افشان چو طبلهٔ عطار
رخت بابای بام الدین تنها … به تماشای دشت و کشت و هوا
گفت[۱] نیز او را به صحب کبار … که بپوشید تن ز باد بهار
تازگی می دهد به جانِ شما … عطر پرور کند روان شما
بود بابا روان به نور و صفا … مهر آسا به محفل[۲] خضرا
دو کس از خاصگان شاهنشاه … با همه جاه می شدند براه
هر دو بالای اسپ تازی ها … می نمودند جلوه سازی[۳] ها
پای تا سر لباس زر بسته … شمله و شال در کمر بسته
آن یکی نامزد[۴] به میر رجب … وان دگر شو که میر داشت لقب
هر دو از زمرهٔ جفا کیشان … گشت بابا ملاقی ایشان
بر سرشان سبوئی از می ناب … بار کردند که برو بشتاب
او سر دوش چون سبو بگرفت … اسپ را پیش پو[۵][۶] بگرفت
گشت مجروح تازیانهٔ شان … تا رساند آن سبو به خانهٔ شان
چون که ایشان بروی مسند ناز … بنشستند با همه اعزاز
جام و مینا به دست او دادند … که بده می کشا سبو را بند
شیخ دین باده را چو ساقی شد … باده را نور او ملاقی شد

---

۱ ا: گفت بابا۔ حاشیہ میں گشت بابا
۲ ت ب ا د: محمل ۳ ب: ترک تازی ها ۴ ا: مشتهر
۵ د ا ت: او ۶: د ب ت: دو

شیخ چون دید خلق را مضطر ... از جفای ستیز[1] استمگر
داد آواز سوی آن سرهنگ ... که اندکی سرد شو مگردان چنگ
چند جور و ستم به خلق خدا ... چیست حاصل ترا ازین سودا
چیست سود تو زین ستم کردن ... دین و عقبی همه عدم کردن
گفت، گفت این چنین خداوندم ... بخود این طرح ظلم نفگندم
صاحب من که جور می خواهد ... زر از ایشان به زور می خواهد
فارغ از سود و مطلب خویشم ... تابع امر صاحب خویشم
شیخ گفتا که کیست صاحب تو ... که به این شیوه گشت راغب تو
گفت آن کس که او معونت من ... می کشد بهر قوت و کسوت من
خورد من می دهد به شام و پگاه ... کسوت تازه تازه خاطرخواه
گفت ای احمق این چه بی خردیست ... این چه خذلان این چه بی بصریست[2]
صاحبت اوست که ترا جان داد ... هر دمت نعمت فراوان داد
سمع داری از او بصر داری ... تاب تن قوّت کمر داری
لحظه لحظه ز حضرت بی چون ... می رسد فیض های گوناگون
تا که ادراک و هوش و عقل و توان ... بر تو جاریست هم چو آب روان
تو شده بی خبر ز احسانش ... دور مانده ز امر و فرمانش
ظالمی را که صاحبش خوانی ... هست مقهور قهر یزدانی
بهر او خلق را دهی آزار ... از خدا ترس و دور شو زین کار
شیخ زین سان تلطفش می کرد ... وز ره دل تصرفش می کرد

۱ـ صب، ص۱ : جفاوستیز ۲ـ صب : این چه در بدلیست

وان دگر کس که مست مولا شد | او به بابا رجب مسمی شد
دور از خود به حق مقارن شد | خلوتی چون به ناگه نارن شد
گر اجل داد فرصت سخنم | ذکرشان بعد ذکر شیخ کنم

هدایت یافتن کام دیو

در وتاری گام از حضرت شیخ العالم رح و ملقب شدن بابا قیام الدین

شیخ آن قریه را گلستان کرد | چون مصفا ز بت پرستان کرد
منهدم شد چو دیر رهبانی | بتکده زو گشت مکهٔ ثانی[1]
شیخ از آن جا به قریهٔ دیگر | زد لوا چون شمیم باد سحر
همرهش بود نصر الدین بابا | صایم الدهر و خادم الفقرا
هر دو با صد نشاط می رفتند | با همه انبساط می رفتند
تا رسیدند در وتاری گام | به فروزندگی چو ماه تمام
اهل آن قریه گشته یک جا جمع | سینه سوزان[2] و اشک ریز چو شمع
تنگ دل از جفای سرهنگی | که همی کوفت[3] شان به هر رنگی[4]
گه شکستی به سنگ پای یکی | گه بچوب ستم قفای یکی
هر کجا زخم تازیانه زدی | اثر آن چو تازیانه شدی
همچو شیری که در رمه افتد | تشنه بر خون هر همه افتد
بود آن ظالمان بچوب و بسنگ | تشنهٔ خون شان چو شیر و پلنگ

---

[1] ف ... = کعبهٔ ثانی [2] ه ب = کوبان
[3] ه = گفت [4] ه ب = به یک رنگی

بر سر چشمه حجره ای برپا کرد از شاخ های بید و گیا
تا ز آسیب برف و بارانش سایه گاهی بود زمستانش
اندر آن حجره در عبادت شد پای تا فرق عین طاعت شد
روز در صوم و شب پی افطار بگیاهای تلخ ساخت[1] شعار
هم چو موی تن نزارش شد دل شگفته چو نوبهارش شد
جسم او جان و جان او شد نور چشم بد دور هر دو عین سرور
خواب و بیداریش یکی گردید سکر و هشیاریش یکی گردید
مدت العمر بر[2] همان چشمه با همه بود مجتنب ز همه[3]
شاخ آن حجره چون درخت شدند زان نکو بخت نیک بخت شدند
آن درختان هنوز برپایند سر به اوج فلک همی سایند
برهمان چشمه سار مدفون است مطلع فیض نور بی چون است

هدایت یافتن دو دختر آهنگر

که نام یکی دت و نام دیگری دت بود

شیخ کار قیام الدین چو تمام کرد و بگذشت از و تاری لگم
به دگر قریه ساخت منزل را به دگر جا فگند محمل را
منتظر بر رهی دو دختر دید به فروزندگی چو اختر دید
نور پاکی ز روی شان لایح شرمناکی ز بوی شان فایح

---

۱ ح۱ = کرد ۲ ح۲ = در ۳ ح۱ = یافت فیض صفات و ذات همه
۴ ح ب ح۵ = در ۵ ح۲ ح۳ ح۱ = دو

تا که سرهنگ زاده از سر درد | گریه سر کرد و شد ز دنیا مرد
سر همی زد به گریهٔ جان کاه | بر سر پای مرشد آگاه
که خدا را نگر به چشم کرم[1] | کز کلام تو سوخت شد جگرم
شعلهٔ آتشی زدی[2] در من | آب رحمت کنون فشان بر من
شیخ از مکرمت نظر کردش | نظر کیمیا اثر کردش
مس قلبش طلای احمر کرد | تیره خاکش به یک نظر زر کرد[3]
حبذا این چه قسمت ازیست | این همه[4] فیض نوربجم یزیست[5]
هر کرا خواست ایزد دادار | یافت اندر حریم وحدت بار
شیخ سرهنگ را که شاه نمود | زر خالصش به یک نگاه نمود
از پدر کام دیو ناهش بود | شیخ بابا قیام الدین فرخود
پس اشارت به خلوتش کرده | امر سوی مشقتش کرده
گفت در دیده مرهم از بالا | چشمه‌ای هست در کمال صفا
آنکه شهره به چشمهٔ شیر است | مسکن خوب و جای تنویر است
بر همان چشمه رو توکل کن | به خداوند خود توکل[6] کن
به ریاضات شاقه خاضع شو | به گیاهای تلخ قانع شو
نفس دون را ز دشمنی افگن | این عدو را به رهزنی افگن
رفت بابا به امر و ارشادش | بر همان چشمه کو نشان دادش

---

۱ ر ا: که خدا را مگر به فضل و کرم ۲ ر ا: روان در من
۳ خ: مصرعوں کی ترتیب تقدیم و تاخیر کے ساتھ ہے
۴ ر ب: که همه ۵ خ: قافیه ازل است اور یزل است ہے
۶ را رب: توشکل

گفت انگشت را چو آب زنند — گر به تعجیل در کجاوه کنند[1]
پس به انگشت آتش افروزد — هم رسن هم کجاوه می سوزد
لاجرم دیر می رسند این جا — بل ز جان سیر می رسند این جا
در به آهستگی کنند این کار — زود تر می رسند کارگذار
شیخ بر هر دو مرحبا فرمود — از سر مرحمت دعا فرمود
از دعایش ز اولیا گشتند — وز نگاهش ز اتقیا گشتند
هر دو شاگرد خاص حضرت شیخ — هر دو مست از مئ محبت شیخ
دل به دنیای پر الم نه زدند — جز به یاد خدای دم نه زدند
مدت العمر گوشه گیر شدند — فیض گیر از لقای پیر شدند
بر سر ذره ها چو مهر منیر — پرتو افگن شود ز نور کثیر
ذره ها فانی از وجود شوند[2] — محو و مستغرق شهود شوند[3]
نظر شیخ مهر انور بود — ذره ها یافتند نور شهود

بابا سنزن ریشی

و مستفید شدن او از نظر شیخ العالم

شیخ آن قریه را چو نور افگند — رخت در ویرناگ و ڈور افگند
دید آن سو به بیشه ای تنها — عابدی در درخت ساخته جا
کرده در جوف آن درخت نشست — در عبادات و در ریاضت مست
شیخ پرسید از او به لطف تمام — نام تو چیست پیشه تو کدام

---

۱ نخ = زنند ۲ نخ ده = شدند

هر دو لایق به کنج عرفانی — هر دو فایق به سرّ یزدانی[1]
گفت ای دختران پاک نهاد — حق شما را جزای خیر دهاد
بر سر ره چه می کنید این جا — انتظار که می کشید[2] این جا
آن یکی گفت که ایها الاستاد — وی مزیّن به خلعت ارشاد
ما که این جا به راه منتظرایم — منتظر هر دو[3] از پیٔ پدرایم
گفت آن ها[4] کدام سو رفتند — بچه مطلوب و آرزو رفتند[5]
گفت مایان ز قوم حدّادیم — که در آهنگران[6] ز استادیم
پدر ما سوی یلاق شد ست — بهر انگشت سر به بیشه زد ست
منتظر بهر او سر راهیم — که پدر[7] را عزیز و دل خواهیم
گفت کی می رسند شان ز یلاق — ای بمانده به سوی شان مشتاق
گفت تعجیل گر به کار کنند — دیر تر این طرف گذار کنند
ور نمایند کار آهسته — زود تر می رسند و برجسته
شیخ فرمود اینچه منعکس است — که شتابی دلیل زود رسی است
هر که در کار می کند تاخیر — دیر تر می رسد علی التقدیر[8]
چیست بر عکس گفتگوی شما — ای صفا منجلی به روی[9] شما

---

۱ خ، د، ب، ص = قافیه اور ردیف "عرفان را" اور "یزدان را" ہے
۲ د، ب، ا، ف = برید ۳ ا = مانده ۴ ص، ا = اونها
۵ ا = به کجا و چه آرزو رفتند ص = به کجا در چه آرزو رفتند
۶ د = آهنگری ۷ ف، ا، ب = هر پدر
۸ ر، خ، ب، د = علی التقصیر ۹ ا، ص = ز

شد به نور و صفای درویشی — خلوتی در یون سزن ریشی
جای دیو و پری بود آنجا — با همه جنگ می نمود آنجا
گاه دیوی ز دیوهای مهیب — جلوه گر می شدش به شکل عجیب
گر به نخوش صورتی پری زادی — جلوهٔ حسن سوی او دادی
لیک ریشی که کوه تمکین بود — نه شد از جا چو کوه سنگین بود
به عبادات و در ریاضت ها — بود مشغول ورد و طاعت ها
رخت بربست و کفر شد معدوم — او چو یا حی بگفت و یا قیوم[۱]
همه از نور دین شدند آگاه — او چو یا نور گفت و یا الله
تا به سالی همه مسلمان کرد — همه را منجلی به ایمان کرد
از تولای مرشد کامل — صاحب فیض گشت و صاحب دل

هدایت یافتن جوان ها

که نمک بردوش گی فته برای رمه به ییلاق می رفتند

شیخ ریشی چو از درخت کشید — به دگر قریه باز رخت کشید
دید در ره[۲] گذر سه چار جوان — بار بردوش و تیز تیز دوان
آن یکی[۳] از کمال استعداد — نور عشق از رخش صفا میداد
شیخ پرسید کای نکورویان[۴] — بشتابندگی همه پویان
چیست این بارها[۶] بدوش شما — بکجا می شوید ره پیما[۵]

---

۱ م ۸ : کفر از کافران شدی معدوم — او چو یا حی زدی یا قیوم
۲ م سبز ۶ : بر ۳ م ۱ س ۶ : در ۴ س ۷ : انبار
۵ م ۸ س ۷ : یکه ره می روی به هوش شما

گفت نامم سرزن گذاشته اند | که به نسّا جیمم بداشته اند[۱]
بود بافندگی مرا چون کار | رو نهادم به حضرت دادار
رفت سالی درین درِ ختم من | در عبادت فگنده رختم من
شیخ گفتا که هر که بافنده است | سوی مال کسان شتابنده است
همه بافنده دزد یافته ام | بس که در شهر و ده شتافته ام[۲]
از چه دادی درشت را آزار | کردی او را کواک (؟) و سینه فگار
می نشستی اگر تهِ غاری[۳] | نه رسیدی جفا به جان داری
چونکه نام تو خوب و دلجوی است | که به معنی سُرزن زنیکوی است
بهر نامت ازین گناه شدیم | به خداوند عذرخواه شدیم
رو ازین جاده در بون بنشین | متوکّل به ذوالمنن بنشین
ساکنانش چو بت پرستان اند | از سر کفر پُر ز دستان اند
شاید از یُمن تو به دین آیند | در رهِ[۴] دین حق قرین آیند
گفت ای شیخ دین به امدادت | وز فیوضات نور ارشادت
گر من زار یک نظر یابم | بر همه خصم ها ظفر یابم
گفت غم نیست رو به مولا کن | دل به پروردگار یکتا کن
حاضر و ناظر و مبینش دان | حافظ و ناصر و معینش دان[۵]
بر کرم های او توکّل کن | بگذر از خود بدو توسّل کن[۶]

---

۱ مخ، مد۱: گذاشته اند ۲ مد: مصرعے تقدیم و تاخیر کے ساتھ ہیں: مد: ردیف 'ایم'، ۳ مب: خاری ۴ مد: دزده

۵ مد۱: حاضر و ناظر و معینش دان | حافظ و ناصر و مبینش خوان

مد۵: حاضر و ناظرش مبینش دان | حافظ و ناصر و معینش خوان

۶ مخ مد: توصل

شهره در خلق و نیک کیشی شد — نامزد او به سنگ ریشی شد[۱]
شد به امداد شد آگاه — محرم راز خاص حضرت شاه
مدفن او به کوه دارا شد — آنکه از پهاگ آشکارا شد

زاد و بوم حضرت بابا زین الدین

بود در کشتوار مهر روئی — متوطن به خلق نیکوئی
اصلش از راجه های باندرکوٹ[۲] — زاد و بومش همان و جای ثبوت[۳]
بود خلقی ز خلق نیکویش — گرد دیده[۴] ز هر طرف سویش
خلق چون رو به سوی او کردند — حاسدان گفتگوی او کردند
بود عم زاده ای عدو او را — چون که دیدند آن علو او را
حسد افزود و کین در افزون شد — هر یکی تشنه اش سر خون شد
تا شبی سر زده ز روزن او — سر جدا ساختند از تن او
لاشه اش را چو غرق خون کردند — شمع را کشته سر برون کردند
صبح دم سر چو مهر انور زد — شور و غوغا ز خانه اش سر زد
زنش از غصه روی خود می کند — هم بسر پنجه موی خود می کند
پسری داشت یاز ده ساله — ریخت اشک از دو دیده چون ژاله
چون زخویشان کمال بیرحمی — بل همه خون فشانی و ستمی[۵]
کودک و مادر آن همه دیدند — دامن از خانه و وطن چیدند

---

۱ که مسمی به سنگ ریشی شد
۲ موجوده بهندار کوٹ ۳ در ب = سکوت
۴ در نخ ب و د = گرویده ۵ در نخ = بل زخویشان بخونی و ستمی

آن یکی گفت ای نکو آیین / ای ز زوی تو نور عشق مبین
رمهٔ ماست در یلاق همه / از گیاهای تازه[1] چاق همه
چون از آنها بماست حق نمک / نمک از بهرشان بریم اینک
دو سه روزی که آن طرف هستیم / زادِ راهی به بار بربستیم
بار ما زاد راه ما دارد / قوت شام و پگاه می دارد
شیخ بر جمله آفرین ها کرد / بوسه بر دست و بر جبین ها کرد[2]
کای جوانان به پهلوانی ها / زاد راهی به این گرانی ها
بهر روزی دو سه چو بار شماست / بهر عقبی چگونه کار شماست
توشهٔ راه آخرت چه قدر / کرده باشید بار بهر سفر
زان که راهش دراز و دور بود / توشه اش هم چنان ضرور بود
آن جوانان ز سینه آه زدند[3] / زین سخن سر به خاک راه زدند
آن یکی بی خبر به خاک افتاد / زانکه[4] بودش ز عشق استعداد
همه از دوش بار افگندند / دست از کار و بار افگندند[5]
ترک دادند کار دنیا را / رو نهادند سوی مولی را
هر یکی منزوی به یک گوشه / گشته بود از ریاضتش توشه
آن یکی سرگروه ایشان شد / سر ایشان نیک کیشان شد
در ریاضات شاقه چون سر زد / از سعادت به فرق افسر زد.

---

١ خج = تلخ
٢ مل = بوسه شان برکف چنین ها کرد
٣ مد = زده ٤ مند مط مد = آنکه
٥ مد = افشاندند.

هیچ ماتم زده چو من نه بود | زار و افگار و دل حزین نه بود
این همی گفت و خون دل میراند | اشک خونین ز دیده می افشاند
ضعف بیمار روز افزون شد | حالش[1] از مضطری دگرگون شد
بود بر[2] بستر ممات او را | نفسی چند باقیات او را
عارف بارگاه صدق و یقین | قطب الاقطاب شیخ نورالدین[3]
کرد از راه باطنی معلوم | لطف ایزد به کودک مظلوم
کین پسر از کمال استعداد | می نشیند به مسند ارشاد
گردد از خاصگان ایزد پاک | سر بر آرد به اوج نُه افلاک
صاحب فیض ذوالعیان گردد | سر و سر خیل عارفان گردد
لاجرم شیخ دین به طی مکان | رفت در کشتوار در یک آن
سوی بیمار چون که سر بر کرد | خانهٔ هندوان منوّر کرد
جست از جای مادر بیمار | شیخ به نشست بر سر بیمار
دید او را نحیف و زار شده | از ضعیفی به احتضار شده
گره از دُرج گوهری[4] بکشود | مادرش را به مکرمت فرمود
چیست احوال طفل بیمارت | چیست زین گونه گریهٔ زارت
گفت ای صوف پوش صافی نوش | خرقهٔ صوفیانه است بر دوش
حال و دردی که او عیان باشد | کی برو حاجت بیان باشد
شوهرم کشته شد به تیغ ستم | کودکم مستعد به سوی عدم
من از این درد و غم که افگارم | چکنم گر نه خون دل بارم

۱ه ده = جانش   ۲ه ب = در
۳ه خج = عارف بارگاه یزدانی   قطب اقطاب شیخ نورانی
۴ه ا ب = گوهرین

به دگر جا مهاجرت کردند — بر الم‌ها مصابرت کردند
بوده اند آن دو غم زده باهم — روز در گریه شب به درد و الم
آن پسر که سپهر رامش بود — راحهٔ زینه سنگ نامش بود
شوکت مهتری و فرشهی — بود از طلعتش عیان زمهی
بود مادر چو مهربان او را — می بپرورد همچو جان او را
خاصه ز آسیب دشمنانش را — بود هر لحظ پاسبانش را
گر دمی رو به هیچ سو کردی — در زمان جستجوی او کردی
یک دم از خود جدا نمی کردش — هیچ جائی رها نمی کردش
ناگهان از مشیت باری — رو نهاد آن پسر به بیماری
تپ محرق چنان گرفت او را — کاتشی بل به جان گرفت او را[1]
شد چو موی تن نزارش را — چون گل زرد گل عذارش را
روز در درد و شب به بی خوابی — بود از احتراق و بی تابی
آن چنان ضعف کرد جا به تنش — که نه مانده امید زیستنش
مادرش زار زار خون می ریخت — از مژه[2] لخت دل برون می ریخت
روز و شب سرزده به بالینش — گریه و نوحه بود آئینش
گفت ای وای هر کجا سنگی — [3]سر زند زخم او ست بر لنگی[4]
ماتم شوهر آن که جانم سوخت — نی همین جان که خانمانم سوخت
ماتم دیگرم سپهر افگند — صاعقه بر سرم ز قهر افگند

---

۱. م۱ مب = کاتشش آن به جان گرفت او را
۲. مب مد م۵ = جگر ۳. م۱ = سر زند زخم آن‌نه به پالنگی
۴. م۵ = سرزده ۵. م۱ = شوهرم که

مادر او چو شیخ را دریافت / چاره جویان بسوی او بشتافت
کای فقیر ای شفای بیماران / وی دعایت دوای بیماران
به دعای امید وارم کن / چارهٔ این یتیم زارم کن
گفت چون خلف وعده کردی تو / لاجرم پای بند دردی تو
گفت ازین درد و رنج و بیماری / گر کنون از دعا برون آری
از سر عهد خود نه بر گردم / در بگردم ازین بتر گردم
شیخ چون عهد را درستی یافت / باز بیمار تندرستی یافت
همچو سرو سهی ز جا برخاست / با تنومندی و صفا برخاست
شیخ غائب شد از سر ایشان / رفت در زمرهٔ صفا کیشان
رو به بابای بام الدین آورد / در سخن درج گوهرین آورد
که به پیش تو بعد روزی چند / مادر و کودکی رسد دل بند
اول ایشان به نور دین افروز / کافران اند راه دین آموز
پس نشان هر دو را به خوش جائی / دل دهی ها کن و دل آسائی
هر دو را احترام و عزت کن / قوت شان از سر مودت کن
حضرت شیخ هر چه می گفتش / او به جان و دل آن پذیرفتش
شیخ بگذشت سوی کار دگر / تا بدست آورد شکار دگر
کافری را به راه دین آرد / جاهلی در ره یقین آرد
روز و شب کار و بار او این بود / که ز درد دلش غم دین بود
از خدا بود آن عنایت ها / واسط شیخ در هدایت ها
از ازل هر که مقبل راه است / طالبش نیز بر سر راه[۱] است

---

۱ حه = پیر آگاه است. حد = پسر آگاه است. ده = شیخ آگاه است

شیخ گفتش ازین پریشانی	نه رهی جز ره مسلمانی
گر تو با طفل زین دیار شوی	که به کشمیر ره گذار شوی
هر دو آن جا ز لطف یزدانی	روی آرید در مسلمانی
کودکت باز تندرست شود	در ره دین حق درست شود
گفت ای نیک بخت نیکوکار[1]	من پذیرفتم از تو این گفتار
لیک طفلم که طرفه بیمار است	رسد آنجا چگونه دشوار است
گفت گر وعده‌ات درست شود[2]	اینک این طفل تندرست شود
گفت ازین وعده برنه گردم من	که به اسلام ره نوردم من
شیخ خرّم ازین درستی شد	طفل حالی به تندرستی شد
یافت بیمار رو به اقبالی	شیخ غائب شد از نظر حالی
چون زنان ناقص اند و بی خبر اند[3]	خاصه از هندوان که طرفه تر اند[4]
او ازان وعده اجتناب نمود	خلف آن عهد مستطاب نمود
چون به کشمیر ره گذار نه شد	بر سر وعده و قرار نه شد
پسرش باز دردناک افتاد	باز بر بستر هلاک افتاد
باز مادر به گریه روی آورد	نوحه سر کرد و های و هوی آورد
از غم درد طفل نالان شد	سینه کوبان چو تنگ حالان شد
بود آن کودک اوفتاده نژند	در تب و تاب و در تپش چو سپند
چون که بیماریش دراز کشید	بر طبیبش شیخ باز رسید

---

[1] نه ده ح ا = نیک مرد نیکوکار

[2] ده = بود ح ا = شعر کی ردیف "بود" ہے۔

[3] ح ا ح ب = بی خبر داند

[4] ده ح ا ح ب = بداند

به سوی خانهٔ خودش آورد	به کرم های بی حدش آورد
میهمان وار هر دو را بنشاند	میزبان ایستاده برپا ماند
مادر آن دید و طرفه حیران شد	از کرم های شیخ شادان شد
کرد بابا به سوی مادر روی	کز کجا سر نهاده اید این سوی
گفت از کشتوار سر زده ایم	که به کشمیر بار بر زده ایم
تا به[2] اسلام مستفید شویم	در ره دین حق عبید شویم
پیر بر هر دو احترام نمود	عرضهٔ اسلام مستزاد نمود
رو نهادند هر دو در مولا	دم ز لا بر[3] زدند و از الّا
لب گشادند چون به الا الله	جان صفا یافت از رسول الله
قشقه ها از جبین فرو شستند	تار زنّار هر دو بگسستند
کودک از عین فهم و دانائی	مستعد بود بر شناسائی
دید بابا چو احترامش را	زینه ریشی نهاد نامش را
می به پرورد همچو فرزندش	مسکنی داد خوب دلبندش
قوت شام و صباح شان می کرد	خوشی[4] افتتاح شان می کرد
کودک از خاطر و دل شادان	بود بازی کنان به همزادان
گاه ترکش گهی کمان بستی	می زدی تیر و بر نشان بستی
گه[5] به چوگان زدن شدی بیرون	گوی بردی ز چنبر گردون
بود در باختن[6] به چوگانش	همچو ماه دو هفته جولانش

---

۱ ـ نج، نغ، نه، نا = پیر ۲ ـ نه = ز اسلام ۳ ـ نج = در
۴ ـ نغ = خوشدلی ۵ ـ نه = جستی ۶ ـ نغ = گر
۷ ـ نج = تاختن

ملاقات نمودن بابا زین الدین

با حضرت بابا بام الدین و اسلام آوردن او جمعه مادر

مادر و کودک از غم جانی — شد چو فارغ ز لطف یزدانی
بهر عزم سفر کمر بر بست — زاد راهی پی سفر بربست
گشت همراه طفل دلبندش — بود چون شیخ آرزومندش
هر دو باهم براه می رفتند — گر شتابان چو ماه می رفتند
بود بابای بام الدین هر روز — منتظر بهر آن دو دل افروز
تا که یک روز در ظهور شدند — گر نمایان ز راه دور شدند
چونکه بابا بدید شد در حال — با همه ریشیان به استقبال
کودکی دید همچو سرو سهی — لامع از روی تشان بلد شهی
جامهٔ ای دربرش ز اکسون[٢] بود — چیرهٔ[٣] ای بر سرش جگرگون[زرین] بود
هم چو شمعی رخش به تابانی — شعلهٔ قشقه اش به پیشانی
سرزده کاکلی[٤] از سر دوشش — حلقه های دُر از بناگوشش[٥]
پتکه ای در کمر ز گجراتش — زیر پائی ز شرخ سقلابش
مرحبای ز لطفش از سر گفت — او هم از مهر بنده پرور گفت
بس ز راه تلطفش بگرفت — بکف دست خود کفش بگرفت

---

١ : مادر کودک   ٢ ده دد : چو اکسون بود
٣ نج دد دا : چهره دد : چتره
٤ نج : دگرگون.   ٥ نج : کوکل
٦ نج حلقه هاپُر دُر از بناگوشش

زان که او یار اوّلین[۱] من است — جانشین من و گزین منست

سینه ام روشن از سرور وی است — که وجودم پی ظهور وی است

خادمان باز رو به او کردند — به طلب باز گفتگو کردند

او دگر باره اجتناب نمود — به تغافل گری جواب نمود

ریشیان بر سرش غلو کردند — طلب او به آرزو کردند

کودکی چند سوی مادر او — این خبر برده اند از بر او

که به فرزند دل ستان ترا — آفتاب سپهر جان ترا

چند کس آمده به تاب و تب است — که ترا شهریار در طلب است

او ازین ورطه طرفه حیران است — که چه کارم به پیش سلطان است

مادر این گفتگو چو گوش نمود — رم ازو اختیار و هوش نمود

بی سر و پا به سوی صحرا شد — طالب کودک دل آرا شد

زان که خوفی ز دشمنانش بود — که ز اعدا هراس جانش بود

دید جمعی ز ریشیان آن جا — طالب طفل او به جان آن جا

از همه نور آشنائی ها — مژده با همه صفائی ها

گفت این هستمند نادان را — طلب از بهر چیست سلطان را

همه گفتند که مخور اندوه — تو هراسان مباش غصه پژوه

زان که سلطان[۲] به اختصاص او را — کند از بندگان خاص او را

مادر از لطف شان چو شد آگاه — دست کودک گرفت و شد همراه

چون رسید آن پسر برابر شیخ — بر دلش تافت مهر انور شیخ

---

۱ ه = دومین   ۲ ه ۱ = ز

روزگاری به عیش و عشرت بود   خادمش پیر[١] با مودّت بود
تا عنایات حق[٢] بود سرزد   شیخ[٣] در بوسه زد قدم برزد
یعنی آن آفتاب بُرج یقین   جلوه گر گشت شیخ نورالدین
بود جمعی ز ریشیان با او   همه ذوالقرب و ذوالعیان با او
دید در دشت طرفه غوغائی   کودکان مجتمع ز هر جائی
همه چوگان زنان به طنازی   همه سرمست در سربازی
کودکی در میان شان ممتاز   حُسن او گوی بُرده از همه باز
چابک و چست و خوش عیان[۴] ز همه   زیرک و خوب و کاردان ز همه
شیخ آن طفل را چو دید شناخت   نظر لطف بر سرش انداخت
خادمی را ز خادمان فرمود   که بسیار آن جوان رعنا زود
او به کودک چو راه پیما شد   گفت سلطان ترا پذیرا شد
گفت کاری مرا به سلطان نیست   به کسم روی غیر[۵] یزدان نیست
او به تهدید گفتگو کردش   این به دیگر کرانه رو کردش
دست در گوی باختن بگشاد   خادم شیخ رو به شیخ نهاد
گفت این طفل گرچه بس رعناست   لیک بس شوخ و شنگ و بی پرواست
بر سر امر تو گذار نه کرد   طلب پیر اختیار نه کرد
شیخ فرمود تا به ما نه شود   رفتن ما به هیچ جا نه شود

---

١ ر ه ر ج = نیز ٢ ر د = تا عنایات او بر و سرزد
٣ ر ب = در ۴ ر ب = عنان ۵ ر ب = جز به

بو که زین درد می گشاده شوی — از نقوش دو کون ساده شوی
وارهی از خود و ازین تنگی — روی آری به سوی بی رنگی

پدرود نمودن والدهٔ ماجدهٔ خود را

و شرح کمالات بابا زین الدین

طفل چون فایض از فقیران شد — طفل را بین که پیر پیران شد
شیخ چون دید قربت نامش — کرد بابای زین الدین نامش
خواست بابا ز والده پدرود — که ز من باش راضی و خوشنود
من چو سلطان خویش یافته ام — از همه کار روی تافته ام
رفتم از راجگی و رائی ها — وز[1] حکومت ز خودنمائی ها
بعد ازینم غلام درگه شیخ — سر نهادم چو خاک در ره[2] شیخ
شاید از فیض و عین صحبت او — قربتی یابم از مودت او
گردم از بندگان خاص خدا — راه یابم به حضرت مولی
مادر مهربان به خوشنودی — باش راضی کنون به پدرودی
گفت ای نور هر دو دیدهٔ من — وی سرور دل رمیدهٔ من
در جهانم به جز تو آیا کیست — بی جمال تو چون توانم زیست
مونس و غمگسار من چو توئی — حاصل روزگار من چو توئی
در فراق تو تاب چون آرم — دوری از آفتاب چون آرم[3]
گفت ای مادر از نکوخوئی — راست است این سخن که می گوئی

---

١ ه و، د درحکومت ٢ ه ده، هد = بر
٣ ه دج = دوری آفتاب چون دارم

به نگاه دلش مصفّا شد — سر بسر نور عین معنا شد
جامه بدرید و خرقه در بر کرد — کُله چار ترک بر سر کرد
ترک دُنیا و ترک هر سببی — ترک عقبیٰ و ترک هر نسبی
ز اعتبارات و ز نسب چون شد — قطره در بحر چون به بی چون شد
نقش از لون خود رهائی یافت — چون به بی رنگ آشنائی یافت[1]
الله الله چه سوز و درد است این — کار مردان ره نورد است این
آتش عشق شعله افگن شد — دود هستی برون ز روزن شد
نی همین هستیش[2] سراپا سوخت — کز شرر جمله تا ثریّا سوخت
نور مطلق جمال خود بنمود — شاهد خود خود است و خود شهود
غیرتش غیر را نشان نگذاشت — غیر نامی ازین و آن نگذاشت
نور مطلق[3] لوای حسن افراخت — وز مقید بساط عشق انداخت
واجب ممکن[4] از هویّت او — شد مراتب ز صرف وحدت او
خواست کثرت چو آشکاره کند — وحدت خویش[5] را نظاره کند
غیر نامی عیان ز کثرت نیست — متجلّی به غیر وحدت نیست
نورش از شیخ چون ظهور نمود — زین از آن نور عین نور نمود
بلکه این جمله جز طلسمی نیست — نور با زین[6] غیر اسمی نیست[7]
گفتگو چند ای بهاء الدین — بر در دل بیا دمی بنشین

---

[1] ص ب: چونکه او رنگ آشنائی یافت
[2] ق، ت، ح، ه، ا: هستیم [3] ت ح، ا: خود ز مطلق [4] ه ز: واجب و ممکن
[5] ا، ت، ه: مصرعے تقدیم و تاخیر کے ساتھ درج ہیں [6] ه د: غیر با زین
[7] ا: بلکه جزوی کسی عیان نه نمود — غیر نامی ز این و آن بنمود

پس اشارت ز دل پذیری ها / شد به او سوی گوشه گیری ها

گفت مهرت بر آمد از سر تیغ / می[۱] نه گنجد به یک نیام دو تیغ

خیز در غار عیش سن بنشین / مست توحید ذوالمنن بنشین

در تجلی نه انتها دارد / ماورا[۲] ثم ماورا دارد

هر چه دیدی و هر چه خواهی دید / ماورا دانشش[۳] از سر توحید

تشنه لب باش و باش مستسقی / هم به دنیا و هم به دارالبقا

گر ز می می کشی هزاران خم / دم ز "هل من مزید" زن دردم

بر همین باشش کرد منت پدرود / من ز تو راضیم خدا خوشنود

بیان آن غار

که بابا زین الدین برای نشستن در آن رفت

هست کشمیر منبع البرکات / خاصه از موضعات و پرگنه جات

هر چه از پرگنات می آید / آن ممدّ حیاته می آید

زان یکی پرگنه که معمور است / او به کها ور پوره مشهور است[۴]

هست غار عمیق دور در او / از سر سنگ در ظهور در او

بود در روزگار پیشینه / دیوی آن جا نشسته پرکینه[۵]

---

۱ مج = در ۲ مب مه مد = ماوری اوز ماوری دارد

۳ مل مد = ذاتش

۴ مج مب مه = او به کها در پاره مشهور است

مل = از کها در پاره مشهور است ۵ مل = دیوی آن جا درشت و پرکینه

لیک از لطف ایزدی چون — من به شاهی رسیده‌ام اکنون

کہ شہان جهان غلام وی اند — بل کمین بندهٔ خدام وی اند[1]

مرده بودم چو یک نگاهم کرد — زندگی داد و پادشاهم کرد[2]

بعد از اینم به خدمتش بگذار — کز طفیل[3] تو یافتم این بار

کرد القصه مادرش پدرود — به خدایش سپرد و شد خوشنود

او همان دم به گشتوار شده — این به همراه پیر کار شده[4]

روز و شب بود شیخ را همدم — در اشارات باطنی محرم

به ریاضات شاقه کار گرفت — کشتن نفس اختیار گرفت

در عبادت[5] چنان قدم افشرد — کز همه پیش گوی قربت[6] برد

چون بدین گونه چند سال گذشت — برتر از صاحبان حال گذشت[7][8]

شیخ شاد از کمال او می شد — متحیر ز حال او می شد

دید چون حال او که بر علیاست — گفت شاگرد برتر از استاست

۱؎ مف مد مب = بندهٔ بندگان نام وی اند - مج = بندهٔ بندگان خاص وی اند

۲؎ ما = زندگی داد و همچو شاهم کرد ۳؎ مج = که طفیل

۴؎ مج = این همان دم به پیر کار شده ۵؎ مذ = به ریاضت

۶؎ مج = دولت ۷؎ ما = حالش از شرح و در مقال گذشت

۸؎ نسخہ مف میں اس شعر کے بعد اور تین شعر درج ہیں جو کسی اور نسخہ میں نہیں ہے اور گمان غالب ہے کہ غلطی سے درج ہوئے ہیں - کیونکہ دوسرے اشعار ماقبل و مابعد سے ان کا تعلق کچھ جچتا نہیں ہے

غرض از دین بود خدا جوئی — نی به خلق خدا جفاجوئی

تو به دین رشتی که می گذری — ره به سوی خدا چگونه بری

راه دین هدی نه آسان است — از دو عالم گسستن جان است

پس به هر روز وقت چاشت گهی — گر نه موقوف آن شدست گهی[1]

بر بلای خدا رضا دادند — بر در غار او فرستادند

آدمی زاده ای به نوبت خویش — سبد نان و برّه ای از میش

نوبتی پیش او رمیده ز هوش — چون رسیدی گرفته بار به دوش[2]

دیو از غار سر بر آوردی — هر سه را نقل در زمان کردی

چون بدین گونه رفت سالی چند — قوم گشتند دردمند و نژند

تا که نوبت به پیره زالی شد — او ازین درد چون هلالی شد

پسری داشتش جوان و جواد — نوبتش بر همان پسر افتاد

صبح دم پیره زن ز خون ریزی — نان همی کرد و ماتم انگیزی

نوجوانی مسافرش برسید — مانده حیران چو حال او را دید[3]

گفت ای پیره زال تو چه کسی — چیست این کارهای منعکسی

گریه اسباب ماتمی دارد — نان پزی رسم خرّمی دارد[4]

گفت ای آن که تو سر راهی — مگر از حال ما نه آگاهی

دیوی این جا به غار رخت نشست — پنجه بر خون چو شیر سخت دست

خواهد از ما ز جان پر کینه — یک کس از آدمی به روزینه

سبد نان و گوسفند و برّه — هست اینش کفاف روزمرّه

---

۱ ه ق : پس به هر روز موجب وظره پیش او برد آن چه افتاده

۲ ه ، ه ، ه ش : می رسیدی به او چو نوبت دار نان و آن گوسفند کرده بار

۳ ه ب : حال او پرسید ه ش ، اس کے بعد یہ شعر ہے

این چه اطوار ها شده تو ام — این چگونه شدند شادی و غم

کفر آن دم بسی بشدّت بود زان که پیش از ظهور حضرت بود
خلق آن پرگنه در آزارش همه از جان شده گرفتارش
چند کس را ز خلق روزمره نُقل کردی چو گوشت های بره
خلق از جور او ستوه شدند جمع یکجا همه گروه شدند
چون ز جان ها امید بگسستند بر سر جنگ او کمر بستند
سوی غارش همه فراز شدند آن عدو را به ترک تاز شدند
سر زد از غار دیو اهریمن آن یکی سر شکست وان گردن
چند کس را چو گشت نقل نمود دست بر خون دیگران بگشود
همه کردند تیر باران ها سنگ را خود چه غم ز نیسان ها[1]
دست چون بر سرش نیافته اند از سر زاریش شتافته اند
که به ما[2] رحم کن مکش ما را افگن این قهر را و سودا را
گفت گر حمله بر شما آرم هیچ کس را نه زنده بگذارم
لیک از راه انکسار و نیاز چون به من آمدید نکته طراز
در گذشتم من از گناه شما عجز کردید و عذر خواه شما
بعد ازین با شما قرار کنم بر همین عهد اختصار کنم
که به هر روز آدمی زادی گوسفندی و نان به میعادی
بفرستید بهر خوردن من نیست کاری به زور بردن من
بر همین می کنم شکیبائی من و این غار و کنج[3] تنهائی
قوم ازدی به جان پذیرفتند بر سرش زین کرم دعا گفتند

---

۱ ح ا: سنگ را خود چه زخم باران ها ۲ ح ش = مرا ۳ ح ه = گنج

گفت ای یار وی برادر من ... وی ز جان هم عزیزتر بر من[1]

به کجا ره گذار بودی تو ... در چه جا و چه کار بودی تو[2]

گفت در پیش دوستان رفتم ... از همه‌ها وداع بگرفتم

می زنم سر به کام دیو حرون ... باش راحتی تو هم ز من اکنون

گفت آن یار خود نه یار بود ... که نه این لحظه غمگسار بود

یار باید که از سر یاری ... روز سختی کند مددگاری

ورنه یار زمانی اند بسی ... دوست در شادمانی اند بسی

دوست کی دوست را کند پدرود ... که رود در دهان اژدر زود

منم امروز غمگسار ترا ... به چنین درد و رنج یار ترا

این سخن گفت و شد بدل اورا ... تا نهد باز از اجل اورا

به سوی غار چون قدم افشرد ... سبد نان و گوسفند به خورد

دیو چون دید گفت راتبه ام ... چون بخوردی تو نیست ضابطه ام[3]

گفت از آن جا که نقل تو گردم ... هم به قومی رسد همه خوردم

دیو از قهر بس نظر کردش[4] ... نوجوان دست در کمر کردش

به یکی حمله بر زمینش زد ... خنجر کین به دل ز کینش زد

دیو گفتش مگر تو عیش سنی ... گفت آری هلاک دست منی

---

۱ ب: در بر من - ا: عزیز بر تر من

۲ ب ج: به کجا ره گذار داری تو ... در چه جا در چه کار باری تو

۳ ب: چون نخوردی تو در مخاطبه ام، ج: چون به خوردی به خویش روزنه ام

۴ ا: دیو از غار سر بدر کردش

عالمی زین ستم رسیده به باد — نوبت اینک به کودکم افتاد
نیست جز وی کسی به خانهٔ من — آه از این درد بی کرانهٔ من
می پزم نان بهر دیو لوند — گریه دارم به ماتم فرزند
چون جوان گوش حال زارش کرد — اثر درد بی قرارش کرد
گفت ای مادر نکو آئین — بگذر از گریه و مباش غمین
بدل طفل تو منم اینک — دهن دیو سر زنم اینک
زان که من هم یکی غریب توام — آشنای تو و قریب توام
بهر فرزند خود مباش غمین[۱] — من عوض می روم تو شاد نشین
گفت ای نوجوان دانشمند — این بلا آسمان بر ما افگند
تو چرا بی گنه گرفته شوی — در ذنب چون مه دو هفته شوی
گفت آن طفل دلستان تو کو — روشنی بخش دودمان تو کو
گفت از آنجا که او ز جان رفتست — به دیار برادران رفتست
گفت چون در رسد به سوی منش — رهنما باش و ساز کام زنش
زان که من از تو رخت بر چینم — سایهٔ آن درخت بنشینم
چون رسید آن جوان ز قوم تبار[۲] — کرده پدرود با دل افگار
مادر آن قصهٔ جوان گفتش — به تامل جواب آن گفتش
که کس از بهر کس نمی میرد — این سخن در دلم نمی گیرد
سبد نان و گوسفند گرفت — راه از آن مرد ارجمند گرفت
او ز جا جست و در برش آورد — بوسه بر روی و بر سرش آورد

---

۱ وشه ده: حزین   ۲ وشه ده: به خویش و تبار

به سوی غار چون شتافته اند / دیو مردار مرده یافته اند
سکه بر نام عیشسن دادند / به غلامیش جان و تن دادند
تاج شاهی زدند بر سر او[1] / او شده شاه و خلق لشکر او
کرد شاهی به سال های دراز / مانده از خانه اش نشان ها باز
به همان غار از نکوکیشی / گشت مأمور زین الدین رشتی
بوده آن ده به عیشسن در نام[2] / این زمان شهره شد به عیش مقام

سکونت فرمودن بابا زین الدین در غار

شد چو بابای زین الدین از شیخ / به سوی غار ره گزین از شیخ
خادمان در رکاب او بودند / مقتبس ز آفتاب او بودند
اهل آن ده همه به استقبال / آمدندش به صد هزار مآل
کرد بابا ز غار استفسار / همه گفتند که پرست از مار
مارها اندرون وطن دارند / وطن از عهد عیشسن دارند
گفت بابا روید بر در غار / این ندا برزنید بر همه مار
که شماها ز غار ما یکسر / بدر آئید پا نموده ز سر
زان که اکنون مقام خلوت ماست / مسکن عیش و جای عشرت ماست
خادمان جمله عرض او کردند / به سوی غار چون که رو کردند
اژدهائی که نیش جان بزنند / سخن ما چگونه گوش کنند

---

۱ ح ۱ تاج نه گشته اند بر سر او
۲ ح ۱ = شد به ایمای شیخ غارنشین / به همان غار سنگ زین الدین

او ازان زخم جان گداز بمرد — رخت جان جانب جهنم برد[1]

کودک پیره زن همه از دور — چونکه نظاره کرد شد مسرور

بر سر پای آن جوان افتاد — کافرین بر تو و به زور تو باد

گفت رو این خبر به مادر بر — هم[2] به قوم و برادران یکسر

که خدا دیو را به لطف عمیم — برسانید سوی نار جحیم

دل از این مژده جمله خوش بکنند — خدمت مرده دیو کس نه کنند

گفت کس باورم نه خواهد کرد — اعتمادی برم نه خواهد کرد

بلکه گویند که گریخته ای — بعد ازین خون ما تو ریخته ای

من رها کی ز چنگ شان گردم — کشته چوب و سنگ شان گردم

گر نخود آیی و هی نمایی روی — دم زنند از غلامیت هر سوی

گفت از خون دیو خونخواره — جامه ام سرخ شد چو گل پاره

اول از چرک شست وشوی کنم — بعد ازان سوی قوم روی کنم

گفت در پانز موله چشمهٔ صاف — هست بیرون تر از حد اوصاف

که مسمی به ناگه نارن[3] شد — چشمه مهر را مقارن شد

سوی آن چشمه عیش سن با او — تن فرو شست و پیرهن با او

جامه شد خشک در بدن افگند — رخت در کوی پیره زن افگند

به همه خلق پس بشارت داد — که عدو رخت جان به غارت داد

کشته شد دیو شادمان باشید — بعد از این جمله در امان باشید

خلق زین مژده گشت دستک زن — شادمانی بدل شده به حزن

---

۱ صب، صد، صج = جان در آخر به چشم زخم به برد ۲ صد، صخ، صو = بل

۳ صا = بو به هارن صد = با به نارن صج = با به هارن

گفت بابا در این نشیمن گاه / هیچ بیگانه ای نه دارد راه
مور را چونکه نیست گنجائی (؟) / مار چون گنجد از توانائی
پس عصا داد کین براندازید / در بن غار مختصر سازید
تا که هر اژدری فرار شود / ورنه این هم مثال مار شود
چون عصا رفت خود به غار افگند / بر همه مارها فرار افگند
مگر از جهل اژدری با فر / ماند بر در برون نه شد از سر
سنگ گردید هیئت و فر او[۱] / سوزد اکنون چراغ بر سر او
چونکه ماران برون ز غار شدند / هر طرف پشته ها ز مار شدند
بود ماری میان شان ممتاز / تاجکی بر سرش به زیب و طراز
زانکه او شهریار ایشان بود[۲] / سرور و شاه مار ایشان بود
او به صد عجز و زنیاز تمام / سوی بابا رساند عرض سلام
جای گاهی به ما کرم فرما / ور خطائی گذشت عفو نما
شد اشارت که دشت پهری پل / به شما داده شد برای محل
عهد را گر وفا کنید همه / ترک جور و جفا[۳] کنید همه
به شما هم کسی نیاز ارد / خوش کسی[۴] که عهد خود وفا آرد
بر همین عهد استواری شد / ترک آزار و زخم کاری شد
که کسی مار را نیاز آرد / مار هم رو به کس نمی آرد[۵]
رفت بابا به صد هزار شرف / در ته غار همچو دُر به صدف

---

۱ در د = سنگ گردیده است از فر او ۲ در ا = ماران بود ۳ در ا نیش و وفا
۴ در د = خوش کسی که عهد خود آرد. در ا = خوش کسی که کعهد وفا آرد
۵ در ب = مار هم رو به کس نمی آرد در ج = مار هم زو به کس نمی آرد

گفت حق قادر است بر همه چیز — همه را داد گوش و فهم و تمیز[۱]
با شما ها سخن همه سازند — گفتگو از پیٔ وطن سازند
ترس نه کنید و هیچ رم نه خورید — که درشتی کنید غم نه خورید
خادمان چون فراز غار شدند — همه پیغام گو به مار شدند
که ازین جایگه برون آئید — خالی از شدت حرون آئید
همه گفتند ما کجا برویم — سالها شد درین مغاک دریم
وطنی که دراو هزاران سال — کس نشیند چسان رود در حال
ما نخواهیم شد جلای وطن — بر نگردد ز ما هوای وطن
گفت خادم که ما به زور کشیم — مار گفتا به نیش زهر وشیم
گفت نیش شما اثر نه کند — گفت طیش شما بدر نه کند
گفت ما یان به امر پیر طریق — منصرف شدیم علی التحقیق
گفت ما امشب استخاره کنیم — تا چه فرمان رسد نظاره کنیم
خادمی آن پیام مهلت خواه — برد در پیش مرشد آگاه
گفت بابا که مهلت است امشب — گرچه مارا به غربت است امشب
صبح دم لشکری ز مار برون — سر زد از تنگنای غار برون
مگر از فرط جهل ماری چند — سر ز سوراخ های خود نه زدند
که درین غار تنگ پیر شدیم — از سر ضعف بس حقیر شدیم
نیست چون طاقت روانیٔ ما — مرگ ما به ز زندگانیٔ ما
عهد کردیم پای خود نکشیم — سر ز سوراخ های خود نکشیم
تا که مارا اجل فراز آید — مرگ ما پس به ترک تاز آید[۲]

---

۱ نسخه: ما همه راهست عقل و فهم و تمیز ۲ ه ۱ = مرگ بر ما ز ترکتاز آید

نفس ظالم که دشمن است مرا — سر زده بهر کشتن است مرا
پیش از آن که کشد مرا از قهر — کشتنش لازم است از سر زهر[1]
پس بدان زهر بود افطارش — کشتن نفس دون سر و کارش
زان گیاهی که جان بگیرد او — چارپا گر خورد بمیرد او
سالهای دراز در بن غار — کرد از آن زهر و زان گیا افطار
هر کرا نور حق شکار کند — زهر قاتل به او چه کار کند
او لطیف است و زهر عین کثیف — خود کثیفی چه می کند به لطیف
بعد از این همتی قرین آرم — رو به بابا لطیف الدین آرم

بابا لطیف الدینؒ

در مرتو[2] بود نیک سیمائی — راجی[3] از هندوان نکو رائی
نیک خلقی و ارجمندی بود — در همه کار هوشمندی بود
خلق از عدل آن ستوده خصال — همه آسوده حال و فارغ بال
مکنت و مال بی کرانش بود — به ز شاهان عهد شانش بود
از کنیز و غلام و ز خدمش — خانه پر از حواشی و حرمش
حرمش هفت زن چو مه پاره — کرده هر هفت هفت استاره
هریکی دفتری ز رائی بود — هریکی را جدا سرائی بود
گرچه آن احترام بود او را — سر طاعت مدام بود او را

۱؎ ح ا ، ح ج : کشتنن او رواست از سر زهر
۲؎ یہ علاقہ تحصیل کشتواڑ میں واقع ہے اور مڈوا واڈون کے نام سے مشہور ہے
۳؎ ح ب ، ح ا = رائی

خادمان بر فراز جا کردند — لنگر و خانقه بنا کردند

روز تا شب ز بهر مهمانان — پخت و پز بود همچو سلطانان

شب به افطار از پیٔ بابا — کاسنی بود ترهٔ زگیا

گفت با خادمی دل افروزی — از سر عشق و درد دل روزی[1]

که بیار ای براه حق یارم — تلخ چیزی برای افطارم[2]

او ز بازار از پیٔ خوردش[3] — به یکی فلس فلفل آوردش

تلخ چون دید گفت این زکجاست[4] — به بها است یا بغیر بهاست

گفت خادم به یک فلوس است این (این) — گفت لایق به شاه روس است این

که ازین[5] یک فلوس چار فقیر — در عبادت شوند قوت گیر

تلخ چیزی که بی بها باشد — آر تا موجب صفا باشد

او ازان دشت و مرغزار و یلاق — هر گیاهی که بود تلخ مذاق

برد در خدمتش بهر گذری — او همی گفت باز تلخ تری

هرچه این تلخ برد و تلخ آراست — او زان تلخ تلخ تری میخواست

تنگ آمد چو خادم از کارش — عرض کرده به تلخ گفتارش

نیست این جا[6] به تلخیٔ غامه — بهر ظالم هگر که درهامه (؟)

گفت آری همان بیار برو — که مرا ظالمی است سخت عدو

---

[1] ح۱ = سوزی [2] ح۱ ح ب ح۲ = زبهر افطارم [3] ح۱ = روزش
[4] ح۱ = دید چون تلخ گفت این زکجاست [5]
[5] ح ب ح۲ ح۱ = به این [6] ح۲ = نیست اکنون

همه چون نور ماه جلوه کنان — چاوشان گوی طرقوی زنان[١،٢]

شب به هر جا که بارگاه زدند — خیمه ها سر به اوج ماه زدند

الغرض چون به شیخ دین پیوست — کرد صاحب سلامت و بنشست

شیخ گفتش که از کجائی تو — سر زده از کدام جائی تو

راه پیما که سوی ما گشتی — چیست مقصود تو چرا گشتی

از مریچ گفت بار بستم من — راجهٔ آن دیار هستم من

آمدم تا جمال تو بینم — خوبیٔ از کمال تو بینم

گفت دیدمنت چه سود کند — کی ترا فتح و کی کشود کند

من مسلمانم و تو کافر کیش — من صفا کار و تو جفا اندیش[٣]

عقد صحبت چه گونه پیوندد — عقل زین اختلاف می خندد

گفت من هم اگر به[٤] فرمائی — بگسلم رشته هائ ترسائی

روم از کفر رو به دین آرم — بو که جائی به کف گزین آرم

گفت گر رو به سوی دین آری — پس ز کفر جلی شوی عاری

وارهی از جحیم و نار جحیم — برسی باز هم به قلب سلیم

تا ز دنیای دون حذر نه کنی — که ز کفر خفی گذر نه کنی

در حکومت چه خلق رنجانی — آه ازین دین و زان مسلمانی

غرض از دین بود خدا جوئی — نی به خلق جدا جفا جوئی[٥]

---

١ مج = طرقو گویان ٢ مرا = طرقو گوی دور باشش زنان

٣ مج = صفا اندیش ٤ مد مج = اگر تو فرمائی

٥ دیکھئے صفحہ فٹ نوٹ

همچو گوران عبادتی می کرد — هندوانه ریاضتی می کرد[1]
ترک لذات ز ابتدا بودش — خوردن لحم ناروا بودش
هر کجا برهمنی[2] ریاضت کش — یا فتی گشتی از سلوکش خوش
در فقیری ز نیشیان دیدی — خدمت او به جان پسندیدی[3]
سالها در همین معامله بود — هر سو از راجگیش ولوله بود
ناگهان نیّر سعادت تافت — از سعادت ره هدایت یافت
گوش کرد از زبان معتمدی — در اشارات اهل دل سندی[4]
که زده سر به حد هزار شکوه — آفتابی ز سرحد کیموه
شیخی آن جا به مسند ارشاد — بنشسته است با هزار ارشاد
عالمی خاک در رهش گشته — فیض گیران در گهش گشته
طالبان از ضیای او بوصول — فاسقان از نگاه او مقبول
هر که در خدمتش قدم برزد — بر سپهر برین علم برزد
هیچ کس نیست که نشد فیروز — نظر اوست برق ظلمت سوز
راجه آن نکته را چو گوش نمود — بحر عشقش ز سینه جوش نمود
آن شب او را به اضطراب گذشت — صبرش از دل ز دیده خواب گذشت
صبحدم با هزار حشمت و جاه — بست رخت سفر بدان درگاه
لشکر بی قیاس همره او — از غلامان خاص درگه او
همه زربفت و پرنیان بسته — به کمربند زر میان بسته

---

[1] ط، ب: چون هنودان ریاضتی می کرد — هندوانه عبادتی می کرد
ر: چون هنودان عبادتی می کرد — هندوانه ریاضتی می کرد
[2] د، ب: راهبی [3] ط، ب، د: خدمتش را به جان پسندیدی [4] ط: سیدی

رفت در پوشکر بفرود شکوه   نور او رفت تا به قلعهٔ کوه
بر سر چشمه جای گاهی ساخت   صومعه کرد و خانقاهی ساخت
باز را گفت از پیِ افطار   تلخ چیزی ز کوه و دشت بیار
او غذا داد از و پل هاک شتی[1]   تره تلخ بود تریاقش
چند گاهی به او قرار گرفت   که به افطار آن شعار گرفت
روزی از صومعه برون آمد   گل ز رنگ رخش به خون آمد
دید دیگی ز ساگ جوش زنان   ز آتش تیز چون خروش زنان[2]
گفت ای باز این چه فریاد است   گفت آتش به دیگ سر داده است
گفت نی نی که تره جاندار است   لاجرم در خروشش از ناله است
بعد ازین ترک تره کاری به   گر تو جان دار را نیازی به
پس ز بهر غذای هر روزش   پوست ها برد باز از جوزش
او بدان پوست های زهر آلود   کرد افطار تا حیاتش بود
هم در آن قریه خاک پاک وی است   نور جان سر زده ز خاک وی است
شیخ دین را خلیفه بود چهار   در ره دین حق پیمبر وار
آن خلیفه که اولینش بود   او مسمّیٰ به بام دینش بود
یار دوّم به مسند تمکین   به خلافت نشست زین الدین
یار سوم لطیف الدینش بود   نصر الدین یار چارمینش بود
دیگران پیروان شان بودند   بهره گیر از روان شان بودند[3]
همتی گر دهد خداوندم   دُرِّ معنی به رشته بر بندم[4]

---

[1] وپل هاک = کشمیر کی مشهور جنگلی سبزی - وو پلر ہا کھ

[2] [illegible] : 'زنست' ردیف [illegible] 'او بودند' ردیف [3] [illegible]

[illegible] : پیوندم.

تو به این رفعتی که می گذری ‌ ‌ ‌ ره به سوی خدا چگونه بری
راه دین هدا نه آسانست ‌ ‌ ‌ از دو عالم گسستن جانست
گفت گر بر سرم تو امر کنی ‌ ‌ ‌ پشت پا می زنم به دنیء دنی
مال و جاه و حشم بر اندازم ‌ ‌ ‌ خانمان و حرم بر اندازم
شیخ فرمود پس چه تاخیراست ‌ ‌ ‌ که نه در کار جبر تدبیر[1] است
در زمان او گذشت از همه چیز ‌ ‌ ‌ از حرم و ز حشم غلام و کنیز
همه اسباب مملکت بگذاشت ‌ ‌ ‌ سوی دین هدا علم افراشت
بر خدا و رسول کرد اقرار ‌ ‌ ‌ داد آتش به رشتهء زنار
چون مسلمان به نیک کیشی شد ‌ ‌ ‌ رفت از راجگی درویشی شد
صوف پوشی و صاف نوشی کرد ‌ ‌ ‌ رو به صافی و تیز هوشی کرد
چون لدی بود نام او اول ‌ ‌ ‌ به همین نام گشته بود مثل[2]
شیخ در راه دین قرینش کرد ‌ ‌ ‌ نام بابا لطیف الدینش کرد
به ریاضات شاقه پای نهاد ‌ ‌ ‌ روی دل جانب خدای نهاد
بعبادات بس موفق شد ‌ ‌ ‌ فانی از خویش و باقی از حق شد
بود سالی دو سه به خدمت شیخ ‌ ‌ ‌ فیض گیر از ضیای صحبت شیخ
پس به خلوت نمود ایمایش ‌ ‌ ‌ قریهٔ پوشکر شده جایش
شیخ را بود خادمی ممتاز ‌ ‌ ‌ در حقیقت چو باز و نامش باز
باز را او ز شیخ دین درخواست ‌ ‌ ‌ تا بود همدمش در ان ره راست[3]
شیخ تسلیم[4] او چو باز نمود ‌ ‌ ‌ پس به ارشاد سرفراز نمود

---

۱ صح = تاخیراست ۲ صح = بود گشته مثل ۳ صح = بهر یاری گری به پا برخواست ۴ صح = تفویض

شیخ شد در عجب چو گاهش نمود — زان که از غیب این اشارت بود
گفت از رفتن[۱] و عصا زدنم — منع شد بس بود همین سخنم
چند گامی چو راه پیما شد — دختری چند باز پیدا شد
هر یکی کاسنی ز سبزهٔ تر — می کشیدی سبد نهاده به سر
دختری سوی[۲] دختری می گفت — کای شده تو به عقل و دانش جفت
کاسنی تره ایست تلخ به دشت — می خورد شیخ چون ز حال نگشت
گفت ای خواهر این عجب بود — می خورد چارپا و زفت شود
شیخ این نکته هم ز غیب نهاد[۳] — گفت از کاسنی و داعم باد
چون به نزدیک ده ز دشت[۴] رسید — از سیاحت گری قدم برچید
زنی آن جا به تیز هوشی دید — که ز گاوان به شیر دوشی دید
از همه گاو شیر ناب گرفت — مگر از یک که اجتناب گرفت[۵]
شیخ گفتنش چرا نه دوشیدی — شیر از این گاو از چه بد دیدی
گفت جانم از او دو نیم شد است — که همه عمر را عقیم شد است
گفت گوساله ای بیاره بدوش — چونکه آورد شیر از او زد جوش[۶]
بود سنگی عظیم بر سر سنگ — شیخ بنشست زد به طاعت چنگ
زن شبانگه ز خوبی کارش — شیر آن گاو برد افطارش

---

۱ مق: در رفتن ۲ مد: پیش ۳ مل: عجیب نهاد ۴ مق: پیر
۵ نسخہ مل میں اس کے بعد کے دو اشعار کی جگہ یہ ایک شعر درج ہے
شیخ گفتا چو اسلیم است این — گفت ای شیخ دین عقیم است این
۶ مل: شیر از او همه دیگران زد جوش

ذکر هر چار یار او سازم — نقد جان را نثار او سازم

هم ز یاران و هر خلیفهٔ او — به بیان آورم بوجه نکو

اول از شیخ رشتهٔ سخن است — در تکلم وی از زبان منست

من و ما رفت حق بشرح بیان — شیخ هم درمیان و اسطه‌دان

سیاحت نمودن حضرت شیخ العالم

در همه پرگنات و دیهات و مقام گرفتن در درپه‌گام

هر کجا طالبی به خدمت شیخ — بود سر داده در مودت شیخ

هر یکی را به گوشه‌ای بگماشت — وز ریاضات توشه‌ای بگذاشت

خود دگر باره سر به تنهائی — داد از عین فهم و دانائی

سیر هر پرگنه دهات نمود — وصف هر ده بواقعات نمود

هر دهی ز نوبهر چه موصوفست — بر همان وصف گشته معروفست

شرح آن گر کنم نه گردد سر — بایدم کرد دفتر دیگر

چون به هر ده به نوز نام رسید — رفته رفته به درپه‌گام رسید

جوقی از دختران بدید آن جا — هر یکی گاه می برید آن جا

گفت ای دختران چه کار است — این چه آزار بی شمار است این

سبزه جان دارد و به ذکر خداست — در طریقت بریدنش نه رواست

آن یکی گفتش ای نکو کردار — ما فقیریم و مضطریم بر کار

چارپایان بی زبان داریم — درد سبزه بهرشان داریم

تو به هر لحظه ای به نوک عصا — بی سبب می بری کجاست روا

---

۱ [illegible] = کرده

تا که روزی ز وعدهٔ ازلی — منحرف شد هوا ز معتدلی[1]
اهل خانه[2] همه بطوی شدند — سوی خویشان نام جوی شدند
دختری هفت ساله یا کم و بیش — ماند آن جا به خدمت درویش
او شبان گاه کاسه ای از شیر — برد با احترام پیش فقیر
دید جمعی ز غیبیان آن جا — از ترنم به نغمه روح افزا
عود و بربط به عشرت اندازی — چنگ بانی به نغمه پردازی
هر یکی خوش ترانه ای می گفت — غزل عاشقانه ای می گفت
دختر آن دید و طرفه حیران ماند — از دلش صبر و هوشش از جان ماند
شیخ گفتش به کس مکن اظهار — ورنه جانت رود چو باد بهار
روز دیگر چو مادرش پرسید — اول از وی ز شیخ دین پرسید
که به افطار شیر بردستی — خدمت این فقیر کردستی
دختر از تنگ ظرفیٔ خود را — کرد خالی شگرفیٔ خود را
کم بسی نغمه ساز را دیدم — مطرب و نی نواز را دیدم
نوجوانان به حسن و رعنائی — کرده از نغمه محفل آرائی
گفت مادر بلی سخن این است — شیخ بیرون ز حد تمکین است
ورنه در عرض این ده و دو سال — گاو ما چون بماند بر یک حال
نیست جائی که نیست دنباله — بعد سالی به گاو گوساله
این سخن گفت و دختر آندم مرد — جان به جان آفرین خویش سپرد
مادر از غصه خاک بر سر کرد — مژه از گریه کان گوهر کرد

---

۱ ح ا: هوای معتدلی ۲ ح ه، ح د، ح ج، ح ب: اهل قریه

شوهر او[1] که بود نیک شعار		نامزد بود او به سنگرام ڈار[2]

شیخ را دید و شادمانی کرد		بهر شکرانه زرفشانی کرد

بر همان سنگ تا نه و دو سال		بود بنشسته شیخ فارغ بال

تا که بر سبزه ای عصا نرسد		که به جان دار زو جفانه رسد

شیر آن گاو بود افطارش		هر شبی ای خوشا سرو کارش[3]

شیر او را نه کم نه افزون شد		که ز قانون خود نه بیرون شد

شجری بود طرفه نغز آن جا		نونهالی چهار مغز آن جا

شیخ گاهی به زیر سایهٔ او		می نشستی زهی به پایهٔ او

تا که یک روز بود بنشسته		دید شاخش تمام بشکسته

گفت آیا چرا شکسته شدی		این چنین خسته حال و خسته شدی

گفت چون میوه های من دی روز		بر گرفتند خلق یعنی جوز

از لکد کوب شان شدم پامال		شاخ من شد شکسته و پر بال

شیخ[4] گفتش که بعد هر سالی		چار صد جوزه ده به متوالی[5]

که کسی بر سرت لکد نه زند		بلکه دستی ز نیک و بد نه زند

از پس شیخ سال های دراز		غیر آن چار صد نه درده باز

وقت پائیز خود در افگندی		نی به چوب و لکد فرو ماندی

شیخ آن قریه را چو باغ نعیم		کرد از فیض عام و لطف عمیم

۱ـ د ب، د ه، د ه، د ا = زن		۲ـ د ا = مشتهر

۳ـ د ا = از همان گاو شیر در افکار		از پی شیخ ساخته شعار

۴ـ ح ج = گفت شیخش

۵ـ د ا = گفت هر سال غیر رنج و محن		چار صد جوز می ده و افگن

زحمت خود بعد ازین به چار کشم | تا دم مرگ انتظار کشم
این سخن گفت و راه پیما شد | صاحب خانه با تمنّا شد
شیخ دین چونکه راه چار گرفت | پشته آنجا ره گذار گرفت
زان که آن سو برای راه گذار | بود بالا شدن بسی دشوار
شیخ چون آمده به قدرت حق | پشته را گشت بهر راهش شق
شیخ ازان ره به پشته بالا شد | در علو نور حق تعالی شد
معبد خوش به پشته دید آن جا | شیخ دین جای خود گزید آنجا[۱]
روز دیگر دو دختر شاگرد | در رسیدند ساختندش گرد
باز بابای نصرالدین آمد | شیخ را خادمی گزین آمد
شیخ آن جای را پسند نمود | طرفه خلوتگهی بلند نمود
خادمان برکناره جمع شدند | همچو پروانه گرد شمع شدند
شیخ دین چون همیشه صایم بود | شب همه شب مدام[۲] قایم بود
شیر بگذاشت ذرّه ناقص کرد | شب به افطار آب خالص کرد
اشتلم کرد ضعف تن زان رو | خشک شد اسفل بدن زان رو
پیری و ضعف تن بهم پیوست | شیخ با هر دو همدمان بنشست
باز هم یکدم از عبادت ها | می نیاسود و از طاعت ها

چند گاهی در آن نشیمن گاه
بود بنشسته با رخ چون ماه

---

۱ ح۱ : معبد خوش به پشته ناگام | بود بگرفت شیخ دین آرام
۲ ح ب ج ه حـ : دوام

شب به افطار شیخ شیر نه برد / که چرا دخترم به یک دم مرد
همچنین روز ثانی و ثالث / ساخت مهمان و گریه را باعث (؟)
صبح دم شیخ دین زجا برخاست / بهر عزم شدن[1] به پا برخاست
در کمر بست آن ادیم نمای / کرد نعلین چوبین اندر پای
داد آواز سوی کد بانو / کای مرا کرده خدمت نیکو
در کشا از طویلهٔ گاوان / که نخواهد ترا خدا تاوان
او چه در را کشود بر زد سر / چند گوساله ای برون زان در
که به اثنا عشر عدد بودند / خوش لقا خوب روز حد بودند
در زمان شیخ عزم رفتن کرد / ترک آن شیر زد گرفتن کرد
گفت از جوی آب گر این سو / کس بگیرد مرا به خلق نکو[2]
همرهش آیم و شوم دم ساز / در بدان سو دگر نیایم باز
شیخ از جوی آب چون بگذشت / آن زمان خانه دار آگه گشت
داد آواز کایها العارف / ای به اسرار سر حق واقف
یک زمان باش لطف فرما شو / دوری از ما مگیر و با ما شو
گفت عهدی که بود رفت از دست / صورت باز آمدن بشکست
دختر تو که بوی عنبر بود / مشک چون دید هستیش بر بود
غیبیان طبل های او فر ناب[3] / بوی گل پیش او چه آرد تاب
تو مشو بی دل از برم این جا[4] / هر شب جمعه حاضرم این جا

---

[1] ط ا : عزم سفر
[2] ط ب : گفت از جوی آب کس زین سو / تر بگیرد مرا به خلق نکو
[3] ط ج : غیبیان مشک های عنبر ناب [4] ط د : غم مخور گر چه بگذرم این جا

از محبت دلش قوی گردان که مجازش به کبردی گردان
سید از غیب این اشاره شنید دل ز مهرش[۱] سوی نظاره کشید
شد شگفته چو باغ بلغ از وی خواست از مردمان سراغ از وی
تا کسی گفت او چو ماه تمام هست این دم به پشته ناکام
سیّد آن سو دگر جنیبت راند برد همراه خود غلامی چند
شیخ از راه باطنی دریافت پیش او[۲] بر کجاوه ای بشتافت
نصرالدین بر فراز دوشش برد دو جهان بر فراز دوش آورد
خادمان همرهش به راه همه همچو انجم بگرد ماه همه
چند گاهی چو راه گذار شدند هر دو با یک دگر دچار شدند
شیخ با سیّد آنچه مسنون بود از سلام و مصافحه به نمود[۳]
پس به آن صومعه روان گشتند ماه و خورشید هم قران گشتند
گفت سیّد که شیر مردی تو اسپ را لاغر از چه کردی تو
گفت از کم سواری خود را دیده ام چون نزاری خود را
اسپ را در نزار آوردم[۴] تا نه از تندیش ز سر گردم
سیّد آن دم ز گنج خانه شنید زان دو دختر دو اختران رشید
که به منزل چو ره سوار کند اسپ او را دگر چه کار کند
هر سواری که ره[۵] به منزل زد پشت پائی به اسپ و محمل زد
گفت منزل رسیدگان چونند گفت از بود خویش بیرون اند

---

۱ هـ ق : بهرشش ۲ هـ ب، هـ د، هـ ق : پیشوا ۳ هـ : فرمود
۴ هـ، ط : اسپ سرکشی نزار تر گردم ۵ هـ د، هـ ق : سر

ملاقات شیخ العالمؒ با میر سید محمد ہمدانیؒ

آفتاب سپهر عزّ و شرف | آن ولی عهد صوفیان سلف
آل طٰه امام پاک ضمیر | خلف حضرت امیر کبیر
پور پُر نور قطب یزدانی | میر سیّد علی همدانی
آنکه سیّد محمدش خوانند | مطلع نور ایزدشش دانند
چون که کشمیر را مشرف کرد | هندوان را به دین مکلف کرد
بت پرستی همه ز بیخ افگند | بلکه بت خانه ها ز بُن برکند
بود سلطان سکندر از سر هوش | در غلامان او چو حلقه بگوش
شاه با او چو اهتمام گرفت | کار دین نهجاً نظام گرفت
خانقاهی بدین معلّائی | شد بنا زان دو کس به یکتائی
دین به کشمیر روشن از وی شد | بلکه کشمیر گلشن از وی شد
آمدش از پدر اشارت ها | که ز سیّد علی بشارت ها
گوهری در یلاق جا کرد است | جای در بحر ما درا کرد است
بحر ذرفی و کان فیّاضی | شاهبازی به عشق مرتاضی
این زمان قطب اولین است او | که مسمّی به نور الدین است او
پیش او رو گذر به حد آداب | کن ز فیض منش محبت یاب
زان که او را همین محبت بس | هست باقی ز عین قربت بس
فیض او از رسول حق دارد | ویسی[1] است و ازو سبق دارد

---

۱ ره : ولی است

شیخ آئینه ایست روی نما　　عکس در آئینه شود پیدا
بود انگشتی او فتاده به خاک　　شیخ خائید و ساختش نمناک
پس به دیوار زد سر دیوار　　در زمان شد به خط نسخ نگار
آیت الکرسی و دگر اخلاص　　وز طهارت همه فریضهٔ خاص
هر که آن دید در تحیّر گشت　　علم حق بود و در تفکر گشت
ساعتی رفت پس اشاره نمود　　بر مؤذّن که نیز یا مسعود
گوی بانگ نماز وقت رسید　　گفت این دم چگونه گشت پدید
گفت پاهای خود به پایم دار　　تا شوی آگه از حقیقت کار
او چو پا بر فراز پای نهاد　　تا به عرش برین نظر بگشاد
دید مرغی خروس وار آن جا　　که شد از بهر بانگ بال گشا
گفت دیدی که وقت شد اکنون　　این ملک چون مؤذنان موزون
سیّد از هر طرف که می سنجید　　شیخ را در علو حال بدید
گفت ای از تو نور جان به تنم　　دست بگشا که بیعت تو کنم
گفت تو سیّدی و آل رسول　　قرة العین مرتضیٰ و بتول
من غلام تو و کمین توام　　از مریدان کم ترین توام
دست بگشا و دستگیری کن　　از مریدان مرا به پیری کن
گر به بیعت مرا قبول کنی　　سر فرازم به این شمول کنی
این منادی رود به ارض و سما　　گشت رئیسی غلام آل عبا

---

۱ ح ب: شیخ ۲ ح ه ب ح ه: آیت الکرسی الحمد اخلاص
۳ ح ا: گفت پاهای خود به پایم دار تا شوی ...
۴ ح ب ... پیری ۵ ح ا: دست بگشا و دستگیرم شو من کمین توام تو پیرم شو

گفت تو رسته ای ز هستی خویش گفت از یک نگاه این درویش
گفت گفتار تو بس عالی است گفت آری که مجلس عالی است
گفت مردید یا زنید شما که دم از قرب می زنید شما[1]
هر دو گفتند ما ز عشاقیم[2] که ز مردی و از زنی طاقیم
عاشقانیم و فارغ از ثبات رسته از کثرتیم و جمله صفات
خاصه آن عاشقی که بی تردید ای ز روی تو نور ذات پدید
مرحبا گفت و پس دعا فرمود هر دو گشتند زان دعا مسعود
آن یکی دختری به دیگر گفت[3] کای تو همراز من به سرّ نهفت
سیه آن جا که این زبان بنشست نور آن خاک با سما پیوست
وه چه بودی که سر قدم آن جا می شدی خاک می شدم آن جا
وان دگر گفت جای حضرت شیخ رشک فردوس شد ز قربت شیخ
خاک من گر همان شدی چه شدی هر قدم نور جان شدی چه شدی
در پذیرائی آن تمنا شد صدف آن دو گوهر آن جا شد
خادمی از برای بانگ صلواة خاست بر پا ز سیّد السادات
شیخ گفتش که نیست وقت هنوز که نه شد وقت ظهر جان افروز
او به دل کرد شیخ ده باشی هست نادان چو مرد اوباشی
او کجا وقت را شناسا شد که بدین گونه مانع ما شد
شیخ دانست آن خطورش را آگهی یافت از صدورش را

---

۱ د ل: گفت با این کلام و لطف و ادا: از زن و مرد چیستید شما
۲ د ت: گفت ما پاک ز مرد عشاقیم. د خ: گفت ما از خیل عشاقیم
۳ د ب: زان دو دختر یکی به دیگر گفت

شیخ آورد عرض تسلیمات / جود آمد ز شیوهٔ سادات

گفت سیّد ز راه تمیزی / من هم از تو طلب کنم چیزی

گفت آن تو هرچه آن منست / زینه ریبشی مگر که جان منست

گفت من هم همون طلب کردم / کز کمالات او عجب کردم

گفت ما هردو بندهٔ این در / ای تو سلطان و ما همه چاکر

سیّد او رابسی نوازش کرد / ماه با نور مهر سازش کرد

نیّر دودمان مصطفویؐ / غنچهٔ بوستان مرتضویؐ

به سوی شهر راه پیما شد / شهر از نوروی مصفّا شد

آن غلام از کمال صحبت شیخ / بود چون مدتّی به خدمت شیخ

شیخ باریشیان قرینش کرد / نام بابا غلام دینش کرد

باخود از نور پاک توشه گرفت / چون به کهسار چهاگ گوشه گرفت

مدت العمر در همان گوشه / بود از نور ایزدش توشه

هم در آن کوهسار مدتی اوست / کوه با آن وقار مخزن اوست

مرقدوی که نور جان ازوی / می زند سر زمان زمان ازوی

شرح حالات شیخ العالم

که بر بابا نصرالدین منکشف شد

شیخ از سیّد آن عنایت ها / یافت چون ازره کرامت ها

شیخ از آن فیض دُرّ مکنون شد / هرچه گویم ز وصف بیرون شد

نور توحید اشتلم کردش / همچو قطره به بحر گم کردش

طرفه تر آن که در هویدائی / قطره دم می زند ز دریائی

سیّد از جمعیت‌های او را … داد بیعت به گروهی او را
به اشارات خاص خاصش کرد … داد ارشاد و اختصاصش کرد
گفت در گوشهٔ پیلاق همه … ریشیان[۱] اند بس که طاق همه
گفت ای سیّد از رهٔ تقوی … خاصه از فضل ایزدیست[۲]
همه مستغرق شهود شدند … همه فانی که از وجود[۳] شدند
زان میان چار کس[۳] به حد اتم … به خلافت گرهی زدند علم
همه خاک تو و غلام تواند … مستفیدان فیض عام تواند
سیّد آن لحظه سر به جیب انداخت … تا که هر یک جدا جدا بشناخت
داد از راه باطنی به همه … لذتِ عشق چاشنی به همه[۴]
نوجوانی ستاده بود آن جا … کسب آن فیض[۵] می نمود آن جا
از غلامان خاص سیّد بود … مستعد بر فیض ایزد بود
شیخ چون دید رو به سیّد کرد … عرض خدمت به آن مؤیّد کرد
کار زو نیست از نوام اکنون … چشم دارم که سازیم ممنون
گفت سیّد به سر چه رسیدی آری … می دهیمت چه آرزو داری
گفت این نوجوان غلام خودم … مرحمت کن به لطف عام خودم
گفت بخشیدمت بگیر از من … نزل تو کرده ام پذیر از من

---

[۱] … = ان دو اشعار کی جگہ یہ اشعار ہیں
سالها شنیده ام که به سند … به ولایت رسیده چند کس اند
سید گفت از دعای شما … به صفای تو و عطای شما
[۲] … = همه … فضل … [۳] … حد اتم
[۴] … = بید از راه باطنی به همه … دید بخشید روشنی به همه … :
کسب از فیض

هیزمی جمع کن یکی انبار　　تا ز امرم شوی تو برخوردار
ور سر از حکم من به گردانی　　پس نه ای در مراد من فانی
این سخن از سر جلالش کرد　　در تزلزل از آن مقالش کرد
هیزم آورد او دو صد خرمن　　شیخ گفتش بیا و آتش زن
از کمر او چو مقدحه بکشود　　داد آتش به دان و شد پر دود[١]
شعلهٔ نار چون فروزان شد　　آتش از باد تند سوزان شد
شیخ گفتش ز امر روی مکش　　خیز و افگن مرا درین آتش
زان که گفتار نا روا کردم　　لایق نار خویش را کردم[٢]
نصرالدین گرچه التجامی کرد　　او به امر خودش بپا[٣] می کرد
چار و ناچار شیخ را برداشت　　زد به آتش که حکم او بگذاشت
آتش آن شعله ها طور آورد[٤]　　نور در روی رسید و نور آورد
ساعتی رفت خرمن هیزم　　گشت خاکستری و هیزم گم
نی ز هیزم زبانه ای پیدا　　نی ز ریشش نشانه ای پیدا[٥]
نصرالدین گریه های زار آورد　　سر ز اندوه در کنار آورد
گفت ای وای این چه بد کردم　　این چه بد بود که بخود کردم

---

١. ب د ه : داد آتش به هیزم پر دود
٢. ه : زان که گفتی که نا روا کردم　　لایق آتش ازان گردم
٢. ب ا : زان که گفتار نا روا کردم　　لایق آتشم خطا کردم
٣. ح : بپا
٤. ح : آتش آن شعله ها چو زود آورد
٥. ب : نی ز آتش زبانه ای پیدا　　نی ز هیزم نشانه ای پیدا

قطره فانی و بحر بی پایان　　گشته از قطره موج زن به بیان

قطره حیران چه های و هوییست این　　مستیم[1] از کدام سوی است این

بحر اسرار خویش کرد عیان　　این سخن شد برون ز شرح و بیان

طاقت شیخ طاق شد زان رو　　که به سوی یلاق شد زان رو

نصرالدین بر فراز دوش او را　　برد چون مست باده نوش او را

تا که آن مستیش فراغ دهد　　سر چو در بیشه ها و راغ دهد

نوبتی شیخ دم ز مطلق زد　　سر از او نکتهٔ انا الحق زد

نصرالدین گوش کرد و هیچ نگفت　　لیک از آن شطحیه[2] بسی آشفت

تا در آن بیشه در خیابانی　　بود از گل شگفته بستانی

گل بر آورده سر ز جیب زمین　　گشته زان بوی خوش جهان مشکین

شیخ گفتش که نصرالدین یک دم　　بار افگن درین ریاض ارم

تا به گل ساعتی نظاره کنم　　فرصت صحبان مستعاره کنم

بر زمین او کجاوه را بنشاند　　شیخ بر سبزه در تماشا ماند

گل همی دید بس که گوناگون　　رنگ بی رنگ و نقش بوقلمون

نصرالدین گفت کایها الاستاد　　از زبان تو این سخن سر داد

که منم نیست غیر من معبود　　ذات حقم به ذات خود موجود

شیخ گفت این سخن اگر گفتم　　شاید از عالم دگر گفتم

ورنه من بندهٔ ضعیف ویم　　از همه بندگان نحیف ویم

خیز اکنون اگر مرید منی　　تابع امر مستفید منی

۱- ب، ه: هستیم　　۲- ب: گفتندش

زان سخن‌ها که رفت آزادم[۱ه] | مست بودم ز حد نیفتادم
نصرالدین در کجاوه‌اش بگرفت | برد بر دوش با هزار شگفت
چون به سرحد چرار بار افگند | شیخ منزل به آن دیار افگند
رو به ون را مقام و مسکن کرد | اندر آن جای گه نشیمن کرد
دست ردّ بر سر سیاحت زد | پا به دامان استراحت زد
مدت العمر بر نه شد زان جا | که به جای دگر نه شد زان جا
خادمان باز حلقه بر بستند | از پی خدمتش کمر بستند
آن دو دختر چو اخترش هر دو | حلقه بستند بر درش هر دو
گوشه گیران کوهسار همه | محو از امر او به کار همه[۲ه]
هر یکی چند گه به صحبت او | آمدی و شدی به رخصت او
اندر آن قریه استفاده پذیر | گشت بابا جنید و مانک میر[۳ه]
شد هدایت به خانمانش را | خویش و قوم و برادرانش را
طالبان جوق جوق از در او | فیض می یافتند از بر او
شیخ دین مظهر هدایت بود | بهره ور شد به هر که چشم کشود
روزگاری به کامرانی رفت | تا که شیخ از جهان فانی رفت

تمثیل بر سبیل وعظ و پند نمودن مصنّف

آدمی مخزن صفات خداست | مظهر کل و جامع الاسماست
هر چه در گنج کنت کنزاً بود | از وجودش همه ظهور نمود
باطنش غرق فیض لاهوتی | ظاهرش تشنه کام ناسوتی

۱ه صحیح ادم = از آدم ۲ه صحیح = محرم از امر او به کار همه ۳ه صحیح = مالک

خود به اسرار حق چه کار مراست | با بزرگان چه اختیار[1] مراست[2]
او که از بی خودی سخن می زد | دم ز اسرار ذو المنن می زد
من چه کردم[3] که دخل آن کردم | هر چه کردم همه زیان کردم
کس چو من بی دل و غریب مباد | بی کس و زار و بی نصیب مباد
این همی گفت و زار نالان بود | سر نهاده چو تنگ حالان بود
پس به عزم شدن علم افراشت | به تبرّک کلاه را برداشت
فرسخی رفت چون ازان بیشه | بود از کار خود در اندیشه
بیشه را هر[4] کنار لختی دید | شیخ در سایهٔ درختی دید
خرقه را بخیه می زد و سرمست | رفته از هستی و نه نیست نه هست
گفت یارب که آفتاب است این | که خیال است یا به خواب است این
شیخ گفتش که ما نه سوخته ایم | که آتش عشق بر فروخته ایم
نور عشق آنچنان نمود ظهور | که آتش کون سرد شد زان نور
از فنا و بقا برون جستیم | ز ابتدا و ز انتها رستیم
ظاهراً در عبودیت ممتاز | باطناً بخت و تخت[5] را همراز
ظاهراً در کلاه زار و نحیف | باطناً برتر از همه توصیف
نصر الدین از پی تسلّی تو | رو نهادم به قید دینی تو
خیز و اندر کلاه ام برگیر | بنده ام مستمند و زار و فقیر[6]

---

۱ ر ب: اعتبار
۲ ر ه: خود به اسرار حق چه کارم هست | با بزرگان چه اعتبارم هست
۳ ر ا ر ب ر ه: من چه گفتم چه دخل آن کردم ۴ ر ج: بر
۵ ر ب ر ج ر ه: بخت بخت ۶ ر ب: بنده ام بنده مستمند و فقیر

اشک ریزی و لب مکیدن تو   پس چه حاصل بود[1] طپیدن تو

چون از آن گنج فرقت است تُرا   ابد الدهر حسرت است تُرا

رو به آن گنج گر کنون آری   در مکنون ازان برون آری

گنج تو سر کشد ز عالم غیب   که برون آی از فراز و نشیب

رو نماید چو آن متاع دفین   می نه گنجی به آسمان و زمین

هرچه از عرش تا به تحت ثراست   دانهٔ ارزنی ز گنج تراست

حیف باشد که این متاع شگرف   رایگان می دهی و سازی حرف

بگذری زیر خاک دست تهی   خزفی چند در متاع نهی

ای بهتا از کمال نکته وری   خود به خود می کنی تو وعظ گری

گفت گو چند یک اشاره بس است   نکته ای بس اگر به خانه کس است

بیمار شدن شیخ العالم رح

و وفات یافتن ایشان

شیخ از ضعف و ز دل افگاری   روی آورد سوی بیماری

خواست بیرون بر آید ز تن زار   که هما را به آشیانه چه کار

مرغ را از قفس رها سازد   به نهایات وصل جا سازد

طاقتش طاق ز اشتیاق شده   تنش از تب به احتراق شده

خادمان از غمش فگار همه   بی دل و زار و بی قرار همه

بود ماه صیام و شب قدر   که سر احتضار شد آن صدر

نصر الدین را به پیش خود جا کرد   محرم رازش از وصایا کرد

---

[1] وه، ود، وب: کمند مله = همان

آن امانت که قد عرضنا بود — بار آن را نه کس توانا بود
آسمان و زمین و ما فیها — همه از بار آن زدند ابا
چون ظلوم و جهول انسان بود — گشت حامل بدان ودیعت زود
ظلم او آن که خویش را درباخت — جهل او آن که غیر حق نه شناخت[1]
لاجرم از پی شرافت او — سکه دادند بر خلافت او
سر و سر دفتر خلایق شد — به نظرگاه شاه فایق[2] شد
شد شیونات بینات از او — متجلی همه صفات از او
هم مزین به تاج کرمنا — هم مشرف به نور حملنا
سیرش از ملک و ز ملک بگذشت — لایق قرب[3] شاه انسان گشت
لیک انسان کسی که از خود رست — که به ذات و صفات حق پیوست
ورنه دور از بصیرت اند همه — نیست انسان که صورت اند همه
چند در قید آب و گل باشی — بی خبر از ریاض دل باشی
هان برون شو ازین نشیمن خاک — سر بر آور به اوج نه افلاک
خلقت[4] تو پی عبادت اوست — وز عبادت مراد قربت اوست
تو ازین هر دو بی خبر مانده — در رسومات خواب و خور مانده
باش تا مرگ سازدت آگاه — دست از این غفلت کند کوتاه
گنج عرفان که بود در تو نهان — تو نه دانسته قدر آن به جهان
از تو آن گنج وقت نزع کشید — از تحسر دلت بجزع کشید
گنج پرگوهرت به باد دهند — خزفی چند جای گنج نهند

---

۱ [illegible] : بشناخت ۲ [illegible] : لایق ۳ [illegible] : بزم
۴ [illegible] : خلعت

آه دنیا نه دیدنی دارد | مرگ را چون رسیدنی دارد
مستعد مرگ به پا هر یک | انبیا باش و اولیا هر یک
شربت مرگ چون چشیم همه | پس به دنیا چه دل خوشیم همه
عاقلان چونکه آخرش دیدند | زان در اول قدم ازو پیچیدند
آن یکی غار روان دگر کوهی | در[1] گرفت از کمال اندوهی
باز هم دیو را دو دیده به اوست | دزد دنبال[2] هر متاع نکوست
تا که مغلوب این عدو بودیم | حامل اقتضای او بودیم
دُرّ ایمان و گوهر ایقان | بردن از راهزن نه شد آسان
گر نه لطف خدا کند یاری | از چنین راهزن نگه داری
یارب این دُرّ پاک و پاک محل | می سپارم به تو ز دزد دغل
تو نگه دار در امان خودش | اندر آن دم ز زخم چشم بدش
شیخ دین چون ز دهر دیده ببست | به نعیم وصال حق پیوست
خادمان زار و بی قرار همه | از فراقش سرشک بار همه
آن دو دختر ز عارفان خدا | بهر تجهیز شیخ مانده بر پا
به اشارت به نصرالدین گفتند | گرد کلفت ز جان او رفتند
که اگر شیخ دین ز دنیا رفت | به سوی قرب گاه مولا رفت
فیض او مستدام بر سر ماست | ظاهراً گر چه رفت از سر ماست
خیز و بگذر کنون به طی مکان | زین الدین را و سلام ما برسان
تا به تجهیز شیخ و تکفینش | خدمتی می کند به آئینش
نصرالدین رفت هم چو باد بهار | عرض خدمت نمود بر در غار

---

۱ [illegible]: برگرفت ۲ [illegible] ۳ [illegible] دعای ما

که چو روحم برون شود ز بدن[۱] / از صدف سر کشد چو دُرّ عدن
چون ز غسلم رهید و تکفینم / به جنازه دهید تزئینم
بر همین بسته ام نماز کنید / عذر جرمم به بی نیاز کنید[۲]
نعش من هر کجا که بنشیند / زان که او جای مرقدم بیند[۳]
دفن سازید این وجود مرا / به عدم سر دهید بود مرا
دوستان مرا سلام رسان / به همه از من این پیام رسان
که بجز یاد دوست دم نزنید / جز به راه هدا[۴] قدم نه زنید[۵]
تا دم واپسین چو راه به اوست / بلکه آن لحظه ام پناه به اوست
نصر الدین روز مرگ آسان نیست / وای بر هر که او هراسان نیست
یک طرف بهر قبض جان منست / ملک الموت که عیان منست
یک طرف دیو با همه لشکر / بهر ایمان من برون از در
بمدد رهزنان گم راهش / الف سبعین هست همراهش[۵]
این زمان سوی حق پناه منست / غوث الاعظم امیدگاه منست
این سخن گفت و شد بروحانی / حاضر آن لحظه شاه جیلانی
از غضب تیر سوی دیو افگند / دیو زان زخم در غریو افگند
بگریز اوفتاد لشکر او / شیخ دین گشت ایمن از شر او
شاه جیلی به رهبری اورا / داد ایمای قادری اورا
شیخ دین خلعت دگر پوشید[۶] / گفت الله و چشم در پوشید

---

۱ ح ب: شود از تن ج ۲ ح ج = عذر جرم هم بی نیاز کنید
۳ ح ج: زان که او مرقدم همی بیند ۴ د ح ج = راه خدا
۵ د ه د ه: هست سبعین الف همراهش ۶ ح ب = شیخ چون خلعتی دگر پوشید

گفت ای نصرالدین کرم کردی — رنجه بهر چرا قدم کردی
گفت بگذشت شیخ دین اینک — گشت با ذات حق قرین اینک
گفت چون رفت از نشیمن خاک — گفت مانند شاهد لولاک ۱؎
هم چنان که رسول حق بگذشت — به همان گونه آن نسق بگذشت
او به سنّت متابعت کرده — غیر سنّت بجا نیاورده
گفت آری ز دیده پا سازم — خدمت پیر با صفا سازم
هم رهش هم چو برق خاطف شد — نصرالدین نور را مضاعف شد

آمدن جناب بابا زین الدین

همراه بابا نصرالدین و تجهیز و تکفین شیخ العالم رح

دید چون شیخ و بوسه زد به جبین — گفت ای آفتاب برج یقین
رهبر و ره نمای ما بودی — مرشد و مقتدای ما بودی
از تو ما را صفا و نور رسید — از حضور تو این سرور رسید
تو ز ما گوشه گیر نور شدی — که به خلوت گه حضور شدی
یاد کن از شفاعتی ما را — قوتی استقامتی ما را
پس پی غسل شیخ دست کشاد — همه یاران به خدمت و امداد
غسل چون داد پس کفن پوشید — پایهٔ نعش را به دوش کشید
سبحه گویان به نیزه بل رفتند — به وصیت بدان محل رفتند
بود خیرالوری ص و صحب کرام — به نمازش همه نموده قیام
صدنبیان و شایخان کبار — خاک شینان و ریشیان دیا

۱؎ ص ب: سیّد لولاک

که برون آز غار پیر گذشت / انیک آن ره نما فقیر گذشت[1]

صبر به تکفین و غسل او به کار / خلق استادیش به جای آر

گفت چون رفت جسم داشته رفت / یعنی انبان فروگذاشته رفت[2]

یا که همراه جسم خاکی بُرد / تن خاکی به مُلک پاکی بُرد

گفت جسمش که نور جان داده / سر سجاده است افتاده[3]

گفت رو رو که پیر پیر تو بود / ماند با سایه چون نظیر تو بود

نصرالدین زین سخن بسی آشفت / رفت و با دختران عارفه گفت

کین چنین گفت آن فقیر درشت / خم ز اندوه او مرا شد پشت

دختران باز از دلاسایش / غم زُدا گشته اند سودایش

که اگر زین الدین ز استغراق / نکته ای زد مباش تلخ مذاق

سکر دارد ز سکر حرفی گفت[4] / محویت یاد آن از او به نهفت

بار دیگر به رو بکن اظهار / که نه او راست هوش آن گفتار

در بگوید که پیر ما چون رفت / گو پیمبر صفت به بی چون رفت

او چو فانی به ذات احمد بود / لا جرم بر زمین گذاشت وجود

نصرالدین باز سوی غار گذشت / سوی آن دُرّ شاهوار گذشت

دید او را ز خویشتن رفته / از دلش یاد هر سخن رفته

نی ز جنبش نه آمدن نه ز رفتن / نی ازان نکته های تلخ زدن

---

[1] ود: 'گذشت' کی جگہ ردیف 'برفت' ہے۔

[2] ود: گفت چون رفت جسم همره برد / یا که انبان تن به خاک سپرد

[3] حج: بر سجاده است صاف افتاده

[4] ود حج ود: شکر دارد ز شکر مربی گفت ود حج: سکر دارد ز سکر حرفی گفت

عرش برگرد فرق او[1] به طواف — کف دستش ز قاف تا سر قاف

مختصر هر چه آمده به ظهور — از بسیط و مرکب و از نور

تابع عالم دل است همه — بهر انسان کامل است همه

هست انسان کاملش مرآت — بیند از وی کمال[2] ذات و صفات

ای خدا من به خویشتن حیرانم — چیست این صورتی ز انسانم

نیست در من چو نور انسانی — مبتلا مانده ام به حیرانی

تو ازین نقص[3] و زین غم برهان — به سر کوی مقصدم برسان

فارغم کن از این پریشانی[4] — بوی از بوستان انسانی

شکر لله رسید در اتمام — ذکر سر خیل ریشیان تمام

بعد از این ذکر دوستان وی است — شرح گلهای بوستان وی است

حالات بابا بام الدین

ترعه فعال اول ارشاد[5] — به سر نام بام الدین افتاد

خلق را ره نما به راه خدا — گشت آن نیر سپهر وفا

طالبان از درش گرفته کمال — یافته فیض از آن خجسته مآل[6]

روز در صوم و شب به افطارش — شد شکر سنگ ریزهٔ غارش

فارغ از قید خواب و خور گشته — سنگریزه بدو شکر گشته

در بن غار چشمه صادر شد — بهر آب وضوش ظاهر شد

---

۱ ح ج = فرش ۲ ح د ح ذ ح ب = جهان ۳ ح ج = غصه

۴ ح ب ح ذ ح د ح ا = ازین گران جانی

۵ ح ب = اول از استاد ۶ ح ب = خصال

پادشاه زمانه زین عباد — با رئیسان شهر[۱] و اهل بلاد

به نمازش همه به پا بودند — به دعا و به التجا بودند

چون ادای نماز گشت و دعا — به وداعش همه زدند لوا

نعش برجست و سر به بالا زد — نعشش هم نور شد به نور جسد

زین الدین گفت کایها المخدوم — از زیارات خود مکن محروم[۲]

بر زمین آی و فیض بخشی کن — آفتابی به ما درخشی کن

عالمی فیض از درت گیرند — نور از خاک اطهرت گیرند

بر غریبان ترحمی فرما — بر فقیران تلطفی فرما

در زمان نعش شد فرود آنجا — جا سر گلبنی نمود آنجا[۳]

شد در آن جای گاه مدفن او — آمدن ده چه خوب مدفن او

دولتی بس که سرمدی بودش — همه از لطف ایزدی بودش

چون خدا بود مهربان او را — مهربان بود انس و جان او را

ده چه گفتند هادیان سبل — هر که مولا از دست فله الکل

کل به هر کس که اتحاد کند — جزو باوی همه وداد کند

هر که او نسبتی به کل یابد — که به او جزو جزو بشتابد

از سر عرش تا به تحت ثری — متصرف شود به هر اشیا

عرش ازو فرش ازو نعیم ازو — دین ازو راه مستقیم ازو

حور و غلمان غلام درگه او — هشت جنت چو خاک درره او

۱ه هق، هب: ملک ۲ه هب: از زیارت مکن مرا محروم هه هق:

از زیارت مکن بما محروم

۳ه ها: در زمان نعش سر به پستی داد بر یکی خار زار سر بنهاد

به دعای گدای خود یاد آر — ای تو مقبول ایزد دادار
گفت ای شاه گر دعا خواهی — با تو است آن چه تو ز ما خواهی
کن ترحم به بندگان اکنون — تا ترحم کند ترا بی چون
ور جفایت به کس ورود کند — پس دعای منت چه سود کند
گفت توفیق خیر می خواهم — به سوی خیر شو مددگارم
گفت ایزد رحمت به خیر دهاد — عیش تو مستدام و دیر دهاد
شه به عرض سلام برپا شد — زان دعا شاه دین و دنیا شد
به همه عمر پادشاهی کرد — خلق را نیک نیک خواهی کرد
آخر الامر ز اولیا گشته — هم در آن ملک پادشا گشته
شاه چون رفت آن حصیر کهن — گفت بابا که بایدم شستن
زان که آلوده ز اهل دنیا شد — ما سوای سدّ راه مولا شد
این خبر پیش شاه برد وزیر — که ز بهر تو شستنه اند حصیر
گفت سلطان که هر چه بابا کرد — موجب امر حق تعالی کرد
گفت پیغمبر این جهان خراب[1] — هست مردار و طالبش چو کلاب
حال ما زین حدیث روشن شد — بوریا مستحق به شستن شد
ما کلابیم و طالب مردار — گردد آلوده[2] جا ز ما ناچار

بابا شمس الدین ریشی و کمالاتش

نوجوانی که مه غلامش بود — در مرو مسکن و مقامش بود
ماه رویی به نام شمس الدین — نور رویش به شمس گشته قرین

---

۱ مصرع: قول خیر الورا جهان خراب ۲ مصرعه: گردد آلوده جای ما ناچار

بود در غار تا ده و دو سال — سر به زانو نهاده در اشغال
مطلع نور بود چون سرزد — سر ز بویش شمیم عنبر زد
فیض بر طالبان حق داده — همه را دل به دل سبق داده
مهر جانش که بس فروزان بود — روشنی بخش تیره روزان بود
طالبی را که او سبق داده — فیضش از نور ذات حق داده
فارغ از خویش و ز خودش می کرد — محو در ذات ایزدش می کرد
بسکه محویتش به مولا بود — متنفّر ز اهل دنیا بود
هیچ کس را ز اهل مال و دول — اندر آن خلوتش نه بود محل
نوبتی در درون صومعه بود — مست توحید و فارغ از همه بود
خادم آمد که این زمان بردر — ایستاده ست شاه دین پرور
آنکه نامش چو نور عین شده — شهره بر عابدین به زین شده
منتظر مانده تا چه حکم شود — چیست فرمان در آید یا برود
گفت او کسوت شهان دارد — حکم او بر همه جهان دارد
با چنین کسوتی به خلوت ما — راه نه دهید نیست رخصت ما
چون به سلطان از و پیام رسید — زان نویدش امید تام رسید
کرد بیرون لباس سلطانی — زد گلیمی سیه به پیشانی
چون گدایان به خلوتش رفته — دید پیری چو ماه دو هفته
بر حصیری به قبله رو کرده — پشت بر جمله آرزو کرده
بعد عرض سلام و لطف کلام — بر حصیری کهن گرفت مقام
گفت ای صوف پوش* آزاده — پشت پا بر همه جهان داده

* ب: دلق پوش

که فلان روز شوهرت در جنگ ‌‌‌ گشته شد هم چو روبهی ز پلنگ
زن ازین ماتم جگر فرسای ‌‌‌ گریه و نوحه ساخته برپای
جمع گشتند قوم و انصارش [۱] ‌‌‌ ماتمی سرزده ز اخبارش
زن شبانگه به شیخ شمس الدین ‌‌‌ رفت نالان و سینه چاک حزین
که فلان روز مخلصت گشتند ‌‌‌ لاشه اش را به خاک آغشتند
می نه دانم که چون ز جان گشته ‌‌‌ طعمهٔ زاغ یا سگان گشته
آه ازین بی کسی که من دارم ‌‌‌ جان برون آید از تن زارم
شیخ چون دید گریه و زارش ‌‌‌ گشته از درد سینه افکارش
سر ز تابوت برکشید برون ‌‌‌ ریخت از درج لب در مکنون
گفت غم نیست شوهرت زنده است ‌‌‌ هم چو ماه دو هفته تابنده است
تیرهائی که سوی او زده اند ‌‌‌ رخنه افگن به خرقه ام شده اند
او سلامت برست از اعدا ‌‌‌ به کسی این راز را مکن افشا
زن چو بشنید راه خانه گرفت ‌‌‌ ترک آن نوحه و فسانه گرفت
روز دیگر چو قوم خویشاوند ‌‌‌ یافتندش به عیش شکرخند
هریکی پرسشی به آن می کرد ‌‌‌ او گریزی به این و آن می کرد
تا که از نقص خود علم افراشت [۲] ‌‌‌ سر پنهانی آشکارا ساخت
کرد اظهار و اشتهار گرفت ‌‌‌ شیخ آن دم ره فرار گرفت
با همه ضعف آن نکو فرجام ‌‌‌ رفت در دیوه سر به تاری گم
اندر آن قریه رخت خود افگند ‌‌‌ لب ز افشای نیک و بد افگند
بعد چندی که لشکری به رسید ‌‌‌ اول از شیخ دین خبر پرسید

---

۱ حب حه حا : انصارش ۲ حب حه حط حا : افراخت

طلب حق بر او شرر افکند … دل ز خویش و ز اقربا برکند
از دیار و وطن برون آمد … جذب مولاش رهنمون آمد
پیر بجویان به هر طرف بشتافت … تا که در بومه زونشانش یافت
دید پیری به روی سجاده … طالبان را به حق صلا داده
نور عشق از جبین او لائح … بوی قرب از شمیم او فائح
دست بیعت به دامن او داد … سر خدمت به پای او بنهاد
خوشه‌چین شد ز خرمن نورش … ناظر نور گشت و منظورش[۱]
چند سالی از او کمال گرفت … پی به خلوت گه وصال گرفت
گشت مامور بعد از آن از پیر … در کروهن سوی خلوت تنویر
در زمان راه کوهسار گرفت … در کروهن شد بدو قرار گرفت
شد وجودش بسی نزار و نژند … پوستی ماند و استخوانی چند
از سر ضعف شد چو مبهوتی … جای کردی درون تابوتی
کرده اظهار مرده‌ام یکسر … جای مرده به نعش اولی تر
مخلصی گاه گاه خدمت او … کردی از مهر و ز محبت او
مرد مخلص که او سپاهی بود … از سپاهان پادشاهی بود
اتفاقاً ز امر سلطانش … آمده سوی جنگ فرمانش
همره لشکر ظفر مشحون … شد به کهسار نبت از هامون
چون دو لشکر به یکدگر پیوست … طرفه جنگ عظیم در پیوست
بود آن مخلص از کمال یقین … متوجه به سوی شمس الدین
دشمنی بود آن نکوخو را … این خبر برد بانوی او را[۲]

[۱] ن۲ = نور گشت او ز فیض منظورش [۲] ن۲ = این سخن برد سوی بانو را

دلم از فکر تو نیاز احمد — همه کارت به نیکی انجامد
پس به هر هفته آن نکو کردار — بار بستی بخدمتش هر بار
تا که از فیضش او به کام رسید — به سر دولت مدام رسید

کرامت خادم شمس الدین رح

خادم الخاص شمس الدین بابا — نوجوانی به کار حق یکیست[1]
روز تا شب به خدمت استاده — شب همه داد بندگی داده
خاصه تر از همه غلامش بود — میر بابا به عرف نامش بود
شیخ روزی به امتحان او را — کرد اشارت[2] سوی اذان او را
گفت خادم هنوز بیگاه است — دلم از نور وقت آگاه است
گفت چون وقت می رسد آن دم — مر مرا هم ز وقت[3] کن محرم
ساعتی رفت و گفت ای استاد — اینک این مرغ عرش بال گشاد
گفت مقصود من از این گفتار[4] — بود این تا کجا رسیدت کار
جهد کن جهد تا به کام رسی — به شهود حضور تام رسی
شیخ چون از جهان فانی رفت — به سر ملک جاودانی رفت
اندر آن قریه گشت مدفن او — نور سر می زند ز معدن او
ای خدا کن مرا به کام قرین — حرمت پاک شمس الدین[5]

---

[1] د ا : نوجوانی لطیف و بس رعنا [2] د، ج، ا، ہ : زد اشارت
[3] د، د : لطف [4] د ج : اظہار
[5] یہ شعر صرف نسخہ د ا میں ہے اور دوسرا مصرع ساقط الوزن ہے۔

زن به او قصه پای تا سر خواند / مرد بشنید و منفعل در ماند

گفت افسوس کان هما از ما / کرد پرواز و شد جدا از ما[1]

در دغا غم‌گسار بود مرا / خرقهٔ خود سپر نمود مرا

تا که[2] از تیر دشمنان رستم / در هلاکت ز بیم جان رستم

اندر آن جنگ سهمگین آبی / بود در راه در تنگ[3] و تابی

هر که در وی پی عبور شده / از متاع حیات دور شده

من هم آن جا به ترسناکی خویش / دل نهادم پی هلاکی خویش

شمس الدین دست خود ز دورم داد / دست بگرفت و پس عبورم داد

ای دریغا که آن هما پایه / رفت و ما را گذاشت بی سایه[4]

روز دیگر به جستجویش شد / ذره آسا به شمس رویش شد

یافتش همچو مهر تابنده / زانکه جوینده است یابنده

گفت ای شیخ چون پیمبر ما / این اشارت ز دست بر سر ما

که زنان ناقص الخرد هستند / لاجرم غرق جهل خود هستند

پس به قول و کلام بی خردی / بر سر ما مزن تو دست ردی

جای مألوف خویش را مگذار / حق همسایگی ما یاد آر

گفت من عهد کرده ام کاصلا / نه روم هیچ جا از این ماوا

تا دم مرگ جای من این است / بلکه مدفن برای من این است

تو به هر هفته پیش من می آ / من ز تو دور نیستم به خدای

---

[1] ه‌ا = پرواز و اختفا از ما [2] ه‌د = تاکه آن جا ز ه‌ف‌د = تاکه از بیم

[3] ه‌ب = با [4] ه‌ح ه‌ف = بی مایه

روستای بسطوی خویشان شد / با همه قوم و نیک کیشان شد
گفت این جا به خدمت بابا / می گذارم کرا ز اهل سرا[1]
زنی آن جا به زشت کیشی بود / مبتلا او به عشق ریشی بود
سال ها چون خیال او بودش / آرزوی وصال او بودش
گفت من بهر خدمتش باشم / نقد جان را به خدمتش باشم
همه رفتند شیخ تنها ماند / زن پی خدمتش همان جا ماند
گفت با خود که خلوتست امشب / شب شب وصل و عشرت است امشب
من و بابا به کار فرزانه / خانه خالی ز غیر و بی گانه
امشب از نخل او ثمر گیرم / همچو جان خودش به بر گیرم
از لب لعل او شکر نوشم / گیرم و گیرد اندر آغوشم[2]
آرزوی که بود در دل من / امشب آن آرزوست حاصل من
روز آورد آن زبون پیشه / شب به این فکر باطل اندیشه
چون شب آمد لباس نو پوشید / کسوت و زیور نکو پوشید
خویشتن را چو داد آرائی / به زر و زیور و به زیبائی
کاسهٔ شیر را به دست گرفت / ره به برنای شوق پست گرفت
ساغر شیر پیش رویش داشت / دل و جان و دو دیده سویش داشت[3]
ماند استاده هم چو سرو سهی / چشم جادوش مست عشوه دهی
گفت بابا که آرزوی تو چیست / از من زار جستجوی تو چیست

۱؎ دہ ، که گذارم به او نه اهل سرا
۲؎ دہ ، گیرد او تنگ اندر آغوشم
۳؎ دہ ، 'داشت' کی جگہ ردیف 'داد' ہے۔

باباحیدر ریشی رح

نوجوانی به رُخ چو ماه تمام   دلبری نازنین دل آرا نام
رُخ ز برگ گلش دل آراتر   قد ز شمشاد و سرو رعناتر
جذبهٔ ایزدی رسید او را   دولت سرمدی رسید او را
طلب پیر و راه بر کرده   قدم اندر طلب ز سر کرده
چون به صاحب دلان مکین آورد   رو به بابای بام الدین آورد
یافت از خدمتش بسی اکرام   گشت بابای حیدر او را نام
ترک لذّات و آرزو کرده   به ریاضات شاقه رو کرده[۲]
سال ها بود چون به خدمت شیخ   گشت صاحب دلی ز صحبت شیخ
در مریدان زبی نظیری او   شد اشارت به گوشه گیری او
شیخ گفتش به گوشه ای بنشین   از همه خلق خلوتی به گزین
هست در لار گوشه ای نیکو   بر بلندی ئ قریهٔ آرو
اندر آن گوشه رو عبادت کن   به ریاضات شاقه عادت کن
او در آن گوشه سال ها بنشست   نفس[۳] بت را به عربده بشکست
بود در قریه نیک سیمائی   روستائی[۴] به جود یکتائی
شب به افطار کاسه ای از شیر   رانقبه برد او به خدمت پیر
بر همان شیر او قناعت کرد   صرف آن شیر را به طاعت کرد
چرخ از این جا که بر جدائی ماست   کار او قطع آشنائی ماست

۱ـ در ل، در ه، در ط، در ح : کشید   ۲ـ در ح : خو کرده
۳ـ در ق : نقش   ۴ـ در ه : روستائی چو در یکتائی

بابا شکور الدین

نور حق که ز طور دل سرزد — سرز بابا شکور الدینؒ برزد
قریهٔ طور شد چو طور از او — لامع النّور و پُر سرور از او
شد ز بابای بام الدین آن جا — صاحب الرشد و جانشین آن جا[۱]
به ریاضات شاقه افطارش — بود خاکستر سفید ادرش
زهر چون شیر ناب می خوردی — لخت دل را کباب می کردی
از صفا هم چو بدر کامل شد — ذوالعیان گشت صاحب دل شد
هر که در خدمتش رُخ آوردی — سر به اوج کمال می بردی
سال ها او به مسند ارشاد — بود بنشسته از همه آزاد
از همه خلق گوشه گیر شده — بر سر ملک دین امیر شده
ملک دل را که نیست پایانی — دو جهان چون خسی به عمّانی
بلکه در جیب ملک دل دو سرا — دانهٔ ارزنی است در صحرا
ای خوش آن کس که مرد کار شود — به چنین ملک ملک دار شود
نفس دون را به زیر پا آرد — روی در عالم صفا آرد
بود بابا به صد صفا و حضور — متمکن نشسته اندر طور
مرغ جان چون رها شد از تن او — هم در آن قریه گشت مدفن او

بابا رجب ریشیؒ

قطبیت که مدار عالم شد — چون به بابا رجب مسلّم شد

۱ـ مرجح = اهل ارشاد و جانشین آن جا

گفت عمریست مبتلای توام — منتظر مانده[1] از برای توام
امشب است آن که کام من بدهی — میِ عشرت به جام من بنهی[2]
گفت بابا که ساعتی بنشین — می دهم کام تو مباش حزین
شاد شد زین سخن بت طنّاز — اندر آن خلوتش[3] نشست به ناز
اُستری بود و منقل آتش — شیخ چون دید گشت حالی خوش
آلت فسق را ببرید اوّل — پس در افکند اندر آن منقل
داد کین گوشت پارهٔ بریان — نقل فرما مزن ز عشق بیان
تو که مست نظاره‌ام بودی — عاشق گوشت پاره‌ام بودی
ببر این گوشت پاره و بگذر — سرد شو از نظاره و بگذر
حبّذا این چه عزم بستن اوست — کشتن نفس و سرشکستن اوست
تیغ بر فرق هر فساد زدن — آرزوها همه به باد زدن
امتحان‌ها و عقده‌ها[4]ست بسی — از هزاران ز عقبه‌ای است بسی
زن سراسیمه و خجل گردید — شد گریزان که منفعل گردید
شیخ از آن زخم بر زمین افتاد — درد بر جسم نازنین افتاد
همه شب بود بی خبر مانده — عضو عضوش به درد در مانده
صبح دم راه آگهان گرفت — که از آن قریه اش ملال گرفت
مدت العمر گوشه گیر آنجا — بود با نور دل پذیر آنجا
هم در آن قریه جان به جانان داد — مرقد او شمیم عرفان داد

---

۱ - مج مل مه مخ : مبتلا مانده ۲ - مب : به دهی
۳ - مج : خلوتش نشیب و فراز ۴ - مب : عقبه

نوجوانی میان شان چون ماه / دلبر و دلفریب و خاطرخواه
خرقهٔ ریشمانه در بر او / کُلَه صوفیانه بر سر او
گفت والله چه ریشیٔ نیکوست / دل ز من برد و خاطرم سوی اوست
در زمان خادمان ز خانهٔ او / برشدند از همه[1] فسانهٔ او[2]
شب به مرشد چو روی آوردند / قصهٔ روز را بیان کردند
که زنی سر ز غرفه بیرون کرد / نظری سوی خادمان چون کرد
دم ز نوروز ریشی آنجا زد / نکتهٔ مهر وز تولّا زد
گفت باباکه او به خلوتگاه / بود چون گشت[3] با شما همراه
خود چه کارش به ره نوردی بود / خانه جوئی و هرزه گردی بود
بعد از این گر به ما نیاید به / زحمت خود ز ما ز داید به
چونکه نوروز ریشی این گفتار / کرد در گوش بست از آنجا بار
حال او سوخت چون چراغ از زیت / گشت جازم به عزم حج البیت
گفت گر عذر این گناه کنم / سایهٔ کعبه را پناه کنم
چون به سرحد کامراج رسید / رخت خود را به وآر کام کشید
روستائی به جود آنجا بود / به سنی بیندت او مسمّی بود
میهمان دوستی به نیت خاص / خالص و مخلص و پُر از اخلاص
او به مهمان سرایش شب کرده / زاد راهی از او طلب کرده
او به پُرسید کای جوان نکو / به کُجا عزم کرده ای این سو
گفت که عزم کعبه دارم من / بر توکّل نه مرد کارم من

---

۱ حب حه = چنین
۲ حه : دور گشتند از فسانهٔ او ۳ حب حه = رفت

در میان خلایق حق را — ترجمان شد به فیض مطلق را

ترجمان است قطب حق به میان — واسطه فیض را به عالمیان

گوشهٔ او که تا که نازل شد — چند صوفی به او مقارن شد[1]

هر یکی مست در ریاضت ها — قوت خود کرده از کتابت ها[2]

همه در ورد و ادعیه ممتاز — همه در کار تصفیه سرباز

همه شاهان عالم تجرید — همه مستان بادهٔ توحید

نوجوانی میان شان رعنا — همچو گلدسته ای به نور و صفا[3]

در همه خادمان چو فایق بود — به نظرگاه شیخ لایق بود

قرب او از کمال استعداد — بود چندان که شرح نتوان داد

نوبتی شد به خادمان دمساز — رفت در قریه ای به نذر و نیاز

که در آن قریه از پیٔ لنگر — مشت شالی وظیفه بود مگر

به یکی صحن خانه در رفتنه — صاحب خانه را دعا گفتند

زنی از غرفه سر برون آورد — که رخش لاله را به خون آورد

چشم مستش چو نرگس شهلا — مژه اش ناوکی ز بستر بلا

غمزه اش ترک تاز جان می کرد — خنده اش شکرین زبان می کرد

حسن او پردگی به حجلهٔ ناز — لیک در داده از برون آواز

شهره در خوبی و نکوئی بود — طاق در حسن و خوب روئی بود

دید آن ماه جمعی از درویش — ایستاده به صحن خانهٔ خویش

---

[1] مط : شد کی جگہ ردیف ها

[2] مط : نقش دل کرده زد کتابت ها

[3] مط : ضیا

آدمی آن که چون حباب شد[۱]   هیبداء او که بحر ناب شده
سر کشد چون حباب از دریا   بگسد تازه‌ای کند به نشو و نما
ساعتی رفت و باز فانی شد   منهدم نقش زندگانی شد
طرفه که نقش مستدام بود[۲]   که حباب نقش دوام بود

خوارقات نوروز ریشی

که از مریدان رجب ریشی بود

خادمان را تشنه‌دمی افزود   نان و حلوا که شیخ دین فرمود
که گرامی متاع بابا چیست   آنکه از خلق و چشم ما مخفی است
لاجرم چند کس به جستن آن[۱]   رفت تا سر کشد متاع نهان[۲]
به سرای ششی پنڈت رفتند   وز تعجب به سوی او گفتند
که گرامی متاع مرشد ما   باز ده سوی ما خزینه گشا[۳]
او فرو شد که آن متاع شگرف   چیست در خانه ام چه راز و حرف[۴]
رفت و این ماجرا به بابو گفت   طرفه‌تر آن که سر آن او گفت
که گرامی متاع بابا بود   آنکه نوروز ریشی این جا بود
آه ازو اکنون کناره گشته   رفت از این جا چو ماه پاره کشد
در زمان او برون ز خلوت شد   شعله افگن از نور وحدت شد[۵]

---

۱ و ۲ ن د : زمان   ن ه : جهان   ن ک : لاجرم چند کس به جستن او رفت تا سر کشد متاع نکو

۳ ن ک : چیست در پیش من چه خود بی حرف

۵ ن ه ن د : شعله افگن به نور قربت شد ن ح : شعله افگن برون ز قربت شد

مدد خرج گر دهی نیکوست / ورنه چشم کرم به حضرت اوست
روستا را زنی همایون بود / که ز صد مرد عقلش افزون بود
گفت از این نوجوان تو وعده بگیر / که ز حج چون رسد به نور کثیر
انزوا در سرای ما گیرد / بهر حق این سوال بپذیرد
گفت ربشی که عهد بربستم / باشم این جا ز مرگ گر رستم
توشه دادند چون بدست اورا / روستا در کمر ببست اورا
خواست از وی دعا و شد بدرود / گشت از خدمتش خدا خوشنود
داد ربشی ز عشق سر در راه / حج ادا کرد طوف بیت الله
بعد سالی ز کعبه باز آمد / زافر فقر سرفراز آمد
در همان خانه ای که وعده نمود / تا به شش سال او به خلوت بود
روستائی به خدمت استاده / زن او داد بندگی داده
شب به افطار هر که چیزی برد / او نمی خورد دیگری می خورد
صاحب خانه بی خبر زین حال / کو ز خوردن شده ست فارغ بال
بود مستغرق شهود خدا / از غذا رفت نور داشت غذا[1]
چونکه بابا ربیب به نزع رسید / یازده کس مرید داشت رشید
هر یکی در ولایت اکمل بود / در طریق هدا مکمل بود
عرض کردند کای شه عرفا / به که روی آوریم بعد شما
گفت نور دل و ضیائی مرا / آن متاع گران بهای مرا
هست در وارگام[2] نور افشان / به سرای سنی بیندت پنهان
این سخن گفت و رو به قبله نهاد / گفت الله و جان آ جان داد

---

۱ ن ح = نور اوست غذا ۲ ن = آرگام ن ح = کوار کام

کین بلا گر خدای دفع کند | قضیه به پاس پیر خود کنند

تا بزم هر دو سر به راه زدند | پای نوروز ریشی افتادند

همه در خدمتش بیان کردند | و آن همه درد دل عیان کردند

گفت بابا که چیست چارهٔ کار | تا شود رفع قضیهٔ اشرار

هر دو گفتند کز قدوم شما | وز نفس های خوش لزوم[1] شما

رفع این قضیه می شود ورنه | آبرو شد نو [illegible]

گشت بابا ازین سخن ناچار | بود رفتن به اهل دنیا بار[2]

لیک به پاس خدمت ایشان | دم نه زد از مودت ایشان

با همه خادمان ز خلوت گاه | بر شد و شد به هر دو کس همراه

این سخن شهره شد به واری گام | کامده شیخ و ریشیان مقدم

آن همه جمع گشته رای زدند | در ره مکر و حیله پای زدند

که اگر شیخ التماس کند | از خدا ان خویشتن پاس کند

ما از او التماس رد نه کنیم | پی دل او را ز پیش خود نه کنیم

لیک شرط و بهانه افزاییم | دعوت او به روز می سازیم[3]

شیخ از آن جا که صایم الدهر است | از خورش های روزی بهر است

او چو در روز روزه بگشاید | خادمش را گنه که بخشاید

بر همین عهد قول بر بستند | پس به خدمت گری کمر بستند

شیخ دین را همه به استقبال | در گذشتند با هزار [illegible]

۱ه [illegible] پاک بوم شما ۲ه [illegible] زانکه رفتن به اهل دنیا عار

۳ه [illegible] موت و بهانه می سازیم ۴ه [illegible] روزه نگشاید

رفت همراه ریشیان به مقام[۱] — غسل و تکفین شیخ کرد تمام
کرد مدفون در آن مقام[۲] او را — شد به جان بنده و غلام او را
مدتی او به جای مرشد بود — خلق را رهبر و مؤید[۳] بود
کار شیخی از او نظام گرفت — حال او رتبهٔ عظام گرفت
طالبان مستغنیه از در او — می شدند و رشید از براد
گشت از طالبان معتبرش — خاص بابای هردی از نظرش
در مریدان و در همه گروه — گشت آن پاک زاد از همه به
اتفاقاً ز گردش ایام — فتنه ای شد بپا به وادی گام[۴]
برشدنی بشدت اهل قریه تمام — پر خصومت شدند بلوی عام[۵]
که زما یک لک و هزار فلوس — خورد و غارت نمود هی افسوس[۶]
همه در پیش شاه داد زنیم — بلکه دعوی ازین زیاد کنیم
تا که این مرد را به دار کشد — دیگری را بروی کار کشد[۷]
هر دو خادم از این بلای عظیم — شد هراسان و او فتاده ز بیم[۸]
زن و شوهر چه مشورت کردند — سوی بابا پناه آوردند

---

۱ ه ۵ ه ۵ = ریشیان مقام
۲ ه ا ه ۵ ه ۵ ه ب = مقام
۳ ه ۵ = به او . ه ب = بدو ه ۷ = براد
۴ ه ج ه ب ه ۵ = فتنه برپا شده به وادی گام
۵ ه ا = یکسو عام ه ب = بادی
۶ ه ۵ د غارت نمودن کرد افسوس ۷ ه ب = دیگری را بروجه کار کشته
۸ ه ۵ ه ۲ ه ب = او فتاده به بیم

شیخ را این سخن به گوش رسید / چون ز سکر و فنا به هوش رسید
سر بر آورد و گفت از سر سوز / کافتاب است بجای شعر هنوز
در زمان مهر عالم آرا سر / زد ز مغرب نمود وقت دگر
خلق حیران شدند از کارش / بود چون لفظ کن به گفتارش
این سخن گفت و سر به سجده نهاد / جان به جان آفرین خود را داد
الله الله چه گفتگویست این / از ره گزتن چه های و هوی است این
عقل حیران و فکر سرگردان / بی نشانی کشید سر ز نشان
عقل از سر کار پی نه برد / عشق گو عشق ما که پی به برد[1]
عشق هم لمعه ای ز نور خداست / از خدا راه در حضور خداست
خادمان اشکبار گشته همه / از غم شیخ زار گشته همه
غسل دادند و پس کفن بستند / بر سر برگ گل سمن[2] بستند
القصه آن قریه مدفنش کردند / گنبد از خاک او بر آوردند

بابا هردی ریشی رح

پرتو نور حق به سجاده / پس ز بابای هردی افتاده
مسند آرا به جای مرشد شد / عارف و عاشق و موحد[3] شد
طالبان را ره هدا به نمود / همه را عارف خدا به نمود
پیش از او ریشیان به نور و صفا / هر که کرده به ناگه نارن جا
از همه با گسسته می بودند / بر توکل نشسته می بودند

---

۱ ر ک ر ۃ: عشق گو عشق تا که وی ببرد ۲ ر ب: سفن ۳ ر ب: مؤید

به دست و پایش بوسه زدند   چاوشان گو همه نفیر زدند
اهل دنیا که طرفه بی خبراند   بزبان دیگر و به دل دگراند
همه سوی چاپلوسی شان   هم به تعظیم و خاک بوسی شان
ظاهراً سر زده به پابوسی   باطناً مشتغل به جاسوسی
شیخ در قریه چون گرفت مقام   رفت با هر همه به لطف کلام
گر دهید از گناه خادم ما   کو به امید گشت عازم ما
گر خلاصی دهیدش از سر بند   منت است آن برین حقیر نژند
همه گفتند ما غلام تواییم   بهره گیران فیض عام تواییم
که هزاران گنه به خادم تست   ما گذشتیم چون که محرم تست
لیک شرط است گر فرو گیری   دعوت ما به روز به پذیری
دست در خوان ما چو بگشائی   دم ز خوردن به روز نه نمائی
گفت دارم قبول این همه چیز   گر غریبی دهید ز جنگ و ستیز
گشت آماده نعمت الوان   تا به هنگام عصر خوان برخوان
شیخ مشغول شغل خود گردید   آشنا شد به لجه توحید
میزبانان به حیله جوئی ها   در تگ و دو به تند خوئی ها
شیخ سر بر نداشت از زانو   تا که خورشید شد ز کوه فرو
قوم گشتند شاد و دست زنان   عهد بشکست و خوار شد دشمن
زانکه بابا بخورد دست نه کرد   خادم او بکوفت آهن سرد
ما گناهان او نه بخشائیم   هم چنان بر ستیزه بوده ایم

۱ـ ضرب = جمله ۲ـ ضرب ردو دو ۳ـ گرفت آرام ۴ـ مدد ۵ـ فکر خود

به قیامت فتاد دیدن ما   به ملاقات ما رسیدن ما
پس اشارت به خادمان فرمود   تا رود خواهر از برم[۱] خوشنود
چند داس از همه سپرد کنید   به سوی خانه ره نورد کنید
شیخ از آن جا که مظهر کل بود   مدت العمر بر توکل بود
کرد یک روز خادمش اظهار   کای مهت مهر مطلع الانوار
شد دو روز آن که ریشیان مقام   بی خورش مانده اند و بی آشام
هست امروز نیز مطبخ سرد   لاجرم بنده عرض خدمت کرد
گفت آتش بسوز[۲] و دیگ شوی   که توکل زما شود پس سوی
ماه روئی که راه پیما شد   سد راه توکل ما شد
خادم آن کار را نمود به هوش   باز آمد که دیگ هاست به جوش
گفت رو اضطراب نیست که گاه   شش سناچه برنج کرده به بار
زنی از دور می رسد اینک   قدم اندر مقام زد اینک
رفت خادم برون و دید زنی   خوش لقائی و نازنین بدنی
شش سناچه برنج بر شش کس   بار کرده دوان ز پیش و ز پس
بار را او به خادمان بسپرد   بر در صومعه قدم افشرد
گفت ای شیخ عرض خدمت نو   دارم و می کنم به حضرت تو
نیست یارا و قوت سخنم   که دم از درگشادن تو زنم
گفت عمریست تا که در بستم   من ز عورات جا نظر بستم
بلکه من ترک کرده ام اصوات   گوش کردن ز جمله[۳] عورات

---

۱ ص = درم. ۲ ص = آتش فروز ۳ ص = جمله عورات

او اشارت سوی زراعت کرد / که کشاورزی عین طاعت گرد
گفت با طالبان آزاده / که به طول و به عرض سجاده
هر یکی کشت و کار روز کنید / شب[1] عبادت به درد و سوز کنید
از زراعات کسب خود بخورید / تا ز طاعات انتفاع[2] برید
پس به ایمای او عثمان نقدار / هر یکی دست می زدی در کار
هفت سال آن غریق بحر شهود / مسند آرا به ملک شیخی بود[3]
بعد مرشد چو سال رفت از هفت / شیخ در ملک جاودانی رفت
مدفنش در همان مقام شده / خاک او فیض بخش عام شده

بابا نونده ریشی رح

شیخ چون شد به امر و ایمایش / ننده ریشی نشست بر جایش
او که یکتا به نیک کیشی بود / بلکه همتای ننده ریشی بود
بعد مرشد به پنجه و سه سال / بود سلطان وقت و صاحب حال
که نظر او نه کرد سوی زنی / دیده نگشاد او به روی زنی
روز تا شب به خلوتش جا بود / شب همه شب ستاده بر پا بود
خواهر از اشتیاق دیدارش / تنگ آمد نمود اظهارش
در گذشت تا جمال تو نگرم / خواهرم رد مکن چو نامحرم
گفت من عهد بسته ام بمرید / که رخ عورتی نه خواهم دید
رو که شق برادری ما را / نیست ممکن به دار دنیا را

---

[1] و ۲ ده ۱: پس [2] ده: انقطاع [3] ده: برسر مسند شیوخی بود

رفت در مطبخ و به خادم گفت — زود چیزی بمن بده به نهفت
گفت خادم که آش نیست تیار[1] — بنشین ساعتی بگیر قرار
از سر جوع سخت گفت اورا — ای تو شوریده بخت گفت اورا
رفت خادم به شیخ نعره زنان — کاوفتادم به دست اهرمنان
حاجی از بسکه ناسزا گفته — نی مرا بلکه آن ترا گفته
شیخ از قهر گفت دورش کن — دور از خدمت و حضورش کن
گشت بابای حاجی از آزار — پس سراسیمه و خجل بسیار
خادم آن حصهٔ طعام اورا — برد در حجره و مقام اورا
هیچ ناخورده قفل بر در زد — نفسی سرد از دلش سر زد
در همان لحظه راه کعبه گرفت — بی سر و پا پناه کعبه گرفت
بود در کعبه تا ده و دو سال — حج ادا کرده عمره از هر سال
بعد ازان ترک ننگ و نام گرفت — باز آمد ره مقام گرفت[2]
موی سر بود تا قدم اورا — کرده شق[3] پیرهن کرم اورا
مست از ره چو جوگیان می رفت — فارغ از سود و ز زیان می رفت
شیخ با خادمان خود روزی — گفت مهمان بادل افروزی
می رسد بلکه صاحب خانه — صاحب این مقام و کاشانه
عرض کردند ای یگانه شهر — جز تو صاحب مقام کیست به شهر
گفت ما جوده ایم تا این دم — جای ما دیگری ز دست علم
شد شبانگاه به خدمت بابا — جوگی ره نورد بی سر و پا

---

۱ ه‍ ع : گفت خادم که نیست هیچ تیار
۲ ه‍ ع : همچو جوگی ره مقام گرفته ۳ ه‍ ج : نزد شق.

به ارادت چون آمدی این جا — چیست مقصود تو بیان فرما

گفت از مهر خود به وجه جلال — یک زمین خریده‌ام امسال

هدیه کردم به ریشیان مقام — در پذیر از من ای سر اکرام

گفت ما ریشیان گیتا ایم — بر توکل نشسته این جا ایم

گر زمین تو که حلال است آن — بر توکل ملی وبال است آن

گفت چیزی که بی سوال بود — بر توکل کجا وبال بود

دانه چون بر زمین گاری تو — کن توکل به لطف باری تو

گر زراعت نه عین خالص کرد — مرشد تو چرا زراعت کرد

شیخ پذرفت آن زمین از وی — خاک[1] شد پر ز دُر ثمین از وی[2]

بود آن نیک زن چو نیک نام — هست مالک زمین از او به مقام

رفت عمری هنوز حاصل او — هست در صرف مطبخ نیکو

عمل خیر دیر می پاید[3] — نیکبخت آن کس که خیر بنماید

باباحاجی ریشی

شیخ را خادمی همایون بود — به صفائی چو دُرّ مکنون بود

بود بابای حاجی او را نام — در عبادات و در ریاضت تام

... مگر داشت روزه چون لیچه — به فر و زندگی ... آگاهی

روز سیوم به وقت شام او را — مرزده چون که جوع تام او را

---

۱ ب: چاک

۲ ب: شیخ پذرفت کرد خورسندش — کرد خشنود با رضامندش

۳ ب: ماند ۴ ... ب: خشک ۵ ... : گرسنگی سرزده
چو تام او را.

دفن در پیش مرشدش کردند مبدأ فیض مرقدش کردند
حاجی آن دم بجای پیر نشست با همه نور دل پذیر نشست
طالبان را به حق صدا داده فیض از عالم صفا داده
تا به سه سال و چند ماه دگر بود بیناییش[۱] به نور بصر
بعد از آن ضعف در بصر آورد که سپیدی به چشم و سر آورد[۲]
زان که از کشف راز بر سر او این خبر[۳] داده بود رهبر او
پس دگر کارهای دشوارش پیش آمد ز کشف اسرارش
نوبتی مال دزدی آورده دزد کی در مقام او برده
داد در دست خادمش کین مال بهر حق گیر ای همایون فال
من به سوی سفر روم ماهی نیست در خانه ام نکو خواهی
باز چون آیم و امانت خویش باز گیرم ز همت درویش
او به نادانی آن امانت را در گرفت ای زهی امانت را
چند روزی گذشت و دزد براه شد گرفتار از عسس ناگاه
جان ز اشکنجه اش بر آوردند پس تجسس به مال او کردند[۴]
دزد را چون که جان به لب آمد روز عمرش به تیره شب آمد
گفت مالی است در مقام مرا بگذرید از ز انتقام[۵] مرا
می دهم مال را به دست شما تا رهامی شوم ز شست ما

۱ه ول : پیشانیش ۲ه ود، ده، ول، وب : چشم سرآورد
۳ه ول : این چنین ۴ه وه : تجسس به مالش آوردند
۵ه وج : می گذارید ز انتقام مرا

سرفگنده چو جوگیان بنشست / لب ز گفتار و ز بیان ہابست
هیچ کس غیر شیخ دین او را / نشناسید آفرین او را[1]
شیخ برجست و دربرش آورد / وز کرم بوسه بر سرش آورد
گفت بیگانگی کنی تا کی / سر به بیگانگی زنی تا کی
حاجی ما توئی و حج کرده / چیستی این لباس کج کرده
چونکه فردا ازین نشیمن گاه / به دگر جا فرو کشم خرگاه
نایب من توئی و آزاده / بنشین بر فراز سجاده
تازه کن راه و رسم دیرینه / همچو آن ریشیان پیشینه
خادمان را به جود دست کشای / تازه نام گذشتگان بنمای
پس بفرمود تا که موی سرش / بسترند و کنند معتبرش
خرقهٔ خویشتن بدو داده / سبحه و هم کلاه و سجاده
گفت بنشین به حجرهٔ خود را / صاف کن سیم سترهٔ خود را
رفت در حجره قفل را وا کرد / کرم حق مبین[2] تماشا کرد
آن طعامش هنوز باقی بود / گرم و تازه چنان که بود نمود
سجدهٔ شکر سوی حق آورد / داد با خادمان و هم خود خورد
شیخ بشنید و گفت لطف خدا / بود بروی چرا[3] نمود افشا
بعد ازین بهر کشف این اسرار / کارها سر زند به او دشوار
صبح دم شیخ دین ز دنیا رفت / به سوی قربگاه مولا رفت

۱؎ ب، ح۔ هیچ کس غیر شیخ دین نشناخت / در شناسنده کی به او درباخت

۲؎ تمام نسخوں میں "به بین" ہے

۳؎ ح = چنان

حمله کردند بر عوانان تیز / شاخ‌ها می زدند از استیز
پاره شد جامه بر تن ایشان / هر سر موی گشت خون افشان
شیخ را تا نه کرده اند رها / از عوانان نه گشته اند جدا
شیخ آسوده حال شد در دم / زد به خلوت سرای خویش قدم
آن عوانان به پیش شاهنشاه / باز کردند قصهٔ سر راه
شه تبسم نمود و گفت عجب / قلبه گاوان ز فرط رنج و تعب
مر شما را چرا هلاک نه کرد / گاو را در جگر که باک نه کرد
ایشیان اند پادشاه همه / سایهٔ ایزد[1] و پناه همه
شاه کی متهم به دزد شود / خاصه شاهی که خاص شاه بود
شیخ یک سال و چند ماه افزون / بود از دیدن بصر بیرون
پس ازین بزم گاه بیرون شد / به سوی قرب گاه بیچون شد
در همان جای پیش رهبر او / گشت آن مرقد منوّر او
ذکر یاران بابام الدین تمام / گشت آنان که شهره اند بنام
بعد ازین ذکر از وفات وی است / شرح حالات بیّنات[2] وی است

وفات بابام الدین

شیخ بعد از وفات پیر طریق / بود فانی به لجهٔ بحر تحقیق
ضعف پیری و رنج بیماری / گشت بر جسم عنصری جاری[3]
از سر ضعف سر[4] به بستر زد / بلکه آثار مرگ ازو سر زد
مرقدی بهر خود نکو کرده / که زیارت گهی برو کرده
در و دیوار و سقف و بامش کرد / گنبد عالی از رخامش کرد

---

[1] ص‌د: سایهٔ ایزدی پناه همه [2] ص‌د: اوصاف [3] ص‌د: ساری
[4] ص‌ب: تن

سه کس از خادمگان شاهنشاه / به مقام آمدند با همه جاه

در گرفتند شیخ را در حال / که کجا مال وکو ترا اموال

شیخ را[1] چون خبر ز کار نبود / گشت حیران تفکرش افزود

گفت مایان که مرد ده باشیم / به سر غار و کوه می باشیم

نی به ما مال نه زر است به ما / به خداوند خود سرست به ما

همه گفتند کای تو دزد انشار / دزدها در جهان زده در کار

خود نشسته که شیخ و جایایم / تارک کارهای دنیایم

شد فلان دزد پیش شاه اسیر / زد نشان مال خود به پیش فقیر

مال می آرد و رو به همره ما / پس تو می دانی و شهنشه ما

در زمان خادم آن متاع نشیر / برده سر بسته او به خدمت پیر[2]

که فلان روز نوجوانی گرد / این امانت به پیش من آورد

می ندانم که دزد بود که بود / شدنی شد کنون[3] دریغ چه سود

آن عوانان چو مال بگرفتند / شیخ را از جلال[4] بگرفتند

دست دادند در[5] گریبانش / برکشیدند همچو دزدانش

خادمان رو به سوی حق کردند / شیخ را با خدای بسپردند

شیخ در دست آن عوانان بود / مست در جلوه‌های جانان بود

قلبه کاوان که اندرون مقام / به سر سبزه داشتند آرام

شیخ دین را اسیر چون دیدند / دهن از سبزه‌ها فرو چیدند

---

۱ نج نا نخ : مال بسیار

۲ نخ : پیش خدمت پیر. نک نج : سوی خدمت پیر

۳ نج : کنون چه دارد سود نخ : دگرچه دارد سود ۴ نج : ملال

۵ نخ نا : بر

همه گفتند که ودیعت او — زیر سر شد پی وصیت او
گفت این خود کمال بی‌رحمی است[1] — ضرر ها شود به او چه کمی است
در لحد رفت و مست دید او را — خرقه از زیر سر کشید او را
شیخ دامان او به زور گرفت — در تعجب ماند زین الدین و شگفت
نه گذاری نمی گذارم من — نه رهانی نمی رهانم من
خرقه اش تا که زیر سر نه نهاد[2] — شیخ دامان او ز دست نه داد
به تعجب ز خاک شد بیرون — تند و بس خشمناک شد بیرون
تخته در چنان به بست آن جا — کز دو صد مرد بر نه جست آن جا
گفت نی بستمت در دیگر — چه کنم دارم از تو شوق پدر
نه ایران از زیارتت محروم — می شوند از فیوض گنج علوم
این بود سر آن که بل احیا — کرد شق عند ربهم ایما
کشتهٔ عشق زندهٔ ابد است — گرچه پهلو بروی خاک زده است
به لطافت تنش چو روح شده — روحش از حق پر از فتوح شده
این نه در فهم آید و ادراک — گفت لا یشعرون ایزد پاک
بعد از این همتی به کار آرم — در و گوهر پلی نثار آرم
طبع در بار و در فشان سازم — سخن از زین الدین بیان سازم

کمالات جناب بابا زین الدین

مطلع نور و مخزن اسرار — مفخر ریشیان نیکو کار
زین الدین آن که مست عرفان بود — ساقی بزم می پرستان بود

۱ـ حه : گفت آن خود به ما چه بی رحمی است
۲ـ حه : خرقه اش تا نه زیر سر به نهاد

به وصایا به خادمان فرمود — که به دنیای دون ز من پدرود
گرچه رفت از جهان فرزندم — نیست غم با خداست پیوندم
خرقهٔ من که او به عمر دراز — در برم بود و روز و شب دمساز
الفتی طرفه با تنم دارد — کس طمع سوی او نه بگمارد
چونکه در خانهٔ لحد نشینم — بگذارید زیر بالینم
کس پی غسل من نمی باید[1] — زان که بابای زین الدین آید
او به غسل تن نزار مرا — می فزاید چو اعتبار مرا
شاد گردد دل رمیدهٔ من — اوست فرزند و نور دیدهٔ من
عرض کردند ای همایون فر — او به کهسار تبت است مگر
گفت آری ولی به طی مکان — قاف تا قاف شد به او یکسان
این سخن گفت و رو به حق آورد — گفت الله و جان به او بسپرد
هر که سر در جهان فانی زد — دم ز بود و ز زندگانی زد
آخر از پنجهٔ اجل نه رهید — سر بیفتاد در عدم بکشید
شیخ چون رفت خادمان ز غمش — زار و نالان و خون فشان ز غمش
ساعتی چون گذشت برق آسا — گشت بابای زین الدین پیدا
گفت با خادمان که آه و دریغ — مهر انور نهاده سر در[2] میغ
دست بکشاد و غسل و تکفینش — کرد حالی مشایخ آئینش
چون نماز جنازه اش به تمام — شد به تکبیر و ز دعا و سلام
شیخ را در لحد در آوردند — خرقه اش را به زیر سر کردند
زین الدین گفت که تبرک ما — در ته خاک کرده اید چرا

۱- ه ب ا: شاید ۲- ه ف: رو در میغ

بر سر چشمه سر به سجده نهاد ‌ ‌ ‌ خواست از حق ز راه استمداد[1]
به پذیرفتگی دعا از وی ‌ ‌ ‌ شد ازان نور و زان صفا از وی
از بن یک درخت چشمهٔ آب ‌ ‌ ‌ گشت ظاهر چو نور مهر در تاب
شیخ سوی مقام سر برزد ‌ ‌ ‌ آب از پس قدم به لنگر زد
چون به لنگر رسید عاقبتین ‌ ‌ ‌ شیخ دین یافت زان کرم تسکین
خادمان رو به قبله آوردند ‌ ‌ ‌ سجدهٔ شکر سوی حق بردند[2]
این بود آن که من له المولی ‌ ‌ ‌ کل از و جز از و همه اشیا
چشمهٔ آب چه که چشمهٔ خور ‌ ‌ ‌ شد مسخر به پیش اهل نظر

بابا وتر ٹھاکور رح

پسری از قبیلهٔ ٹھاکور[3] ‌ ‌ ‌ وطن اصلش از ولایت غور
اب و اجداد او همه نجبا ‌ ‌ ‌ بلکه از اولیا و اهل صفا
همه شاهان آن طرف بودند ‌ ‌ ‌ صاحب عزت و شرف بودند
از وطن گاه خود چو دور شدند ‌ ‌ ‌ پس به کشمیر در ظهور شدند
به ملک هریکی شده مشهور ‌ ‌ ‌ همه صاحب دل و ز اهل حضور
چون ملک قاضی و ملک فیروز ‌ ‌ ‌ ملک ابدال مکرمت اندوز
پس ملک دولت و ملک مسعود ‌ ‌ ‌ بوالحسن سرگروه اهل شهود
بود ز اهل هدا ملک جمشید ‌ ‌ ‌ سرکشیده به نور از خورشید
شاه ذوالاقتدار اسمعیل ‌ ‌ ‌ سالکان را به راه عشق دلیل

---

[1] د، نج، ه، ب: ز راه دل امداد [3] نج: شاپور

در بن غار سال های دراز / بود بنشسته با خدا همراز

دیده از دیدن جهان بسته / از تماشای این و آن رسته

از سر غار بود تا لب آب / راه بسیار و خادمان در تاب

خاصه آن دم که راه یخ بستی / کوزه های سفال بشکستی

آب از بسکه خرج لنگر بود / خادم آبکش هکذا بود

تاکه روزی ز شدّت سرما / بود ره گشته آبگینه نما

مطبخی بهر آب را به خروش / رفت خادم سبو گرفته به دوش

آب آورد و نصف ره چو رسید / پای لغزید و خود فرو غلطید

نی ز لغزش همین سبو بشکست / بلکه زان صدمه پای او بشکست

لنگ لنگان به غار نالان شد / سوی آن شاه خوش خصالان شد

گفت ای آفتاب پرتنویر / اوفتادم ز پای دستم گیر

آب از بسکه دور دست از ماست / تاب آوردنش ز ما برخاست

راه سنگین و یخ برو بسته / شیشه و سنگ طرفه پیوسته

این دو اعدا به صلح پیوستند / پای من در نگر که بشکسته

گر دعائی ز بهر آب کنی / در دعا رو به آنجناب کنی[1]

بی گمان[2] از تو مستجاب شود / از پی آب فتح باب شود

ما ز رنج و محن خلاص شویم / غرق احسان فیض خاص شویم

گفت بابا که در دعا تقصیر / نکنم گر شود اجابت گیر

روز دیگر به پشتهٔ آن کوه / رفت آن مهر برج عزّ و شکوه

---

۱ ح ۹ : رو به حق آری و شتاب کنی ۲ ح ۹ : در زمان

در علاجش هر آن چه می بایست
همه کردند آن چه می شایست[۱]

لیک اصلاً علاج گیر نه شد
حالت او دوا پذیر نه شد

تا که حالش به کشف اجلالی
شد به بابای زین الدین حالی

گشت چون قابلیتش مشهود
خادمی را ز خادمان فرمود

که بیار آن جوان شیدا را
بی دل و پای بند سودا را

تا که از بند غم خلاص شود
محرم بندگان[۲] خاص شود

پیش رویش همین که خادم شد
وز احوال خویش نادم شد

خویشتن را چو عور و عریان دید
بس سراسیمه و خجل گردید

جامه پوشید و هوش پیدا کرد
عزم رفتن به پیر دانا کرد

عارف حق به یک نگاهش شد
از خدامان بارگاهش شد

مدت العمر خاک پایش بود
محرم راز دل کشایش بود

از همه ریشیان به پیش شده
مدفنش[۳] در مقام عیش شده

به بیگاری گرفته شدن خادم بابا زین الدین

بسته شدن جوی آب

شیخ یک روز بر لب جوئی
کرد منزل چو سرو دلجوئی

آب از بسکه در تگ و پو دید
عمر هم در شتاب چون او دید

گفت انفاس ها به لجهٔ جان
در شتابند هم چو آب روان

ای همایون کسی که این انفاس
از سر هوش جان بدارد پاس

۱ـ هـ: می نمودند هر آن چه می شایست ۲ـ هـ: بنده هائی ۳ـ هـ: مرقدش

عارف حق ملک جلال الدین / سرور و سر گروه اهل یقین

مدفن و خانقاه او لامع / متصل شد به مسجد جامع

حرم او که بچه بانو بود / به صفات حمیده نیکو بود

بود از بس که زیور آلاتش / کرده ایزد بسی کراماتش

همه در راه دین به کار آورد / سوی آبی ز طرف لار آورد

که به فیوضش به شیخ و شاب رسید / جامع از وی به فتح باب رسید

الغرض غوریان به بخت بلند / بود هر صاحبی سعادتمند

آن پسر که ز قوم ایشان بود / از طفولی ز نیک کیشان بود

بود مشهور در قبیلهٔ غور / نام آور ملک و نزکها کور

بود زیبنده روی زیبایش / دل فریبنده قدِ بالایش

عالمی محو در خیالش بود / در تماشاگه جمالش بود

هر که دیدی جمال دلکش او / می شدی محو روی مهوش او

تا که چشم بدی رسید او را / که به دیوانگی کشید او را

آن چنان روی[1] در جنونش کرد / که ز هوش و خرد برونش کرد

در برش هرچه بود سرتاپا / کله و جامه و ردا و عبا

همه را پاره کرد و آتش[2] زد / آتشش از دل مشوش زد

نی همین رخت را زده برهم / بلکه نگذاشت ستر عورت هم

ناگهان گر کسی به او رفتی / می زدی سنگ و ناسزا گفتی

پدر و مادرش ازین اندوه / از مژه اشک ریز و غصه پژوه

---

[1] وه ول = شور در جنونش کرد [2] وه ول = همه را باز کرد و آتش زد

تا که آبش[۱] همه گلاب شود — بلکه هر قطره دُرّ ناب شود
خادمی بود پیش رو آن جا — شیخ فرمود سوی او آن جا
که فلان کار در فلان ماوا — به شتابی کن و شتابان آ
رفت خادم چو از پیِ کارش — خاص سلطان گرفت بیگارش
چون در آن قریه جوی بستن بود — اجتماعی ز مرد و ز زن بود
آن یکی خشت و سنگ می آورد — وان دگر پا به گل همی افشرد
گشت ریشی چو پای بند آن جا — مدتی بود مستمند آن جا
شیخ آن سو به انتظار شده — خادم آن جا ز گل نگار شده[۲]
چون رها گشت و پیش شیخ رسید — پیرشش از دیر آمدن پرسید
گفت در راه خاصِ شاه مرا — داشت در کار گل نگاه مرا
داد چون کار بستن جویم — این چنین دیر گشت زان دویم
چون نه گفتی که از فقیرانیم — خادم خاص شاه عرفانیم
آنکه در غار زین الدین است او — شاه پشت و پناه دین است او
گفت او را نه گفته ای سخن — کز غلامانِ زین الدینیم من
گفت گفتم ولی بسی آشفت — کار شاه است در جوابم گفت
گفت او چون ز شاه نکته زن است — شاه شاهان ببین که شاه منست
پس عصا را درون آب افگند — آب شد بسته از شتاب افگند
خاص سلطان و اهل قریه تمام — قطرهٔ آب از پیِ آشام

---

۱. ب: جانش
۲. ب: نزار شده

چون ندیدند خشک لب گشتند — حیرت افزود و در عجب گشتند
آن یکی را رسید اندیشه — که گسسته آب در بیشه
دیگری گفت گر گسسته شدی — کی بدین گونه جمله بسته شدی
وان دگر گفت قهر حق برماست — خشک دریا شدن وگرنه چراست
بی سر و پا به سوی بیشه شدند — چاره جویان قدم به بیشه زدند
شیخ دیدند خشمناک شده — سر برهنه کله به خاک زده
خادم آن جا به خدمت استاده — آنکه او تن به کار گل داده
همه را شد یقین که عارف دهر — از پی خادم آمدست به قهر
پا برهنه قدم ز سر کردند — خاک از آب دیده تر کردند
عرض کردند که ای یگانه دهر — رحم فرما و بگذر از سر قهر
ما خطا کار و تو عطا پیشه — ما بد آموز و تو خوش اندیشه
گر جفائی به خادم تو رسید — باید آن جرم وان گنه بخشید
چون صفات تو عین نور و صفاست — لطف فرما که لطف وصف خداست
نکته فقر شیخ بر سر زد — وان عصا هم ز آب سر بر زد
آب شد هم چنان که بود روان — روستایان ز لطف او شادان

مولانا شمس الدین

در رفتن او در کعبه و دیدن مرتبه بابا زین الدین

نوجوانی به علم یکتا بود — که به فهم و خرد مصفا بود

۱ مرتب: جانش

گفت جامی اراده کردستی ‌‌ ‌ پیش پیری افاده کردستی
یا هنوز از کمال بی‌خبری ‌‌ ‌ طالب مرشدی و راه بری
گفت آری در آن وطن که خویش ‌‌ ‌ داشتم خدمتی بیک درویش
کز ریاضات شهرهٔ دهر است ‌‌ ‌ لیک نادان ز علم بی‌بهر است
لاجرم سر بر آستان درت ‌‌ ‌ به نهادم به فیض یک نظرت
گفت امشب که شب آدینه است ‌‌ ‌ بنگرم تا چه امر در این است
طالب علم شب به خواب نه رفت ‌‌ ‌ شب به خوابش ز اضطراب نه رفت
که ندانم قبول خواهم شد ‌‌ ‌ یا که ردّ و فضول خواهم شد
صبح گاهان به مرشد دانا ‌‌ ‌ رفت با صد اراده مولانا
شیخ گفتش به لطف حسن مقال ‌‌ ‌ خه خه ای نوجوان تعال تعال
باش امروز همنشین با ما ‌‌ ‌ در حرم باش هم قرین با ما
زانکه جمعه است یاد حق اولی ‌‌ ‌ گفت فاسعوا بذکر حق مولی
رفت اندر حرم به همره شیخ ‌‌ ‌ خاک گشته چو سایه در ره شیخ
چون ادا شد نماز بعد صلواة ‌‌ ‌ شیخ گفتش که ای ستوده صفات
در صف اول آن همایون فر ‌‌ ‌ کیست سر در مراقبه بنگر
گر شناسی ز من سلامش گو ‌‌ ‌ رو به من کن نشان و نامش گو
شد به امرش که تا ببیند کیست ‌‌ ‌ عجمی یا حجازی و مکی است
دید بابای زین الدین است او ‌‌ ‌ در صفا چون دُرّ ثمین است او
طاقت دیدنش نماند آن جا ‌‌ ‌ هیبتش شد هزار چند آن جا

---

۱ ره = در ۲ ره ۱ = در میان حرم قرین بابا

از احادیث و فقه و تفسیر — بهره ور از هدایت و تنویر
سینه روشن ز نور مصباحش — صد کشود از فتوح مفتاحش
به همه علم دین شده دانا — شمس الدین نام او به مولانا
ناگهان جذبه ای رسید او را — دل سوی زین الدین کشید او را
سال ها بر درش نشیمن کرد — دل ز نورِ دلش مزیّن کرد[1]
بود او را چو علم و دانائی — می نیاسود زان به تنهائی
در سر او هوای کعبه[2] فتاد — دل به احرام و طوف کعبه نهاد
چون که از شیخ دین وداع گرفت — ره به آن معبد مطاع گرفت
شد مشرّف به نور احرامش — گشت فایض به فیض و اکرامش[3]
حج ادا کرد و طوف کعبه نمود — استلام حجر که سنت بود
بود شیخ حرم دران ایّام — شاه عبد الحکم بنور تمام
عالمی کامیاب از ره او — مرجع خاص و عام درگه او
طالبان بس که فیض یگر شده — از نگاهش همه بصیر شده
شد به صد شوق و ز ارادهٔ دِل — شمس الدین پیش مرشد کامل
در حرم گاه خلوتش چون رفت — گوئیا قطره ای به جیحون رفت
شیخ اعزاز و احترامش کرد — پرسش از شهر و ز مقامش کرد[4]
گفت از ساکنان کشمیرم — راه پیما شده پی پیرم
غرض از حج لقای مرشد بود — للّه الحمد کامده به شهود
دست بگشا به بیعت خویشم — کن مشرّف به خدمت خویشم

---

۱ ط ل ج: تنها، ردیف 'بود' به ... ۲ ب ... ج: طواف کعبه
۳ ب: به نور و اکرامش ۴ ط ل: پرسش از منزل و مقامش کرد

ورنه بر تو هزار تاوان است — جان چه باشد که خوف ایمان است

در زمان شمس الدین دعایش گفت — از مزه خاک پاک کعبه به رفت

سوی کشمیر راه پیما شد — بر در خاص خاص مولا شد

خادمی رفت و عرض خدمت پیر — کرد که ای آفتاب پاک ضمیر

شمس الدین از حرم رسید انیک — سر به درگاه[۱] تو کشید انیک

گفت زانوش گر شکسته شدی — تاز انکار[۲ ۳] . . . . (۶)

مردمان را به بدنه کردی یاد — دعوی علم خویش کم می داد

هر دو زانوش در زمان بشکست — همچو ببریده پا به جا به نشست

نی توانائیش به جنبیدن — نی نشستن نه تاب خوابیدن

گشت درمانده سر فرو افگند — اشک از دیده هم چو جو افگند

خادمان بهر او به غمناکی — شیخ از گفتگوی او شاکی

خادمی که به شیخ محرم بود — به شفاعت گری زبان بگشود

که اگر جرم او فراوان است — چونکه حج کرد خاص یزدان است

آن همه جرم و آن گناهش را — عفو کن ای تو نیک خواهش را

شیخ را پیش رو گز فولاد — بود آن دم به دست خادم داد

که به این گز یکوب زانویش — تارهای دهد به هر مویش

---

۱ ح۱ : رو به درگاه ۲ کسی بھی نسخہ میں درج شعر صحیح معلوم نہیں ہوتا.

۳ ح۱ : تاز انکار و حق در بسته شدی ح۵ و ح۶ : تاز انکار حق در بسته شدی

ح۵ : تاز انکاری عقد رسته شدی ح۲ : تاز انکار غصه رسته شدی

۴ ح۱ : آن همه جرم و آن گناه او را — عفو کن هین به سوز آه او را

آمد و کرد عرض خدمت پیر — که همین است ریشیِ کشمیر
گفت ای احمق از خرد مهجور — گشته از علم ظاهری مغرور
این چنین کس که از کمال صفا — خمس اوقات حاضر است اینجا
هیچ جمعی نماند و آدینه — که نه روشن[۱] شده چو آئینه
سیرش از عرش تا به تحت الثر است — سرور سرخیل اولیای خداست
عرش تا فرش در حمایت اوست — لامکان سرحد ولایت اوست
شمع عین الیقین همین شاه است — سیر افلاک او به حد راه است
این جگر گوشهٔ همدان — همه بین و حقائق همه دان
زبدهٔ عرش و والیِ ملکوت — ریشیِ پاک زادهٔ جبروت
رهبر سالکان به راه خدا — آفتاب ولایت عظمیٰ
که کند وصف از سر جایش — کعبه دارد سر به درگاهش[۲]
کعبه را گرچه اوست حد در (فیضن ؟) — هست این دم تمام مصدر فیض
تو چه دانی که این چه شه باز است — دل پاکش خزینهٔ راز است
سعدی آن بلبل کهن شیراز — در گلستان زد ترانه بساز
گر نه بیند به روز شب پره نور — چشمهٔ آفتاب را چه گناه
تو ز نادانیش سخن راندی — دورش از علم بی خبر ماندی
شب ز تو با هزار غصه و تاب — بس شکایت نمود و کرد عتاب
دم ز دم از شفاعت آن دم — ورنه می رفتی از سر جان هم
رو غلامی به درگه او کن — دل ز انکار او به یکسو کن

---

۱ ف: روزش ۲ مصرع ساقط؛ نوزن ہے!

سال‌ها او ز خلق تنها بود[1] ‌‌ ‌ ‌ دل نهاده به ذات مولا بود[2]

رخت خود را به سدره کوت[3] کشید ‌ ‌ ‌ بر اقامت خط بثوت کشید[4]

معبدی بر فراز کوه نمود ‌ ‌ ‌ کافرین چرخش از شکوه نمود

یکطرف کوه و یکطرف تالاب ‌ ‌ ‌ هست تال اولر که عالم آب[5]

از کرامات و خرق عاداتش ‌ ‌ ‌ برتر آمد علوّ حالاتش

زین الدین را خلیفهٔ اوّل ‌ ‌ ‌ اوست از جملهٔ دوستان اکمل

هر که او صاحب مقامات است ‌ ‌ ‌ به ستایش هم از کرامات است

کرامات در ساد که از کفر باز آمد و مسلمان شد

بود در کامراج در یک تیه ‌ ‌ ‌ برهمنی مشتغل بکفر کریه

بت پرستی شعار خود کرده ‌ ‌ ‌ روز معنی به صورت آورده

سنگی از دست خود تراشیده ‌ ‌ ‌ سر به پایش ز جهل مالیده

ای سرت مخزنی ز سرّ خدا ‌ ‌ ‌ حیف بر تو که می نهی به کجا

سنگ چه بود که سر بدو آری ‌ ‌ ‌ خالق خویش را به انکاری

سر به پیش کسی به سجده گذار ‌ ‌ ‌ که سرت داد و در سرت اسرار

عقل و ادراک و حفظ و گویائی ‌ ‌ ‌ شامه و سامعه، شناسائی

ذایقه متخیّله هر دو[6] ‌ ‌ ‌ نعمت بی قیاس بر تو

---

۱ ر ب: پنهان بود ۲ ر ب: یزدان بود ۳ ر ج: ردیف "افگند"

۴ ر ب ر ج ر ه ر د: شیره کوت

۵ ر ب: نیست تالاب بلکه عالم آب. ر ج: نیست ثانی اولر که عالم آب

۶ ر ج: ذایقه مستی هدا هر دو.

چون به زانوش زخم آن افتاد — خاست برپا و رو به شیخ نهاد
از دو دیده سرشکبار شده — وز ندامت به اعتذار شده
شیخ با چشم کرم بدو فرمود[1] — زان نظر گشت غرق بحر شهود
مدت العمر پس غلامی کرد — شیخ او را بسی گرامی کرد
مرقدش زیر پای تربت شیخ — گشت از عین لطف و همت شیخ[2]

در بیان بابا شکور الدین رح

نوجوانی که بس همایون بود — وطن او به مانچه هامون بود
قریهٔ آرت از نشیمن او — بود چون گلشنی ز دامن او
روز و شب در تلاوت قرآن — درفشان بود بلکه نور افشان
در ریاضات بسکه قائم بود — شب به احیا و روز صائم بود
پدر از شوکت تمام او را — شوکه ریشی نهاد نام او را
از سعادت چو داشت[3] تنویری — گشت طالب به مرشد و پیری
بوسه اقبال بر جبینش داد — ره به بابای زین الدینش داد[4]
بود چون فیض عام از در او — یافت نور تمام از بر او
شیخ از دوستان گزینش کرد — نام بابا شکور دینش کرد
بسکه در کار او پسندی یافت — از همه کارش ارجمندی یافت
پس به یک گوشه گوشه گیر او را — کرد از نور دل پذیر او را[5]

۱ه ح ق ، ب: برو بگشود ۲ه شعر کی ردیف خویش ہے۔
۳ه ح ب: گشت ۴ه ح ب: قافیہ کرد اور برد ہے ۵ه ح نح: آن جا

این سخن فاش شد به هر اطراف / که برهمن سخن نزد به گزاف
کرد باباشکور دینش[1] گوش / خادمان را به گفت از سر هوش
کین برهمن ز خوبی این کار / گشت مقبول ایزد دادار
چون پی مسجد مسلمانان / شد ز سرچشمه آب افشانان
لاجرم نیر هدایت تافت / بود بیگانه آشنائی یافت
هم ز ایمان مزینش کردند / هم ز عرفان مبینش کردند
روز دیگر برهمن از دل صاف / شد به باباشکورالدین طواف[2]
بار چون یافت رو به ایمان کرد / شیخ دین آن دمش مسلمان کرد
دم ز یکتائی خدای زده / بر سر غیر پشت پای زده[3]
به رسول خدا پناه گرفت / لاجرم ره به قرب گاه گرفت
رشته ای که ز کفر در برداشت / پاره کرد و علم به دین افراشت
پس به خدمتگری ملازم شد / به نماز و صلوٰة قایم شد
دل شدش چون ز نور عرفان پر / شد ز باباشکور بابا دُر

بابا ریگی ریشی رح

طالبی ره به ذات بیچون برد / ره به باباشکورالدین چون برد
از نگاهش که بود نور شهود / در همه خادمان شده مسعود
او کرامت ز استقامت دید / کاستقامت به از کرامت دید
در ره حق به استقامت شد / لایق مسند خلافت شد

---

۱ ح، د، ه، ر، ف: شکور دین درگوش ۲ ح: باباشکورالدین اشراف
۳ ح، ت: برسر غیر خویش پای زده ح، د: بر سر ما سوای پای زده ح، ی: بر سر راه راست پای زده

صانعی کز کمال صنعت ها — در سر تو نهاد نعمت ها
سر به سجده به نه به خدمت او — واسجد آمد دلیل قربت او
آن برهمن ز فرط نادانی — بود در کفر و شرک ربّانی[۱]
به ریاضات شاقه دست زده — لشکر نفس را شکست زده
هندوان جمله معترف بر وی — پیر ناسوت منکشف بر وی
بسکه یکتا به کفر و جادو بود — مشتهر او به درّه ساده بود
بر سر چشمه ای نشیمن داشت — قوت او چند دانه ارزن داشت
روزی از چشمه بر کنارهٔ آب — آب می ریخت با هزار شتاب
آستین های خویش بر زده بود — مست زان سان که بی خبر شده بود
آب می ریخت بر کناره بسی — خلق حیران ازین نظاره بسی
تا کسی گفتش این ستیزی چیست — آب پاشی و آب ریزی چیست
گفت در شهر آتشی افروخت — که از و خانه ها چو جمجمه سوخت
این زمان سوی مسجد جامع — سر بر آورد و شد بدو طامع
آب میپاشمش که سرد شود — شعلهٔ نار همچو ورد شود
تا دل کس ز [illegible] اسلام — نه رود از قرار و از آرام
خلق از گفتگوش دم نه زدند — شب همه شب مژه بهم نه زدند
کین برهمن ز کشف زد سخنی — راست گویست یا دروغ زنی
صبح گاهان خبر رسید ز شهر — که آتشی سر کشیده بود به قهر
مسجد جامع از تف و تابش[۲] — ماند فارغ ز غیب شد آبش

---

۱ [illegible] = رهبانی ۲ [illegible] = شکور دین درگوش

گر ز دستت نه این قصور شدی / پس عجائب که در ظهور شدی

گریه نمودن خادمان در خدمت باباشکورالدین

خادمان روزی از سر اندوه / اشک ریزان شدند و غصه پژوه
هر یکی خون ز دیده می‌افشاند / شیخ چون دید طرفه حیران ماند
گفت آیا کدام درد و غم است / بر شما ها که موجب الم است
اشک ریزی و خون فشانی چیست / درد پنهان و رنج جانی چیست
همه گفتند کای ستوده خصال / خادمانیم ما به صف نعال[۱]
زندگی صرف در هوای تو شد / صرف در مهر ره نمای تو شد
او گذر چون ز عالم تن کرد / رفت و در مقبره نشیمن کرد
شد یقین[۲] کز کمال قربت تو / در درون است جای تربت تو
چون به بیرون روضه مدفن ماست / طعمهٔ خرس و گورکش تن ماست
زانکه این بیشه جای دام و دواست / خرس بسیار و گورکش ز حد است
مرده سر زیر خاک چون آرد / ترسش از نیم شب برون آرد
این چنین ماتمی که در پیش است / در دل ما هزار اندیش است
گفت ازین چیز ترسناکی نیست / که هراسی ز جسم خاکی نیست
کمر از بهر کار چست کنید / مرقدی بهر من درست کنید
بر در صحن تا به دربانی / بنشینم پی نگه بانی
این سخن گفت و دم ز مولا زد / مرغ روحش قدم به بالا زد
جسم خاکی بر وی خاک فتاد / روح سر در مقام پاک نهاد

---

۱ ص ه ص = تعال   ۲ ص = گمان

ذوق و وجدان حضور جمعیت — سرزد از وی به انس و انسیت
در همه ریشیان به نیکی نام — بود بابای ریگی اورا نام
بسکه آئینه اش مصفّا بود — زان صفا مورد تجلّی بود[1]
از پس مرشد آن نشیمن او — گشت روشن به نور روشن او
خادمی داشت آن همایون فال — نام روپی بحال خیر مآل
سوی کاری اگر فرستادش — ریشی چند هم عنان دادش
بود هنگام برد موسم دی — گشته عالم چو زمهریر زوی
از پی رفع سردی بردش — خرقهٔ خویشتن عطا کردش
او ازان خرقه غرق نور شده — پس به کشتی پی عبور شده
ماهی چند از تگ دریا — سر به کشتی زدند بی سر و پا
باز رفتند و باز جوقی چند — گرد آن خرقه بطوف زدند
باز جوقی چو سر ز دریا زد — ریشی هم بر یکی کف پا زد
مرد ماهی و پس دگر باره — ماهی نامده به نظّاره
ریشیان شب چو در مقام شدند — سوی آن مرشد همام شدند
گفت با ریشی ای که ماهی کشت — ای دلت هم چو سنگ خاره درشت
ماهیان را چو بوی خرقه رسید — هر یکی رخت سوی خرقه کشید
خرقه پوشان چو مرده دانستند — به شما آمدن نتوانستند
کز کف پای مرده آزاری — نیست ممکن به هیچ جانداری
ای که تو زنده از هوا بودی — بر اذیت نهاده پا بودی
چون به جان یکی خساره رسید — لا جرم هر یکی کناره کشید

---

[1] نسخ ه = ردیف "شد"

برشبان هیبتش چنان سر داد | که به هر موش ولوله افتاد
او سلامی ز دور کرد و گذشت | از سر کوه رو نهاد به دشت
با همه اهل قریه راز کشود | کافتابی ز کوه روی نمود
هیبتش بست چون ره سخنم | من ز اوصاف او چه شرح کنم
اهل آن قریه بی قرار شدند | به زیارت به سوی غار شدند
شیخ دانست از بن آن غار | که شبان گشته بود واقف کار
روستایان همه شده انبوه | رو نهادند سوی قلعهٔ کوه
کرد تبدیل هیکل خود را | سر برون زد ز منزل خود را
هم چو ماری کشید سر بیرون | به مهابت ز اژدها افزون
اهل قریه ازان نه ترسیدند | بل بزرگی ز شیخ دین دیدند
با همه عجز و انکساری ها | با همه شوق و بی قراری ها
عرض کردند که ای همایون فر | از سر خشم و قهر ما بگذر
سال ها شد که در نشیمن گاه[۱] | به عبادت فگنده ای خرگاه
چون سعادت ز انقاب کشید | بسر خدمتت کسی نه رسید
دست در پشت پا ازین افزون | بر سر سایلان مزن اکنون
خلق نیکو که از همه زیباست | شیوهٔ حضرت رسول خداست
از جفای کسی نمی آشفت | اهد قومی به التجامی گفت
تو هم از امتش مشو غمگین | امتی امتی نمود آئین
شیخ خود را که شکل مار کشید[۲] | زین سخن رفت خود به غار کشید[۳]

---

۱ ح ج ب ه ه : سال ها شد درین نشیمن گاه
۲ ح ج : بشیخ خود را که شکل باز کشید ۳ ه ا : زین سخن رفت سوی غار کشید

خادمان از غمش به خون ریزی / وز کمالش به ماتم انگیزی
بر در صحن بر وصیّت او / گشت مدفن زهی به همّت او
خرس را نیست ره به ره گذرش / شیر سر می نهد به خاک درش
شیر چه بود که شیر گردون هم / می نهد سر به خاک او هر دم

باباحنف الدینؒ

به کمالات قطب ربّانی است / حنف الدین که آصف ثانی است
او ز بابای زین الدین سر زد / سر به عالم چو مهر انور زد
سال ها اقتدای مرشد کرد / استفاد از ضیای مرشد کرد
گفت مرشد که دل مصفّا کن / گوشه گیری به کوه دارا کن
کوه دارا به مانچه ها مست او / خلوتی خوب و خوش مقام است او
روی دل تا بود سوی مولیٰ / از همه خلق اجتناب اولیٰ
او چو بر کوه سار دارا شد / لعل رخشان ز سنگ[۲] خارا شد
در بن غار سال ها بنشست / دور از خلق با خدا پیوست
اندر آن غار هیمنت ملزوم / هیچ از خوردنش نه شد معلوم
تا به سی سال روی خلق ندید / هیچ انسان بدان طرف نه رسید
تا شبانی گذر بدانسو کرد / ماند حیران نظر چو بر او کرد
دید مردی چو نور مه به صفا / لیک از لاغری هلال آسا
موی سر آن چنان فرو به تنش / که از آن موی گشته پیرهنش
بی خبر از جهان و اطوارش / مست توحید و محو انوارش

---

۲ [illegible] = به سنگ

اسم رحمن که فیض عام از وست — نیک و بد را امید تام از وست
بود آن خاص بارگاه اله — آن که مشهور شد به بلبل شاه
مظهر فیض عام و لطف عموم — ظلمت کفر شد از و معدوم
بین[1] که عالم چو نوبهار از اوست — متمکن درین دیار از اوست
او در اول به سال هفتصد و بیست — همچو رخشنده مهر گشته جلی است
گرچه مست و قلندر آئین بود — حنفی مذهبی به تمکین بود
اهل تاریخ بر سیادت وی — اکثری قایل اند و بعضی نی
همچنین آن روزها به دولت و فر — داشت از راجگی به سر افسر
او ز تبت زمین نژش هندو — کافران هر دو طوریا و کدو(؟)
لیک چون اختلاف مذهب بود — لاجرم هر دو را تعصب بود
راجه هر لحظه دم ز رانی زد[2] — رانی از رام رام خوانی زد
همچنین از دین خود سخن گفتی — بانوی او نه آن پذیرفتی
تاکه کردند یک شبی پیمان — که سحرگه ز غرفهٔ ایوان
هر کرا بنگریم و طلعت او — به پذیرفتگی است ملت او
بر همین عهد سر به خواب زدند — چشم حس را به رخ نقاب زدند
شاه از روی باطن و ارشاد — همه معلوم کرد از بغداد
لاجرم در زمان به طیّ مکان — سر بر افراخت زیر آن ایوان
صبح صادق همین که سر افراشت — رای و رانی ز خواب سر برداشت[3]

---

[1] ح۱ = دین که عالم. ح۲ = دین به عالم. [2] ح۲ ح۳ = دم زمانی زد [3] ح۱ = هر یک از خواب ناز سر برداشت

پس به سیمای خود برون آمد   از همه وصف‌ها فزون آمد
موی سر آن زمان سترد آن جا   رهبری را قدم فشرد آن جا
بر سر غار خانقاه نمود   طالبان را به عشق راه نمود
خادمش اهل قریه از دل و جان   بر همه فیض بخش و نور افشان
بود از آن خادمان نیکوکیش   شیخ بابای فستی از همه پیش
از کمالات او چه گویم من   وصف او آمده برون ز سخن
چونکه او لایق خلافت بود   شیخ جای خودش کرم فرمود
مدفن شیخ کوه دارا شد   مهر از کوه آشکارا شد
فست ریشی که دُرّ یکتا بود   چون که قایم مقام بابا بود
طرفه شوری به عهد او برخاست   که از آن که هنوز پا برجاست
فتنهٔ دین و شور مذهب شد   فتنه گر بی گمان معذّب[۱] شد
هر که در خلق فتنه اندازد   ایزد او را به قهر بگدازد

حضرات سادات که در کشمیر جنت نظیر جلوه آرا شدند

خاک کشمیر گر مصفّا شد   از قدم گاه آل طٰه شد
هیچ جائی[۲] به شهر و پرگنه جات   نیست خالی ز حضرت سادات
عارفی[۳] که نخست نور افشان   گشت کشمیر را به طیّ مکان
بلبل بوستان وحدت بود   اسم رحمان اللہ و شده مشهود

---

۱ مج : مناسب
۲ م ا : در همه شهر و ده پرگنه جات   هیچ جا نیست خالی از سادات
۳ م ا : سیّدی

همه سیّد نجسته صفات   بود شش صد کس از همه سادات[۱]
صاحب فضل و ذوالکمال همه   عارفان نجسته حال همه
همه در علم ظاهری ممتاز   همه با کشف باطنی دمساز
در جماعات سنّت نبوی   هر یکی مشتغل به دین قوی
کف زده هر یکی به حبل متین   همه سنّی و شافعی آیین
شاه با کبریا به حشمت و جاه   با همه خاصگان دولت خواه
رفت فرسنگ ها به آن اجلال   پا برهنه دوان به استقبال
سیّد افکند با همه تمکین   رخت در محلهٔ[۲] علاء الدین
بود آن جا برهمنی جادو   ولوله از ریاضتش هر سو
اهل کشمیر جمله چاکر او   روز و شب سر نهاده بر در او
در صنم خانه ای مقامش بود   کاسمان سائیان بامش بود
بود آن بتکده ز الف ستین   از بناهای راجه پدور سین
خرج آن بتکده به نقش و نگار   بود شش لک ز اشرفی به شمار
آن برهمن ز بسکه جادو بود   دیوی آن جا مسخّر او بود
هر شبانگاه برّه ای بریان   کوزه ای از شراب و تودهٔ نان
راتبه بهر آن برهمن بود   چونکه بتخانه اش نشیمن بود
برهمنان دگر مدد کارش   در خور و نوش هر یکی یارش[۳]
گر در آن راتبه شدی تاخیر   از یکی خانه اش علی التقصیر
صاحب خانه دیو زد گشتی   جای یک راتبه دو صد گشتی

---

۱ نسخهٔ د: آن همه سادات ۲ نسخهٔ د: مجله ۳ نسخهٔ ج = درخور دیو هریکی یارش

زیر غرفه قلندری دیدند — ده که از نور پیکری دیدند

در تجسس به دین او گشتند — لاجرم هم نشین او گشتند

گفت نور هدا قرین من است — راه اسلام زان که دین منست

اختلافی که درمیان شماست — همه بر هیچ و باطل و بهتاست

هر دو در کفر عین یکدگر اید — هر دو از یکدگر خسیس تر اید

لاجرم در دمی چو باد صبا — من ز بغداد آمدم این جا

تا نمایم ره هدی به شما — دهم از دین حق[1] ضیا به شما

هر دو گفتند آن چه فرمان است — تابع امر تو دل و جان است

شاه بر هر دو عرضه ایمان کرد — هر دو را مومن و مسلمان کرد

از دم صبح تا به وقت دگر — شد به اسلام ده هزار نفر

دیرها را ز بیخ[2] افگندند — مسجد و خانقه بنا کردند

در هدایت ره مبین است این — کار مردان[3] اهل دین است این

از کمالات[4] شاه زان افتاح — گشت کشمیر نزهت الارواح

دیده چون از جهان فانی بست — رفت در ملک جاودانی نشست

پس شد از مقدم امیر کبیر — شرف اندوز خطهٔ کشمیر

سال هفتاد و هفتصد و یک بود[5] — کافتابی چنین طلوع نمود

متمکن به مسند تمکین — آن زمان بود شاه قطب الدین

---

[1] مب: دهم از نور خود [2] مج: دیرها را ز بیخ دین افگندند [3] ص۱: کار سادات
[4] مج: و از کمالات شه در آن افتاح؛ ص۲: از کمالات شه در آن مفتاح
[5] ص۱: سال هشتاد و هفتصد و شش؛ مج و ده: هشتاد و هفتصد و یک

چون که من سیری از فلک دارم   زیر کف ملک و هم ملک دارا
لاجرم این برات بر سر خلق   یافتم آمدم چو رهبر خلق
گفت بنمای سیر خود باری   تا دل ما رهد ز انکاری
چون صفای تو در نظاره شود   پس کمال تو[1] آشکاره شود
در زمان برهمن ز جودت تن   شد سوی آسمان لوا افگن
او که پرواز سوی بالا کرد   عالمی محو آن[2] تماشا کرد
رفته رفته ز دیده غایب شد   خلق حیران ازین غرایب[3] شد
هندوان شاد و مومنان غمگین   سر فرو برده شاه قطب الدین
سید آن جا نظر به هر سو کرد   پس به سید کبیرالدین رو کرد
او به نعلین خود اشاره نمود   رفت و فرق حسود پاره نمود
از طراقا طراق آن نعلین   پاره شد مغز راهب از ما بین
تا رسانید بر زمین او را   بود آری سزا همین او را
سید از بتکده بتان بیرون   کرد حالی چو خصم شد وارون
یک صد و بیست از بتان بودند   از زر و نقره همگنان بودند
آن یکی که بزرگ ایشان بود   خاصه معبود کفر کیشان بود
پاره کردند و پاره ای از توز   بر شد از وی چو مهر[4] جان افروز
گرهی بر سرش ز زناری بود   باز کردند تا شود مشهود[5]
ثبت بر وی به خط خاطر خواه   کلمهٔ لا اله الا الله

---

[1] ه د: کمال از تو [2] ه ه د: در [3] ه ب: عجایب [4] ه ا: نور
[5] ه ا: گرهی بر سرش ز زنار طلا   باز کردند از پی افشا

لاجرم از کمال ضبط و نسق
به رجوعات خلق شد ملحق

پیش از این چند مه به استدراج
گفت که کفر را نه ماند رواج

می رسد اندرین دیار کسی
ذوالعیانی و صاحب نفسی

سیدی با گروهی از سادات
همه ذوالفضل و صاحب آیات

نرخ کالای ما کساد شود
بلکه این بتکده به باد شود

سید آن جا چو خیمه برپا کرد
کافر از کفر خویش غوغا کرد

با همه برهمنان به عربده خاست
معرکه بر مباحثه[1] آراست

که به دین خود از کمال تراست
اعتبار علو حال تراست

من هم این جا به کفر خود فردم
شیر مردم ز جا نمی گردم

ننگ گردیده بود بر تو دیار
کامدی و فکندی این جا بار

رو نهادی به این دیار مگر
بر همین ظن گرفته چند نفر

که ز جا برکشم برهمن را
گیرم از وی مقام و مسکن را

ره مده این خیال باطل را
جای دیگر بگیر منزل را

گفت سید به او به لطف سخن
کای گرفته درین دیار وطن

سالها شد به کفر و هندوئی
خورده مال کسان به جادوئی

دانته نخواسته ز مردم شهر
گاه از راه لطف و گاه به قهر

هم ز دست تو هندوان غمناک
هم ز چنگ تو مومنان دل چاک[2]

آمدم تا بپرسم از تو سخن
که این چه ظلم است و این چه جور و محن

گفت برهمن برات غیب است این
کز فراز آمده نشیب است این

---

١ ن ج = مناقشه ٢ ن ج = هم ز دست تو جوگیان دل چاک

خلق در راه دین به فرّ و شکوه ‌‌ می نهادند سر گروه گروه
در همه شهر و ده به کوه و به دشت ‌‌ نور اسلام آشکارا گشت
سیّد از بهر ره نمائی دین ‌‌ جابجا سیّدی نمود تعین
نور اسلام تا برافروزند ‌‌ خلق را راه دین در آموزند
اولاً عارف و علامهٔ دهر ‌‌ بود سیّد کبیر الدین در شهر
سُنّی و باصفا و صاحب زور ‌‌ مدفن اوست در سکندرپور
باز سیّد جمال الدین مسعود ‌‌ که مفسّر بُد و محدث بود
عالمی گشت مستفید از وی ‌‌ راه دین هدا پدید از وی
سکهٔ قطبیت به نام وی است ‌‌ محلهٔ آروت مقام وی است
شد ز سیّد محمد منطق ‌‌ عالمی کامیاب و بارونق
هست مابین چهچه‌بل[1] مدفون ‌‌ باد با رحمت خدا مقرون
عین پوشن از کمال دانائی ‌‌ خلق را داده ره به بینائی
بود در علم کامل و اکمل ‌‌ مرقد پاک او به کنه کدل
میر سیّد کمال الدین به یقین ‌‌ راه برشد به شاه قطب الدین
شاه در علم مخزن او شد ‌‌ قطب الدین پوره مدفن او شد
سیّد با نسب شهاب الدین ‌‌ در ملک پوره او شده تدفین
از سوی شرق مسجد رنگین ‌‌ قبلهٔ مسجد است نورالدین
هر دو در علم و در عمل یکتا ‌‌ حنفی مذهب و ز اهل صفا
پیر حاجی ز فیض آن سادات ‌‌ بود ممتاز او به هفت قرات
یافت خلقی ز فیض[2] او تزئین ‌‌ مدفنش در مزار قطب الدین

---

[1] موجوده چهته بل   [2] حه حه صب ده = درس

شد برهمن درآن زمان ازهوش / دید چون نور جان به بت روپوش
همچو نور از دلش گره وا شد / دم ز لا برزد و به الا شد[1]
کرد اقرار بر رسول الله / شد پس از کفر عارف آگاه
اندر آن دم ز مردم کفار / شد هدایت به سی و هفت هزار
ظلمت کفر شد به نور بدل / به سعادت شده[2] سعید ازل
این سعادت نهاد ازل اکسیر / واسطه درمیان امیر کبیر
دیو کرتا ربع برهمن بود / شد مسلمان چو دید نور شهود
به سها دیو بود شهرهٔ دهر / یافت القاب شاه محمد بهر
راهب از بهر تربیت به فریق / شد به سید کبیر الدین تفویض
گشت از وی به علم دین ممتاز / هم به اسرار باطنی همراز

خراب نمودن بت خانهٔ کشمیر

و طرز خانقاه معلی نمودن حضرت امیر کبیر

سید آن بت کده ز بن برکند / بر سرش طرز خانقاه افکند
صفه ای از پی ادای نماز / کرد برپای[3] و حجرهٔ بی راز[4]
به جماعت نماز برپا شد / جمعه و خطبه اول آن جا شد
شد ز اوراد فتحیه آن جا / دل پر از نور و تصفیه آن جا
همه یکدست چون نگین با هم / حلقه بسته چو حلقهٔ خاتم
ظاهراً هر یکی به حلقه درون / باطناً سیر شان ز حلقه برون

۱ـ صج : دم ز لا برزد و ز الا زد ۲ـ صکا ، صج ، صه ، صو = رسد
۳ـ صج : اعزاز ۴ـ صج : حجرهٔ باراز

روزی آن آفتاب نورانی   میر سید علی همدانی
بود در لته پوره با سادات   همه ذوالعلم و صاحب آیات
ناگهان بحثی از تصوف شد   حل آن عقده در توقف شد
گفت سید که در فتوحات است   حل آن عقده کو رموزات است
لیک در طایفان بماندست آن   جز فتوحات کی شود آسان
در زمان شد به طایفان عازم   میر سید محمد کاظم
طرفة العین او به طیّ مکان   کرد حاضر کتاب در یک آن
بود در لته پوره مسکن او   هم در آن قریه گشت مدفن او
همه سادات این چنین بودند   همه سنّی و پاک دین بودند
رحمت حق به روح پاک همه   باد جانم فدای خاک همه

رسیدن میر محمد همدانی رح

در ملک کشمیر و حضرات سادات و رهنمائی خلق

نور کشمیر سر به اعلیٰ زد   مهر چو سید محمد اینجا زد
بسکه سادات آمده با او   نور عرفان علم زده با او
شد ز سید محمد مدنی   ارض بطحای زمین به پاک تنی
خاک کشمیر صد سرور گرفت   چون ز سید حصار نور گرفت
سمت بیروه تافت زیبائی   از دم سید بخارائی
یعنی آن آفتاب برج یقین   سید ذوالعلا علاءالدین
با دو فرزند هر دو صاحب زور   ماند در موضع[۱] سکندر پور

---

۱ ضب = قریه

شد ز سید جمال الدین عطار — سمت کاوه داره[1] مشک تتار[2]
خلق را شد به علم راه نمون — هست در قریهٔ چهتر مدفون
بسکه سادات همرهش بودند — اندر آن قریه جمله آسودند
مطلع نور گشت نایه کهی — شد چو سید کمال مدفن وی
لالهٔ باغ خواجهٔ یاسین — سید متقی بهاء الدین
در گروهی شد بنور حق ثاقب — مدفن او به قریهٔ واکتب
بود در بیجباره بت کده ای — طرفه از اهل کفر معبده ای
از بناهای راجه ونیادت — قبلهٔ هندوان ز چار جهت
نه طبق داشت همگنان زروی — سی صد و شصت از بتان زروی
بود بگذشته در اساسش[3] خرج — صد هزار اشرفی به دفتر درج
سید آن بتکده چو ویران کرد — راهبانش همه مسلمان کرد
از پی تربیت به مهروشی — داشت سید محمد قرشی
اندر آن قریه سید عبدالله — بلکه سید مراد هم همراه
هر سه در بیجباره مدفون اند — مطلع نور ذات بی چون اند
شد ز سید جلال الدین فیروز — مردمان دهی کمال اندوز
قریهٔ سیم پوره مدفون است — وصفش از حد شرح بیرون است
هر دو سادات با همه تمکین — شد تعین رکن الدین[4] و فخر الدین[5]
از پی تربیت به سمت آدلر — از هدایت به سرزده اشسر
رهنما در ره هدا هر دو — در اون پوره منکلا هر دو

---

۱ ح ق = شاووره ۲ د ا = سمت کهاور پوره عنبر بار
۳ د ب = بنایش ۴ ح د = شمس الدین

گشت مدفون به عزت و تمکین قریهٔ نیوه شاه فخرالدین
میر سیّد محمد زیرک بود ز اوضاع خلق دور زیرک
قریهٔ کانده ها همه مدفون است هر چه گویم ز وصفش افزون است
همه سادات منطقی[1] به کمال گشته مدفون به عز و جاه و جلال
در زیارت گه سلاطین اند همه سنّی و پاک آیین اند
نعمت الله سیّد پرنور گشت مدفون به قریهٔ پانپور
کرد سیّد حسین خوارزمی به کمال خود و به محتشمی
قریهٔ مونه واره مطلع نور خاک او فیض بخش اهل حضور
گشت کشمیر رشک خورستان[2] سر چو زد شاه باز گورستان[3]
مسجد جمعه دستکاروی است لاجرم مرقدش جواروی است
داشت سیّد حسین بلادوری نسبت چون جنید رح و چون نوری رح
مرقدش فیض بخش عالمیان ظاهر است و چه حاجتش به بیان
بود سیّد حبیب سرخابی همچو خورشید در جهان تابی
مرقدش رشک ماه پاره شده نور افشان به کاوه داره شده
سید حاجی مراد و فخرالدین هر دو سادات در کره هن مدفین
سید احمد که بود کرمانی در علومش نه بود کس ثانی
حنفی مذهب و به نور یقین مدفنش روضهٔ بهاءالدین
تحفه جاتی که آن سره بودش ز اهل بیت مطهره بودش
علم و تحفه جات دیگر هم بود همراه آن خجسته شیم

---

1. مصطفی
2. آفتاب لورستان ح ب: شاهباز لورستان 3. ح ب: خورستان

آن یکی مشتهر به فخر الدین — وان دگر تاج فرق اهل یقین
بود آن قریه مسکن ایشان — شد در آن قریه مدفن ایشان
خاوری کافتاب خاور بود — سید طاهر و مطهر بود
سید احمد که بود سامانی[۱] — محرم بارگاه یزدانی
هر دو سادات جا به عهد تمکین — کرده در محلهٔ علاء الدین
شد ز سید محمد کرمان — محلهٔ تاشقوتن چو باغ جنان
هم در آن جا علی اکبر شد — خلق را ره نما و رهبر شد
ژنده پوش از کمال فطرت هوش — گرد چون بادهٔ محبت نوش
مرقد او که مهر آئین است — در زیارت گه سلاطین است
شد ز سید حبیب پر تزئین — روضهٔ شیخ دین بهاء الدین
کرد سید کمال الدین به کرم — چهچه بل را چو بوستان ارم
در اندر واره سید عبدالله — با همه همرهان زده خرگاه
مرقد او که مطلع نور است — زایرش از غم و الم دور است
بود حاجی محمد مدنی — با محمد سید قرین و هم وطنی
نور الدین نور حضرت باری — هر سه آسوده در این وادی
سید اکبر که نور بی چون است — قریه های تسوحه مدفون است
بود سید خلیل[۲] خاص خدا — سدرهٔ بل را به نور داد ضیا[۳]
شد ز سید حبیب و از افضل — نوشهر در علو حال مثل[۴]
کرد سید محمد جانباز — بارهٔ موله به نور حق ممتاز

---

۱ ط ا = سمنانی ۲ ط ج = سید جلال ط ا = سید جلیل
۳ ط ب و ج = صفا ۴ ط ه = محل

از زبردستی و ز زور همه / بود مغلوب چون به دور همه
از جرم دم ز حق خویش نزد / شد مطیع و قدم به پیش نزد
ای دغل این نه مدح شیر خداست / این چه بهتان و کذب و این چه هباست[۱]
شیر حق اوست کز فتوّت او / از خدا بود زور و قوّت او
قوت و فعل ایزدی از وی / سر زدی نور سرمدی[۲] از وی
تا به دان نورهای تابنده / در خیبر به یک صدا کنده
تا که آن نور چون عیان کردی / ختم قرآن به یک زمان کردی
در نظرگاه او هویدا بود / هرچه از تحت تا ثریّا[۴] بود
متجلّی دلش به نور صفات / محو در تجلّی و تجلّی ذات
این چنین کس که نور عرفان بود / نیست مغلوب شیر یزدان بود
او چسان زان صفائی دل را / اقتدائی نمود باطل را
ور بگوئی که بود مصلحتش / اندر آن بیعت و متابعتش
گر به ظاهر چو شیر و شکر بود / باطناً از همه مکدّر بود
این نفاق است کارهای نفاق / نه زند سر بغیر اهل شقاق
شیر حق زین حدیث عاری بود / به دل و جان به دوستداری بود
ظاهرش کار دین و امر رشید / باطنش مست بادهٔ توحید
ظاهرش اجتهاد با کفّار / باطن از نور ایزدش سرشار
سینه اش گنج سرّ بیچون شد / گفت رمزی به چاه و پرخون شد

---

۱ هـ ه : هباست ۲ ه ۱ ه ۳ هـ ۴ : سرزاده ۳ ه ۱ : ایزدی
۴ ه ۵ : هرچه در تحت و در ثریا بود

نیز الطاف تحفهٔ نعلین　　بی شک و ریب از امام حسین
همه باخود در این دیار آورد　　رحمت و لطف کردگار آورد
همچو مهر برین ز مطلع نور　　میر بابای ویس کرده ظهور
عالمی گشت کامیاب ازاو　　یافته خلق فتح باب ازاو
رکن الدین سیّد حصاری بود　　نعمت الله خاصه یاری بود
او صفا در دُل صفا افگند　　بر بسی اولیا صفیا افگند
میر میرک ز اندراب آمد　　فیض او را به شیخ وشباب آمد
از غلامان خاکساروی ام　　لله الحمد در جواروی ام
بسکه سادات کرده اند وطن　　از صدی خود یکی نه گفتم من[1]
همه ذوالفضل و اهل راز همه　　همه سنّی و پاکباز همه[2]
راه دین هدیٰ هویدا شد　　خاک کشمیر ارض بطحیٰ شد
ناگهان شمس از عراق رسید　　شمس نی خرس از یلاق رسید
گفت ساداتها که تا این دم　　اندر این شهر برزدند قدم[3]
همه بودند راه گم کرده　　ظلمت از بسکه اشتلم کرده
راه خذلان[4] نموده اند به خلق　　دین بطلان[5] کشوده اند به خلق
چون خلافت پس از شه ابرار　　بود شایان به شیدر کرار
دیگران بر سرش غلو کردند　　که تصرف به جای او کردند

---

۱ حا: از هزاران یکی نه گفتم من
۲ حا: همه ذوالفضل و ذوالکمال همه　　به خدا کرده اتصال همه
۳ حب: علم ۴ حب: راه بطلان ۵ حب: دین خذلان

من چه یارا که نعت او گویم — از غلامان درگه اویم
مختصر کرده ام که شمس عراق — چون رسید و نگه ز طرح نفاق
چند گه دین خود ز خلق نهفت — سنی نوربخش خود را گفت
تا که او پادشه ز راه افگند[1] — کورها را درون چاه افگند
از خور و نوش[2] خلق شیفته کرد — که به افسون خود فریفته کرد
برد از ره شکم پرستی چند — داد از گوشت پاره دستی چند
حاکم شهر چون چکان بودند — همه سنی و کاردان بودند
یک دو کس را به دین خود آورد — وز فسون ها قرین خود آورد
گشت غازی چک از مریدانش — داد رونق به حرف ناوانش
بسکه او ظالم و ستمگر بود — زیر دستش تمام لشکر بود
او چو شد رافضی به جور و ستم[3] — کرد تکلیف بر رعایا هم
هر که او صیغه تبرا خواند — شست از دین کف و بدنیا ماند
وان که نگشاد لب به بد گفتن — کشته گردید یا بلای وطن
آن چنان شور شد که در تحریر — ناید و عاجز است از این تقریر
هر دو مفتی و قاضی القضات — به شهادت رسیده اند و ممات
خون ایشان چو بر زمین افتاد — لرزه بر گنبد برین افتاد
آن زمان رعد و برق و زلزله شد — وضع حمل از زنان حامله شد
همه اعیان ملک با دل صاف — به نهادند رو سوی اطراف
علمایان به هند و روم شدند — در مدینه به پاک بوم شدند

---

[1] ب، د، و ۱، ه : تا که اوباش ها ز راه افگند
[2] ب، ۱ : پوش [3] ب : زور و ستم

این چنین[1] دل که بود نور احد / کی بود جای بغض و کین و حسد
اندر او هر دو کون و ما فیها / دانهٔ ارزنی است در صحرا
اندر این دل نه بغض و کین گنجد / اهل دل گو که این سخن سنجد
ز اهل دل هر که صاحب معنی است / او شناسد که شیر یزدان کیست
چون خلافت ودیعت حق بود / به ودیعت کسی که لایق بود
متکفل به آن امانت شد / زان که او صاحب دیانت شد
تا که بود آن ودیعت بی چون / از خلاف و ز انحراف مصون
مرتضی را صاحب خلافت را / به یقین داد دست بیعت را
زان که بودش جز ز باطن صاف / که از این ها نه ممکن است خلاف
همه از خاصگان بی چون اند / صاف در دین چو دُر مکنون اند
آن همه چون به قرب ذات شدند / فارغ از قید ممکنات شدند
زان سپس غیر از او به دین قوی / لایق آن ودیعت نبود کی
کس نه بوده بدان ودیعت خاص / متکفل شد از سر اخلاص
آن زمان هر که سرکشید از وی / جز دم تیغ او نه دید از وی
تیغ خونخوار از نیام کشید / سرکشان را به انتقام کشید
پس ز زور کسی هراس نکرد / مصلحت را نه دید و پاس نکرد
زان که عارف هراس حق دارد / در همه خلق پاس حق دارد
خاصه آن عارفی که شیر حق است / او هراسنده کی بغیر حق است
کارهایش که نور مطلق بود / صلح و جنگش همه پی حق بود
بود پاک از شیوب نفسانی / سرکشیده به شمشیر[2] یزدانی

---

۱ ه = از چنین ۲ ه ب = سر یزدانی

روز دیگر به صد هزار شکوه … با همه ریشیان ز قلعهٔ کوه
روسوی پادشاه حب بر کرد … رو به آن شمس میرمد بر کرد[1]
گفت ای شاه ما که دهقانیم[2] … که ز اطوار مسلم‌زاده‌ایم
پیش ازین این طرف به پاک تنی … بس که سادات مکی و مدنی
آمدند و کسی نه زد سخنی … این چنین مذهبی به هیچ تنی[3]
این چه دین است این چه اطوار است … این چه گفتارهای بیکار است[4]
مدفن حضرت رسول خدا … بهتر از عرش و کرسی است و سما
هم در آن جا دو صد حبش فنون … چون بود چون که ایزد بی‌چون
باطلان را در آن نشیمن پاک … جای داد و برون نه کرد از خاک
ما که مشتی ز خاکساران ایم … به دل و جان ز دوستداران ایم
این که این رهنما و پیر شماست … به ره راست دستگیر شماست
من و او هر دو خلوتی گیریم … بی خور و خواب ه تنها گیریم
تا چهل روز از پی افطار … روغن چوب را کنیم شعار
هر که او زنده تا چهل روز است … دین او راست و دل افروز است
وان که میرد تنش به مشعله کن … استخوانش به سوز و مزبله کن
شمس را این سخن نه شد باور … نامد اندر خیال او یکسر
گفت انسان بغیر خوردن و خواب … جز به روز دو سه نیارد تاب
چوب قطران که روغنش زهر است … هر که خورد از حیات بی‌بهره است

---

۱ ه۱ : شمس مرند ردکرد ۲ ه ج : ای شاه ما گدائیم
۳ ه ج : به پاک تنی ۴ ه ه : گفتارهای مکار است

ظالمان زمین ستم طرب کردند / ریشیان را زده طلب کردند

تره خواران ز کوه و دشت و دره / برکشیدند همچو بکّی ز تره

به تن نال[1] آن ضعیفان را / بر بودند سوی سلطان را

گفت سلطان به آن کهن دلقان / کای شما مرجع همه خلقان

از سه چیز اختیار خود یک چیز / بنمائید از ره تمییز

یا که دم از دم صحابه[2] زنید / ورنه سر زیر تیغ من فگنید

یا بر آئید از این دیار همه / به دگر جا زنید بار همه

همه گفتند ما فقیران ایم / مانده در غار و در کهستانیم

هست سرخیل ما به خوش کیشی / فسته ریشی به نیک اندیشی

رفته با او صلاح کار کنیم / هرچه او گوید اختیار کنیم

فرصتی گر دهی درین دو سه روز / ورنه سرهای ما به تیغ[4] انداز

گفت تا هفته مهلتی به شماست / گر بگیرید دین ما زیباست

ریشیان با دل فگار همه / رخت افگنده اند دیار همه

در مقامی که فسته ریشی بود / چونکه مشهور او به پیشی بود

سرگذشتش همه بیان کردند / چاره جوئی و فکر جان کردند

گفت ما را غم از شهادت نیست / زان که در دین به جز سعادت[3] نیست

لیک فردای رفتنای شما / رو به سلطان کنم برای شما

بینم آن تا که تا خدا چه کند / خصم اگر شد قوی به ما چه کند

---

۱ حب = زار　　۲ حب ا حج حه = سب صحابه

۳ حب ح ا = لست　حج حد = نست

۴ حب حه حد = تیغ افروز　　حج = تیغ بدوز

سر بر آرد چو روح از تن من / در همین جا کنید مدفن من
طالبی بعد چند گاه رسد / از حرم با رخ چو ماه رسد
سال ها شد که رو بدان سو کرد / اینک اکنون بدین طرف رو کرد
از چو بر تربتم گذار کند / عذر جرمم ز کردگار کند
همه با او به خاک من آن روز / راه پیما شوید و فیض اندوز[1]
این سخن گفت و نام ایزد پاک / بر زبان راند و سر نهاد به خاک
کرد پرواز مرغ جان ز تنش / مردنش وه چه خوب زیستنش
خادمان زیر خاک آن در پاک / می سپردند ای خوشا آن خاک[2]
دررسید از حرم پس از چندی / نوجوانی لطیف و دلبندی
از رخش بود آشنائی ها / بود پیدا به دلکشائی ها
رفت اوّل فراز تربت شیخ / خادمان همره از وصیت شیخ
چون به اخلاص فاتحه برخواند / با ادب ایستاده برپا ماند
در زمان شد برون از آن مدفن / بلبلی هم چو برگ گل روشن
پر و بالش ز بس که احمر بود / نور سرخی همین مصور بود
چرخ زن شد به سوی چرخ برین / یافت چرخ از جمال او تزئین
باز از آن جا به مقبره پیوست / بر سر شاخی از درخت نشست
به زبان فصیح حمد خدای / گفت نعتی ز خواجه دو سرای
نکته ای چند از نصایح گفت / گوهری چند از معانی سفت
بلبل از گل سخن طراز شده / طائر بوستان راز شده

١ـ مج : همره او شوید و فیض اندوز
٢ـ مج : می سپردند چون همرف بی باک

گفت ریشی که من به مهر رسول — در تولای خاندان بتول
چون به اصحاب دوستدار شدم — لطف حق را امیدوار شدم
از چنین خوردنی نه خواهم مرد — حق به برهانم از عدم آورد
گفت اول تو رو به خلوت کن — با من اظهار این فتوت کن
گر بود قول و فعل تو یکسان — همه دریافتند امن و امان
ور دروغ است آن چه می گوئی — پس کف از خون خویش می شوئی
شیخ خالی درون خلوت شد — محو در ذات و نور قربت شد
روز در صوم چون بسر آورد — روغنی شب ز چوب قطران خورد
چند کس بر درش موکل بود — شیخ فارغ ز قوم اجهل بود
همچنین بست روز کرد ادا — بود چون مه ز چشمهٔ نور و صفا
آن مزوّر ز نور حالاتش — طرفه حیران شد از کمالاتش
گفت آن کس که بست روز کشید — می تواند به او یقین رسید
ریشیان را همه مرخص کرد — از همه گفتگوی مخلص کرد
به سر گوشه های خود رفتند — شکرگویان به جای خود رفتند
ای بها قصهٔ ستمگاران — کرد پژمرده خاطر یاران
رو سوی ریشیان صافی کن — پشت بر مردم گرانی کن

کرامات حضرت فته ریشی و انتقال فرمودنش

شیخ از دست ظالمان چون رست — رفت و در گوشهٔ یلاق نشست
روی دل سوی حق تعالی کرد — محو خود را به یاد مولی کرد
کرد روزی به خادمان اظهار — که از این خاکدان[1] به بندم بار

۱ـ در ب: خانمان

جذبهٔ عشق بی قرارش کرد — که ز دنیا وداع کارش کرد
طلب ایزدی بره افتاد — مرشدی را به جستجو افتاد
چون سخاوت به خود قرینش کرد — فایض از نور زین دینش کرد
آن چنان از دم مشرف صفائی یافت — که به قرب خوش آشنائی یافت
بود ازبسکه شغل در کارش — در رسیده به چلّهٔ افطارش
شد به ایمای مرشد آگاه — در حرم بهر طوف بیت الله
چون ادا کرد حج و عمره تمام — بود روزی در آن خجسته مقام
دید جمعی ز زمرهٔ ابدال — کز هوا آمدند روح مثال
طوف بر گرد آن حرم کردند — ره سوی ریشی از کرم کردند
پرسش از نام و از مقام ازاو — چون نمودند احترام از او
بود از زمرهٔ نکو حالان — منسلک شد به جمع ابدالان
کرد پرواز همره ایشان — آفرین بر کمال درویشان
بود زان احترام و جاه او را — قاف تا قاف سیرگاه او را[10]

باباپیام الدین ریشیؒ

نوجوانی که خاص سلطان بود — دولت و مکنتش فراوان بود
همسر سروران به حشمت و جاه — هم ز خاصان بزم درگه شاه
بود چون اختیار ملک بدو — بود تفویض کار ملک بدو
لیک از خوی نفس امّاره — بود بس ظالم و ستم کاره

---

۱۰ در دو نسخه بود زان احترام جاهش را — قاف تا قاف سیرگاهش را

طرفه تر آن که بلبل بی دل
کرده در بوستان گل منزل

زار از درد یار می نالید
در برش یار و زار می نالید

چون نه نالد که گل به هر آنی
نو به نو می نمایدش شانی

او بدان جلوه های گوناگون
طالب است و به جان و دل مفتون

گل به هر لحظه در جمال دگر
بلبل مست مست حال دگر

نیست پایان به جلوه ها زان سو
در طلب نیست انتهازان رو

سر چو عاشق به زیر خاک کشد
با دل و جان دردناک کشد

قصه کوتاه بلبل سرمست
نکته ای چند گفت و لب بربست

نوجوانی که آمده ز حرم
عرض خدمت به آن ستوده شیم

کرد کاوای شیخ دین به جای شما
که نشیند به اقتدای شما

گفت اکنون به مسند ارشاد
جانشینم تو ای مبارک باد

این سخن گفت و سر به تربت زد
طالبان را زهی به حیرت زد

عقل حیران ازین معامله شد
سایه با نور کی مقابله شد

عشق نور است و عقل چون سایه
سایه از نور یافت پیرایه

او کجا سر او کند مفهوم
نور چون تافت سایه شد معدوم

حاجی از امر شیخ و ایمایش
کرد جا بر سر مصلایش

در همه عمر خود به خلق خدا
در هدایت نمود راه هدا

بابا مبارک ریشی

زجوانی به عقل و دانش تمام
هم مبارک دم و مبارک نام

---

۱ و ۲ و ۳ هیب = ردایف کند ۴ ۵ ۵ = حسرت

ریشی آن جا رسید و آزان خواند — دیو هر یک ز لرزه بر جا ماند [1]

همه گرد آمدند و جمع شدند — بر سر کشتنش قدم بزدند [2]

هیچ کس را نه شد توانائی — که زدندی دمی ز خودرائی

پس به تعظیم از او بپرسیدند — چونکه او را ز اهل دین دیدند

کین طرف آمدی چه کار تراست — تا چه مقصد ازین دیار تراست

گفت دارم برات غیب اینجا — نامدم من به شک و ریب اینجا

همه گفتند کان برات کجاست — بنما گر نشستنت این جاست

گفت فردا ز لطف ایزد پاک — به نمایم ز کس نه دارم باک

دیو زان وعده مهلتش دادند — جای آن شب به حرمتش دادند [3]

کاوری گر خط تغیر از ما — پس گریز است ناگزیر از ما

ورنه ز آسیب قهر ما نه رهی — نه رهی تا که نقد جان ندهی

همه شب شیخ سر به خاک نهاد — روی دل سوی ذات پاک نهاد

صبح گاهان ز عالم بالا — کاغذی شد فرود نور آسا

در زمان دیو در گریز شدند — بر سر خویش خاک بیز شدند

بود آن عارف نکو پیشه — مدت العمر در همان بیشه

در همان بیشه دفن گاه وی است — ای خوش آن کس که خاک راه وی است

---

[1] ط ۱: ریشی آن جا بلند گفت اذان — دیوها را فتاد لرزهٔ جان

[2] ط ۱: همه انبوه گشته برجستند — بهر ایذای او کمر بستند

[3] ط ب: به عزتش

جای در سرزمین لارشن بود — از بمی رینه اشتهارش بود
نوبتی عزم سیر صحرا کرد — جا سر اسپ بادپیما کرد
ماه رویان به موکبش پویان — از سر جاه طرتو گویان
ناگهان جذبهٔ اله رسید — راه گم گشته ای به راه رسید
دید جمعی ز مور بر سر راه — هر یکی دانه کش به منزل گاه
در زمان اسپ را عنان بگرفت — خویش را دور برکران بگرفت
تا که موران گرفته دانهٔ خویش — رفت هر یک به آشیانهٔ خویش
همرهان از کمال انصافش — در تحیّر شدند ز اوصافش
این چنین وصف چون نه بود او را — گفت هر یک به او به استهزا
گر به این خوبی و نکوکیشی — شد یقین آنکه می شوی ریشی
گفت گر ایزدم دهد توفیق — نیست دور ار شوم ز اهل طریق
این سخن گفت و مال و جاه و حشم — داد برباد زد به غارت هم
تو به از کردهٔ پسین آورد — رو به بابای زین الدین آورد
سال ها بود چون به خدمت او — یافت نور و ضیا ز صحبت او
کرد پیرش ازان نکوکیشی — نام بابا پیام الدین ریشی
پس به یک بیشه[1] گوشه گیر شده — منزوی او به امر پیر شده
سمت بانگل از او گرامی شد — زان که از ریشیان نامی شد
بود آن گوشه جای دیو و پری — همه در کفر کرده جلوه گری
جوق جوق پری و دیو انبوه — اندر آن بیشه نام او نبود

۱ـ دهٔ حب = گوشه

گر ازین کار احتراز کنید روی دل سوی بی نیاز کنید
بی گمان دولت ابد یابید بار در حضرت احد یابید[1]
همه سرمست آن کلام شدند بهره ور زان خجسته نام شدند
گشت روشن به نور درویشان هم بصر هم بصیرت ایشان
مدت العمر در عبادت‌ها رو نهادند سوی طاعت‌ها
تا همه صاحب صفا گشتند از نگاهش ز اولیا گشتند
دارم از لطف حق نوید اینجا که نه دزد است نا امید اینجا
روزی آن مهر مطلع انوار کرد با خادمان خود اظهار
که من اکنون به غار رخت کشم نفس دون را به پنجه سخت کشم
تا چهل روز بر نمی آیم زان که با دوست راز بگشایم
بعد چهل روز آرمیدن من در گشائید بهر دیدن من
باشم ار زنده صحبتم دارید ورنه یادم به فاتحه آرید
این سخن گفت و شد بغار درون در صدف همچو گوهر مکنون
از پس چلّه در چو بگشادند خادمان در تحیّر افتادند
که بجز خرقه و کلاه نه بود هیچ از آن آفتاب برج شهود
جسم چون روح عین نور شده محو در قربت حضور شده[2]
الله الله چه این فتوحش بود که تنش صاف همچو روحش بود
لاجرم غایب از نظر باشد[3] روح کی مدرک بصر باشد[4]

---

[1] م۱ = عشرت ناز بی عدد یابید

[2] م۱ = چشم چون روح عین نور شده محو در شعشعهٔ حضور شده

[3] م۱ = نظر باشد [4] م۱ = بصر باشد

بابا دریا دین ریشیؒ

موج بحرم به بحر راز شوم / که ز دریا سخن طراز شوم
کیست دریای علم و بحر یقین / آن که مشهور شد به دریا دین
در صفا چون دُر ثمین است او / از خدامان زین الدین است او
سال‌ها خاک روبِ در او / کرد و شد مستفید از بر او
پس به کهسار پهاگ جای گرفت / دور از خلق شد خدای گرفت
سال‌های دراز از بُن غار / منزوی بود و محو در اذکار
تا که مست از شراب وحدت شد / فانی از خود به نور قربت شد
غار را بر فراز سنگی بود / شکل آن سنگ چون پلنگی بود
چند گاهی برو عبادت کرد / سنگ را بین که پُر سعادت کرد
دزدکی چند یک شبی به فسون / که به خلوت گهش شدند درون
چون که مال و زری نه بود آنجا / آن یکی خرقه اش ربود آنجا
کرد چون رو به سوی در هر یک / گشت اعمیٰ و بی بصر هر یک
همه از حال خویش درماندند / پای در گل همه چو خر ماندند
که ز جرم و گناه ما بگذر / پردهٔ عاصیان به جرم مدر
ما همه خار و خس تو دریائی / ما همه بی بصر تو بینائی
نفس امّاره کور باطن ساخت / این زمان کوری دگر انداخت
گر تو از جرم ما نمی گذری / آه ازین کوری و ز بی بصری
گفت بابا درون حجرهٔ ما / چون به امید آمدید شما
خرقهٔ کهنه ام که هیچ نه بود / به شما بردنش چه کردی سود

هر چه در راه دین مناهی بود — او بدان ره دوام راهی بود

روز در شرب خمر باده گسار — شب به بر شاهدان لاله عذار

لنگر نخوتش چو پر زر بود — لاجرم نام زد به لنگر بود

خواست آن حشمت و زر خود را — می نماید برادر خود را

کرد در بر لباسی از زر ناب — شد فروزنده هم چو برگ گلاب

به کمربند زر کمر آراست — وز مرصع کلاه سر آراست

شد خرامنده با هزار غرور — به برادر که شد به فاقه صبور

شیخ با خادمان خود فرمود — که رسد فاسقی ز اهل جحود

راه نه دهید گرچه اقرب ماست — که ز سودای زر پر از سوداست

او چو بر صومعه علم افراشت — خادم آمد به او درون نگذاشت

گفت رو ای تو غرّه گشته به ناز — چند جنبانی آستین دراز

ناز کم کن که در نظر ما را — می نمای چو گاو خر ما را

غرق دنیا شدی نمی دانی — کاوفتاده چو سگ به کهدانی

رو از این جا که گنده بوی ترا — دارها بیند آرزوی ترا

گفت با شیخ همسری دارم — رشته ای از برادری دارم

آمدم تا جمال او بینم — شد ز ما دور حال او بینم

گفت شیخ است فارغ از همه چیز — دو جهان پیش اوست کم ز پشیز

از درون رفتن تو منع نمود — که نه بیند رفت چنین فرمود

گفت بر چیست این دلالت او — موجب نفرت و ملامت او

گفت با این لباس های غرور[1] — چون رسیدی و گشت از تو نفور

---

[1] حب = گفت با این چنین لباس غرور

همه گشتند در الم پابند | که زیارتگهش کجا سازند
خادمی آن زمان به خوابش دید | که فروزان چو آفتابش دید
گفت گر سوی من گذار کنید | مرقدم بر فراز غار کنید
که ازین جا به هر که طالب ماست | فیض نورم رسد اگر جویاست
هر که آید پی زیارت من | بهره یابد ازین اشارت من

بابا لدی ریشی رح

آن که از ریشیان اکمل بود | زین الدین را همین لدی مل بود
ریشی پاک باز و پاک سرشت | به لطافت چو بوی باغ بهشت
از کمالش که عارف حق بود | من چه گویم چو نور مطلق بود
بود در کامراج سمت اوتر | سالها در کواک کرده شجر[2]
بسکه با قرب اختصاصش بود | چار صد از مرید خاصش بود
همه ممتاز در ریاضت ها | همه سرمست نور طاعت ها
همه سیاح عالم تجرید | آشنایان لجهٔ توحید
روز و شب محو در عبادت ها | قوت خود کرده از زراعت ها
اندر آن مرغزار آب نه بود | قطره ای جز سرشک ناب نه بود
چشمه شد از دعای شیخ پدید | آب او را به شیخ و شاب رسید
شیخ دین را برادری خودرای | بود در عیش و ناز برزده پای
بسکه مال و زرش فراوان بود | که ز سودای آن بستاوان بود
پای در فسق و در فجور زده | در سرش آتش غرور زده

---

۱ طا : طالبی   ۲ ه : سحر

به ریاضات شاقه روی آورد ترک لذات و گفتگوی آورد
روز در صوم و شب پیٔ افطار[1] کرد یک درم زنجبیل شعار
زندگانی درین بسر آورد گوی قربت ز شیر مردان برد
از پس چند گاه بانویش پیش بابا به دیدن رویش
آمد و گفت شوهرم به کجاست که دلم از غمش ز جا برخاست
گفت باباکه او به جذبهٔ غیب ترک دنیا نمود و دولت ریب[2]
چیست بهر تو تا ادا سازیم دلت از بند غم رها سازیم
گفت ای شیخ مال وجاه و علو من بسی دیده ام به دولت تو
شوهر من چو ترک دنیا کرد حق مرا هم به خود شناسا کرد
مهر و مال و زر اختیارم نیست آرزو غیر کرد کارم نیست
خواهم از خلق عزلتی گیرم به ریاضت مشققی گیرم
اندر این کار همت توبس است یک نگاهی ز دولت توبس است
شیخ چون دید صدق در کارش ساخت از یک نگاه هشیارش
تاکه از واصلان ایزد پاک گشت و شد در ره خدا چالاک
رفته رفته به اربعین ایام بود افطارش از خور و آشام
در یلاقی که بود بنشسته حجره ای داشت روزنی بسته
اندر آن حجره تا ده و دو سال منزوی بود و فارغ از آمال
نام او را که کنکه عارفه بود محو در عالم مکاشفه بود
اندر آن بیشه چند میش او را بود از بهر شیر پیش او را

---

[1] نسخهٔ ج: روز در صوم و صبر شب افطار [2] نسخهٔ ج: ترک لذات کرد دولت و ریب

نیست ممکن که روی او بینی — زین هوس به که دامن ار چینی
گفت گر این لباس دور کنم — می شود که به او حضور کنم
گفت شاید ز راه عجز و نیاز — می گشاید درت نه گردی باز
در زمان او لباس فاخره را — کرد بیرون گلیم ناسره را
بست بر خویش و رو به صومعه کرد — شیخ دین رو به سوی او آورد
کای خطا کار وای جفا اندیش — گشته از فرط جرم کافرکیش
پیش من آمدن چه کارت بود — ای ز کارت خدای ناخشنود
بسکه در فسق و در فجور شدی — از خدا و رسول دور شدی
باش تا مرگ سازدت آگاه — که به قعر جحیم یابی راه
این سخن کرد طرفه تاثیرش — از درون برگشاد زنجیرش
گفت تا چیست چارهٔ کارم — کز گنه خویش را برون آرم
گفت رو ترک مال و دنیا کن — همه را صرف راه مولی کن
خصم ها ساز راضی از سر هوش — یعنی اندر رد مظالم کوش
چون شوی فارغ از همه آفات — روی کن سوی قاضی الحاجات
شاید از فیض لطف و رحمت او — راه یابی به سوی قربت او
در زمان او ز امر و فرمانش — شد ز دنیای دون و سامانش
هر چه از نقد و جنس و کسوت و مال — داشت آن را شمرد جمله وبال
به گدایان و ناتوانان داد — تا که شد کلی از همه آزاد[۱]
خرقهٔ کهنه و کلاه نمد — به ضرورت گذاشت کسوت خود
دیگر از هر چه داشت بیرون شد — تا که از خلصگان بی چون شد

---

۱ ـ ح ۱ : از بلا آزاد

از سر قهر نا مد شش در پیش   رو به سلطان کجا کند درویش[1]

شاه چون دید خشم ناکی او   در غضب شد پیٔ هلاکیٔ او

خشم آلوده راه خانه گرفت   به تدارک گری بهانه گرفت

همه اعیان ملک پیش آورد   گفت ریشی دلم به ریش آورد

به دیاری دو شاه زیبا نیست   به نیامی دو تیغ را جا نیست

گر از این شهر بگذرد زیباست   سوی تبّت که لایق آن جاست

همه گفتند این چه غصه بروست   شاه از این غصه گر رود نیکوست

بر فقیران ستم نمودن تو   نیست زیبا به غصه بودن تو

زان که ایشان به کار و بار حق اند   فانی از خود به اختیار حق اند

خشم ایشان که نیست بی وجهی   همه را سوی حکمت است رهی

گفت دهقانیان که نالان اند   زان اولوالامر را نمی دانند

تا چه تقصیر آمد از دستم   ساعتی گر بجای او شستم

چون که شایان نیم به ماوایش   باد پدرود من دگر جایش

این سخن گفت و رخ چو آتش کرد   رو به سرهنگ های ناخوش کرد

که از این شهر برکشید او را   گر کند سرکشی کشید او را

شیخ را منکشف ز باطن صاف   آن همه گفتگوی گشت و خلاف[2]

گفت با خادمان که عزم سفر   بنمائید شد چو حکم بدر

هم در آن لحظه شیخ دین برخاست   خادمان آمدند از چپ و راست

چار صد از مرید جمع شدند   همچو پروانه گرد شمع شدند

---

[1] ص: نیست پروای شاه بر درویش [2] ص: آن همه گفتگوی او شد صاف

گه گهی شیر در سبو کردی — گه گرفته به شیخ رو کردی
شیر در ره ملاقیش گشتی — هیچ ترسی نه از ویش گشتی
شیر یکسو شده به راه ازو — خاک رفتی به پای گاه ازو[۱]
چون مشرف شدی به خدمت پیر[۲] — شیخ گفتی به او به نور کثیر
که مخور غم ازین سگانِ یلاق — حق نگهدار تو علی الاطلاق
سال ها هم چنین بسر آورد — تا اجل بر سرش گذر آورد
این سه دردانهٔ خاص بی چون اند — هر سه در کامراج مدفون اند

آمدن زین العابدین بادشاه

به زیارت بابا زین الدین و نشستن بر سجادهٔ او ترش شدنش

زین الدین از کمال استغراق — شهرتی یافت در همه آفاق
خلق از بسکه کامیاب ازاو — می شدند و به فتح باب ازاو
پادشاه زمانه زین عباد — آن که زینش ز عابدین سرداد
شیخ دین را پی زیارت شد — شیخ آن لحظه در طهارت شد
بود چون نفرتش ز اهل دول — لاجرم برکشید پاز محل
دید سلطان چو جای او خالی — کرد منزل به جای او حالی
او چو بنشست بر مصلّا بش — شیخ آشفته شد ز سودایش
که چرا بسترم خراب نمود — جا به سجّاده ام شتاب نمود

---

۱ ح ا : ره دیگر شدی ز راهش شیر — خاک رفتی به پای گاهش شیر
۲ و ا : میشود از کرم به حضرت پیر

شیخ دین هدا هویدا کرد — همه در دین حق شناسا کرد
منهدم گشت دیر و بت کده ها — خانقه شد بنا و معبده ها
شیخ شش ماه و چند روز دگر — بود آن جا فگنده بار سفر
تاکه آن سمت را گلستان کرد — خالی آن سوز بت پرستان کرد
ناگهان از قضای ربّانی — مرد طفلی ز خاصهٔ رانی
بود رانی چو دل بر و بسته — لاجرم گشت خاطرا شکسته
گفت گر مرد و طفل شد فانی — هست این شومیٔ مسلمانی[۱]
بر سر ما بتان چو دل گیرند — لاجرم کودکان ما میرند
طفل گر زنده شد خوشیم همه — ورنه این ریشیان کشیم همه
این سخن فاش گشت در هر جا — خادمان در غم و الم زده پا
خادمی شیخ را نمود آگاه — از چنین واقعه که شد جانکاه
که اگر مرده زنده شد رستیم — به شهادت وگرنه دل بستیم
شیخ ازین واقعه تبسّم کرد — آه از فکر و رای مردم کرد
گفت ریشی کشید پا ز مقام — تا دگر شب کشد بریشی نام
ریشی این جا چو مبتلا تر شد — تا چه بر ریشی این مقدّر شد
این سخن گفت و راه مرده گرفت — عالمی در تحیّر و به شگفت
کرد ایما که قم باذن الله — مرده برخاست زنده شد ناگاه
قوم بر پای شیخ افتادند — برکف و پاش بوسه می دادند
شیخ با خادمان اشاره نمود — که قباحت درین دیار گشود
هر که میرد ز خاص و عام این جا — زنده کردن بود دوام این جا

---

[۱] صحیح : این است از شومیٔ مسلمانی

چونکه پیش از رسیدن سرهنگ — شیخ دین بر سفر نمود آهنگ
راه یخ بسته بود و برف بسی — تاب رفتن نه داشت هیچ کسی
جانور هم ز شدّت سرما — ز آشیانه برون نمی زد پا
شیخ آن دم به حق پناه گرفت — از ره کشتوار راه گرفت
بود ز الطاف ایزد بی چون — خاطرشان ز برف و باد مصون
برف در زیر پای شان چه حریر — می نمود و هوا چو بوی عبیر
تا که در کشتوار بار زدند — رخت غربت بدان دیار زدند
مادر شیخ دین به بیماری — بود افتاده از دل افگاری
شیخ دین بر فراز بالینش — آمد و کرد مهر آئینش
مادر مهربان چو رویش دید — آب رفته به جوی او به رسید
گفت چون جستجوی من این بود — از خدا آرزوی من این بود
شکر لله که من در آخر کار — یافتم آرزوی خود به کنار
این سخن گفت و جان به حق بسپرد — هیچ کس جان ز دست مرگ نه برد
شیخ تکفین نمود و تجهیزش — کرد فایض ز لطف حق نیزش
به مرو رفت بست از آن جا باز — تا به تبت زمین رسید فراز
شیخ بر کوهسار کرد و شد — به سوی هندوان جادو شد
همه حیران ز حال او گشتند — در عجب از کمال او گشتند
کاندر این برف چون رسید این جا — شد ملک سیرتی پدید این جا
بت پرستان ز خوش کلامی او — دم زدند از سر غلامی او
راجهٔ آن دیار و اهالی دیار — پی خدمت شدند کارگذار

له ... نیک نامی

نہ ز روح و نہ از بدن اثری	بہ لطافت کشید ہر دو سری
طرفہ تر آن کہ برکشیدہ عصا	سر از آن سنگ ہا سوی بالا
یعنی این جاست جای مدفن من	ہم زیارت گہ و نشیمن من
خادمان زان کرامت اظہار	مرقدش ساختند بر سر غار
دوستانش کہ خاص بی چون اند	گرد بر گرد جملہ مدفون اند
ذکر بابای زین الدین بہ کمال	ختم شد از فیوض ذوالافضال
می نمایم بحسب مہر درون	ذکر بابا لطیف الدین اکنون

کرامات بابا لطیف الدین رح

در ہمہ ریشیان پاک آئین	بود نور ہدا لطیف الدین
آن کہ چون جذب حق رسید او را	از ہمہ ماسوا برید او را[1]
پشت پا بر متاع و مکنت زد	دست رد بر سر حکومت زد
خادمی او کہ بحر رازی بود	نام او باز شاہبازی بود
من چہ وصفش کنم کہ چون است او	کز ہمہ وصف ہا برون است او
ز ابتدا کہ بہ خورد سالی بود	گشتہ موصوف خوش خصالی بود
آن زمان کہ ز عارف باللہ	گشت از شیخ نور الدین آگاہ
شیخ ازوی چو دید استعداد	خبر از حال او بہ یاران داد
کہ ز مایان کسی نہ بود این جا	کش بہ ایشان توان ستود این جا[2]

---

۱ نسخہ ج میں مصرعے تقدیم و تاخیر کے ساتھ ہیں

۲ ج : کش بہ این جا توان شنود این جا۔ ح : کس بہ انسان توان ستود این جا

رخت ازین دام گاه خونخواره　　برکشیدن بود کنون چاره

روز دیگر به وقت صبح گهان　　برشد از شهر با نکوخواهان

شاه زین العباد در کشمیر　　گشت از درد پابسی دلگیر

شیخ روزی که شد سفر اندوز　　شاه را درد پای شد آن روز

بس دوا کرد و هیچ سود نکرد　　وز دعای کسی کشود نه کرد

آن چنان درد استلم کردش　　که خور و خواب جمله کم کردش

پشت پا بر دوا و مرهم کرد　　رو به بابای حاجی ادهم کرد

زانکه او بود قدوهٔ عرفا　　مرجع اولیا و اهل صفا

گفت از درد پا هلاک شدم　　چاره ای کن که دردناک شدم

گفت ازین درد کی بیاسائی　　زین الدین از تو شد به بی جائی

تا که پاهای او نیاسایند　　پای هایت ز درد برتابند

شاه ازین نکته سرفرو افگند　　شیخ را طرفه جستجو افگند

قرة العین خویش حیدر شاه　　سوی تبت زمین به حشمت و جاه

کرد راهی و عذر خواهی کرد　　ترک گردن کشی و شاهی کرد

شاهزاده پس از نوشتن کوه　　شیخ را دید با هزار شکوه

التجاهای بی قیاسش کرد　　که به کشمیر التماسش کرد

شیخ با او چو شد به عیش مقام　　شاه از درد پا گرفت آرام

شیخ در غار رفت و در را بست　　کآمد و رفت ره گذر رابست

مدتی چون که بر نه شد از غار　　در کشادند خادمان ناچار

هیچ از شیخ دین نشانه نبود　　جز به تسبیح و غیر شانه نبود

بسم خاکش رهید از خاکی　　نسبت شان گرفته در پاکی

گشته موصوف همچو روح تنش　　آفرین بر صفائی بدنش

تا که از خدمت خودش برهاند — در وتزل به خلوتش بنشاند
بود آن جا به سال های دراز — معتکف با خدای خود دمساز
چون ازین دامگاه بیرون جست — هم در آن جا بقرب حق پیوست[۱]

بابا لدی گنائی رح

آن که او معدن صفائی بود — در حقیقت لدی گنائی بود
در همه ریشیان گزین است او — مستفید از لطیف الدین است او
سال ها به درش نشیمن کرد — تا که شد از همه خلایق[۲] فرد
صوفئ صاف و ریشئ پُرنور — گشت از صحبتش به نور حضور
کرد بابا به خلوتش ایما — به یکی گوشه پوشکر بالا
آن که شهره به ژنده پال است او — فیض ده بهر اهل حال است او
سال ها او در آن نشیمن گاه — کرد جا تا که شد ز خاص اله
عمر او عاقبت چو سر آمد — به زیارت به پوشکر آمد
در همان جای گاه شد بیمار — به وصایا کشاد لب ناچار
گفت با شادمان که مدفن من — نیست غیر از مقام و مسکن من
جسم خاکی بدان زمین اولی — که همه عمر بود با مولی
گرچه تکلیف بر شما از من است — لیک این موجب رضا زمن است
مرقد من به ژنده پال کنید — زنده ام زنده در خیال کنید[۳]

---

۱ ـ حه = هم در آن جا به قربتش پیوست
۲ ـ ح۱ حب = علایق
۳ ـ ح۱ = در مقامی که بود مسکن من — در همان جا کنید مدفن من

شکر لله به شوکت و شانی | این که با ما قرین شد انسانی
بر سر پشیان طراز است این | باز نبود که شاهباز است این
باز روزی که شیخ را پیوست | داد بر دست او به بیعت دست
برد ابریق بهر آب وضو | اندر آن مرغزار بر لب جو
آب بس دور بود و ره دشوار | پیچ در پیچ همچو گردش مار
کوزهٔ آب چون ز جوی آورد | رو سوی پیر نام جوی آورد
دید شیری نشسته بر سر راه | شیر گردون ز هیبتش روباه
نعره اش زد ز دور کای صفدر | خرقهٔ صوفیانه ام[1] در بر
منتظر شیخ بر آب وضو | تو گرفتی رهم نه شد نیکو
فوت از وی اگر نماز شود | بر تو ابواب قهر باز شود
شیر حالی ز راه یک سو شد | راه خالی پی تگ و پو شد
خادم آب کش به شیخ رسید | شیخ از وی به مکرمت پرسید
که سر راه هیچ نرسیدی؟ | صورت سهمناک را دیدی؟
گفت دیدم ولی نه ترسیدم | پیر را پشتیبان خود دیدم
هر کرا هم چو تو شهی باشد | شیر او را چو روبهی باشد
شیخ او را به نور تمکین دید | کاول روز حال او این دید
مرحبا گفت و آفرینش کرد | همقران[2] با لطیف دینش کرد
سال ها با لطیف الدین همدم | بود برپا به خدمتش چو خدم
دید بابا چو نور حالاتش | متحیر شد از کمالاتش

---

۱ ه ج ا و د ه: صوفیانات ۲ ه ج د: بو همقرن

بابالدی ریشی رح

طالب خاص از لطیف الدین | بود بابالدی به راه یقین
صاف آئینه اش چو بدر منیر | روز و شب سر زده به خدمت پیر
کار او خادمی به مطبخ بود | در ریاضت چو کوه راسخ بود
بهر صد کس طعام کردی راست | قسمتش می نمود بی کم و کاست
همه را بخش کرده می دادی | لقمه ای بهر خویش نه نهادی
بست سال این چنین بسر آورد | کانچه می پخت گه به کام نزد
تا که در خادمان گرامی شد | بلکه از ریشیان نامی شد
دید بابا چو آن مشقت او | محض بهر خدای محنت او
گفت روزی به خادمان عتاب | کای شما بی خبر ز راه صواب
هست بابالدی به محنت تام | از پیٔ خدمت شما به دوام
روز تا شب پیٔ رضای شما | بسته دارد کمر برای شما
کس ز آشام و خورد او خبری | می نگیرید همچو بی بصری
این نه انصاف نیک اندیشی است | این نه ریشی گری درویشی است
آن یکی گفت کایها الاستاد | اوست قسام ما به داد و نه داد [1]
گر همی برد قسم خود ز میان | نی به ما یان کمی شدی نه زیان
او به افطار کاسه ای از شیر | می نخورد به ز نان های خمیر
حاجتش نیست که طعام خورد | چه غم آن را که شیر خام خورد
گفت بابا که کاسهٔ شیرش | تو به افطار خیز و برگیرش

---

[1] ب: اوست قسام تام داد نداد

این سخن گفت و دیده برهم زد — که هوالله آخرین دم زد
طوطئ روحش از قفس رهید[۱] — سر به ماوای اصل خویش کشید
نصفی از شب گذشته بود آن دم — کافتابش نهاد سر به عدم
ابر بارنده بود و کوهستان — برف بارید تا به صبح گهان
آن چنان توده های برف افتاد — که به پای رونده بند نهاد
خادمان موجب وصیّت او — همه ناهیار بهر تربت او
راه رفتن نه بود چون بیرون — ساختندش به پوشکر مدفون
روز دیگر فراز تربت او — فاتحه خوان شدند و همت جو
هر قدرش را شکافته یافته اند — سینه ها زین الم شکافته اند
که مگر گورکش به برد او را — آه از آن جانور که خورد او را
بر سر برف ناگهان به نمود — که نشان های پای انسان بود[۲]
بر همان پی به جستجو رفتند — تا کمر برف را فرو رفتند
چون که کهسار زنده بال نمود — نقش پا صورت خیال نمود
بر سر برف آن تن پر نور — بود بسته کفن نمود از دور
مرحبا بر لطافت تن او — کرد هر یک به عزم بستن او
پس در آن گوشه دفن گاهش شد[۳] — سرمهٔ دیده خاک راهش شد
که ای خوشا عاشقان که مست حق اند — [۴] زنده از مستئ بهشت حق اند
مرگ را سوی شان مجالی نیست — حیثذا غیر انتقالی نیست

---

۱ ح ب: به جهید ۲ ح ه ج ا: مصرع که نشانی ز پای انسان بود
۳ ح ب: مدفن او ۴ ح ب: زنده جاویدشان ز هستی حق اند

بود سیصد کس از خدامانش[۱] — داده دست طلب به دامانش
همه در پوشکر نموده مقام — توسن نفس را گرفته زمام
همه ممتاز در خدا جوئی — همه مهر سپهر نیکوئی
شیخ از دست خویش قوت همه — راست کردی پیٔ ثبوت همه
سبدی پُر طعام از سرهوش — وقت افطار می گرفت به دوش
خلق هر چند بیشتر بودی — دست او جمله سیر به نمودی
آن زمان سبحه اش به سجاده — خود همی شد به ورد آماده
دانه اش خود به خود بگر دیدی — در عجب گشتی آن که می دیدی[۲]
نوبتی پیر خود لطیف الدین — دید در واقعه چو مهر مبین[۳]
گفت فردا به پیش نو از دور — کودکی می رسد سراپا نور
لطف کن بروی و مدارا هم — به نهانی و آشکارا هم
زان که از خیل ریشیان است او — بلکه همتای پیشیان است او
آدت است نام[۴] جانشین تو است — از همه دوستان گزین تو است
شیخ از این مژده بی قرار شده — روز دیگر به انتظار شده

بابا آدت ریشی رح

ناگهان کودکی چو بدر منیر — سر ز در برزده به نور کشیده[۵]
آمد و شیخ را سلام نمود — دست بوسی به احترام نمود

---

۱ حه حا : غلامانش ۲ حا : در تعجب هر آن که این دیدی
۳ حا : نوبتی پیر خود به صد تمکین دید در واقعه لطیف الدین
۴ حج حه : آدتش نام ۵ حا : سر ز در برزده به صد تنویر

تا به بینم که شیر چون تنها — بی شما می خورد کجاست روا
او کمین از برای شیرسش کرد — تا که آن کاسه دستگیرش کرد
پیش بابا به برد کاسهٔ شیر — این به از صد هزار نعمت گیر
برد بابا به لب نمودارش — دید خاکستر سپیدارش
گفت بابا بدو نه شیراست این[1] — بلکه زهر حیات گیراست این
او چو آن را کشید و نادم شد — شیخ دین آن زمان به خادم شد
گه به این سوی روی گه کردی — خوردن زهر خوی کی کردی
گفت در سر فتاده امروزم — کین سبق نفس را بیاموزم
ناگهان خادمی ز دستم برد — که شتابان به خدمتت آورد
گفت آخر ز من چه داری دور — چند گه شد ترا به این دستور
گفت ای شیخ بست سال گذشت — که به این خوردنم خیال گذشت
این همه از نگاه تو کردم — چون که جان وقف راه تو کردم
زان صفا شیخ آفرینش کرد — بوسه از مهر بر جبینش کرد

بابا لچهم ریشیؒ

مسند آرا به ملک درویشی — شد پس از شیخ دین لچهم ریشی
آن که از خاصگان مولی بود — سر و سرخیل اهل معنی بود
از کمالات او چه شرح[2] دهم — من که بر درگهش چو خاک رهم
قطب آفاق نور مطلق بود — رهبر خلق و عارف حق بود

---

۱ هـ ا، هـ ه، هـ ب: گفت با خادم این نه شیراست این
۲ هـ ج: کنم

خلق را راهبر به جای من ای … خازن مخزن صفای من ای
زخمت جان چون کشم سوی مولی … مرقد من برون در اولی
زان که این جا ز بس که گور کشند … مرده ها را برون به زور کشند[1]
من چو بیرون در کنم ماوا … گور کش را درون نباشد جا
این سخن گفت و رو سوی حق کرد … جا چو قطره به بحر مطلق کرد
مرقدش را برون در کردند … در تهه خاک آن گهر کردند
او چو بیرون در قدم افشرد … گور کش آرزو به گور ببرد[2]

بابا نوری ریشی رح

شهره در قدسیان هفت سپهر … ذکر بابای نوری از سر مهر
مطلع نور از جبینش بود … ره نما که لطیف اندیشش بود
مدت العمر او زراعت کرد … قوت آن صرف در عبادت کرد
ریشیانه خصال می کردی … که درختان نهال می کردی
خادمانش ز نیک فرجامی … محض بهر خدا به خدامی
همه در صافی و صفا ورزی … ظاهراً اوست در کشاورزی
زان میان ها همه برومندی[3] … بود بهرام ریشی و جندی
هر دو از خاصگان ایزد پاک … هر دو در راه معرفت چالاک
شیخ را نوبتی به شام گهی … شصت مهمان ورود شد ز دهی[4]

---

١ و ب : برون ز گور کشند ه ب : مرده را از لحد به زور کشند

٢ و ا : آرزو گور کش به گور برد

٣ و ج : زان همه طالبان برومندی ٤ و ج : شصت مهمان درون طعام گهی

قامت او کو رشک طوبی بود — زیر در ایستاده برپا بود
شیخ از مکرمت به خواند اورا — تا به پهلوی خود نشاند اورا
گفت ای کودک از کدامین سوی — آمدی و به ما نمودی[1] روی
گفت دارم وطن به ڈانگر پور — عشق مولی افگند[2] در من شور
آمدم تا به خدمتت باشم — فایض از نور همتت باشم
گفت در پیش ما به فقر درت — کی گذارند مادر و پدرت
گفت آن هردو سر به خواب زدند — سر به بسترگه تراب زدند
جز خدا نیست خدمتم از کس — خدمت حق بس و خدایم بس
شیخ دین از کرم نگاهش کرد — تا که از خاصگان راهش کرد
شیخ آن دم به خادمی فرمود — که طعامی ز بهر او موجود
دار تا چاشتگاه او باشد — کودک است و گناه او باشد
روز دیگر چو خادمش به طعام — خواند از راه لطف و ز اکرام
گفت چون خادمان نیک شیم — می خورند و همی خورم من هم[3]
گفت این جمله صائم الدهر اند — از خورش های روز بی بهر اند
گفت من هم کنون به صوم دوام — عهد بستم به فضل ذوالاکرام
بعد از آن تا که او به دنیا بود — به ریاضات شاقه برپا بود
ریشئی شد که کس نظیرش نیست — مثل در صافی ضمیرش نیست
مرشدش زین جهان چو رخت کشید — گفت با او ز راه لطف مرید
کای تو فرزند و نور دیدهٔ من — جانشین من و گزیدهٔ من

۱ـ ه ف، ه و، ه ا، ص ب: نهادی ۲ـ ه ا: بر ۳ـ ه ف: از خور و نوش روز بی بهر اند

تا پی غسل میتت آید کار | زانکه مرگ است عاقبت ناچار
رفت خادم که تا ظروف آرد | دید که مار و کژدمش دارد
رفت در خادمان شتاب کشید | که سعادت ز ما نقاب کشید
کار با باز دست ها ناید | ماند موقوف تا که شیخ آید
شیخ چون در رسید روز دگر | کرد تکفین و غسل او یکسر
گفت ای از تو این امیدم بود | که به این خدمتم کنی خوشنود
تو گذشتی ز من به مهر و وداد | راضییم از تو راضی ایزد باد

بهرام ریشی از خادمان بابا نور ریشی

شیخ می شد به باطن پر زور | روز آدینه در سکندرپور
بار بر دوش خویش هر باری | کرد از ماش و برنج خرواری
بردی آن جا تا به وقت نماز | پختی از دست خویش با همه ساز
پس ادای نماز می کردی | رو سوی بی نیاز می کردی
چون که فارغ همی شدی ز نماز | قسمت آن طعام کردی باز
به فقیران و اهل قریه تمام | می رساندی و آمدی به مقام
گفت روزی گرفته بار به دوش | سوی بهرام ریشی از سر هوش
که کنم من ادای آدینه | باش تو در صفا چو آئینه
تخم تقوی ز فاخته گان[1] زنهار | در امان و محافظت می دار
شیخ بگذشت و او ازین[2] ایما | در تفکر که چیست این معنا
بود چون چهره اش به زیبائی | همچو گلدسته ای به رعنائی

---

[1] ن ل ـ فاختتان [2] ن ج ـ شیخ پنداشت راز زین ایما

از ره دور آمده هر یک / که گرسنه بسی شده هر یک
شیخ بهر سه چار کس درویش / بود پخته طعام و داشت پیش
در زمان دست حق پرست گشود / همه را سیر زان طعام نمود
نوبتی در خریفه از سر[۱] دشت / با همه خادمان به شهر گذشت
باز چون آمد و رسید راهی / نعره ای برکشید ناگاهی
کای سخنم کاره این چه کار است این / این چه تاراج بی شمار است این
همه حیران این سخن گشتند / از چنان نعره پر حزن گشتند
گفت دزدان به خرمن شالی / پی دزدی زدند سر حالی
از سر نعره ام گریخته اند / شالی برده را بریخته اند
یک دو کس پیش بگذرید اینجا / تا چه حال است بنگرید اینجا
خادمان هر چه در مقام زدند / شیخ را احمق بر کلام[۲] زدند
شالیٔ برده را به خرمن گاه / جمع آورده اند از سر راه

باباجنید ریشی رح

نوبتی شیخ از پی کاری / در دهی رفت با دو سه یاری
داشت بابای جنیدی از تمکین / بر سر جای خویش جای نشین
شیخ از جا کشید چون پا را / آن زمان تب گرفت بابا را
روز دیگر از این نشیمن تنگ / کرد در ملک جاودان آهنگ
خادمان بهر غسل و تکفینش / بست هر یک کمر به تدفینش
کوزه ای[۳] از سفال با ابریق / بود جای نهاده شیخ شفیق

---

۱ نه۱ = ره ۲ نب = در کلام. نه۲ = بر تمام
۳ نه۱ نه۲ نه۳ نب = کوزه های سفال با ابریق

گفت ای من غلام حلقه بگوش | زهره ام نیست که روم بر دوش
شیخ نعلین خویش داد او را | پا به نعلین خود نهاد او را
او چو پا بر فراز نعلین کرد | در نظر عرش و فرش و مابین کرد
هر چه از عرش تا به تحت الثری | بود شد منکشف بر و اخفی
رفت در ملک جان دو باره کشید | در دو زخمش همه کناره کشید
پس ز خلوت سرانه شد بیرون | تا به آن دم که شد در او مدفون

بابا نصر الدین ریشی رح

من که جان و دل حزین دارم | چشم لطفی ز نصر الدین دارم
لاجرم خاک گشته در ره او | روی آورده ام به درگه او
شیخ ما چون که جانشین است او | مهر برج چهار بین است او
آنچه وصفش کنم کز آن یکتاست | وصفش این بس که خادم الفقراست
در همه عمر کرد خدمت پیر | فایز از مهر گشت بدر منیر
بود مرشد به جای مرشد بود | منقبتش از صفای مرشد بود
طالبان خدای را به خدا | می رسانید از طریق هدا
در همه عمر از محبت پیر | شد مجاور فراز تربت پیر
تا که نور هدا از او سرزد | نور حق سرز نصر الدین برزد
عالمی بهره ور ز نورش شد | فایض از خدمت حضورش شد

لولی حاجی ریشی رح

بود در آده ون گرفته مقام | نوجوانی لطیف لولو نام

همه زن های قریه مفتونش   داغ بر دل ز شکل موزونش

لیک از آنجا که او به تقوی بود   همه را دیدنش تمنا بود

گفت شاید که شیخ دین با من   این اشارت زده بلطف سخن

که مبادا ز رخ زنی بینم   دامن از عصمت و وفا چینم

نفس اماره رهزنم گردد   آتش تند مسکنم گردد

به که از بهر این ملالت را[1]   بُبُرم از تیغ تیز آلت را

چون نباشم میان مردان مرد   نفس اماره ام چه خواهد کرد

این سخن گفت پس به استر تیز   ببرید آنچه داشت فسق انگیز

شیخ در خطبه بود و از دل صاف   کشف شد بروی آن خیال گزاف

بانگ زد در زمان که ای درویش   این چه بی داد کرده ای برخویش

خلق حیران این عجیب شده   که مگر در غلط خطیب شده

گشت بعد از نماز ره پیما   اهل آن قریه اش دوان ز قفا

که اولاً کن طعام را تقسیم   ده تبرک به ما به لطف عمیم

گفت کاری فتاده دشوارم   تاسپه ماندن کنون نمی آرم

پی آن کار خادمی بگذاشت   خود به ماوای خود علم افراشت

دید بهرام را فتاده به خاک   نفسی چند مانده تا به هلاک

گفت ازین غیر شرع کردن تو   بود مردن به فاقه مردن تو

این چه اندیشهٔ خطا کردی   در طریق خلاف جا کردی

خیز بر دوش من نشین اکنون   کز سر ره برم ترا به درون[2]

---

۱ نخ = به که دفع چنین ملامت را ۲ نخ، کز سر ره برم به خانه درون

سال ها اندر آن نشیمن نور بود رو کرده سوی صدر صدور
تا که یک شب ز لطف ایزد پاک شد مشرف به شاهد لولاک
دید چون نور آفتاب منیر شد اشارت به او که در کشمیر
نصرالدین رهنما و رهبر تست سایه افگن ز نور بر سر تست
خیز شو خاک روب درگه او که بحق ره بری تو از ره او[1]
زین اشارت جوان نیک شعار سوی کشمیر گشت راه گذار
از پس چند مه رسید این جا روی مقصود خویش دید این جا
شد مشرف به پیر و خدمت پیر گشت فایض ز لطف های کثیر
کرد بابا تلطفش بسیار تا که شد ذوالعیان و ذوالاسرار
داد ارشاد و جانشینش کرد از همه دوستان گزینش کرد
نصرالدین زیر پای شیخ گزین[2] گشت مدفون و حاجی از تمکین
زیر پهلوی پیر مدفون است هر یک از خاصگان بی چون است

بابا روپی ریشیؒ و بابا زینه ریشیؒ

که یاران بابا ولی ریشیؒ اند

دو برادر مزین از طاعات هر دو سر بر زده ز سمت جهات
آن یکی را که بود روپی نام خالص و صاف همچو نقرهٔ خام
وان دگر کس چو نور عین شده مشتهر نام او به زین شده

۱؎ ه د ـ ب د: که به حق می بری ره از ره او ـ ه ت: گر به حق ره روی از ره او

۲؎ ه ج ـ ن ت: نصرالدین پیش روی شیخ گزین

دولت و مال بی کرانش بود — عقل و اقبال و عزّ و شانش بود[۱]
هر چه اسباب عشرت است تمام — در کف دست او به دولت کام[۲]
بود پیچیده پای او اندک — در کجی دیده های او اندک
با همه کس چو آشنائی داشت — سر به تزویج[۳] کدخدائی داشت
اهل آن قریه جستجو کردند — که ز صد جا سخن به او کردند
تا پری پیکری مصمّم شد — چونکه هنگام عقد باهم شد
زن چو شو را بدید خنده نمود — خنده چون افعئی گزنده نمود
که به این صورت کجی که به اوست — طاق از این جفت بود نم نیکوست
سر نتزویج او نه دارم من — از چنین صورتش[۴] ننگ آرم من
او چو آن سرزنش شنید از وی — بی حیائی و خنده دید از وی
سرد شد خاطرش ز هر هوسی — الفتش را نماند[۵] سوی کسی
بی سر و پا ره حجاز گرفت — راه کعبه به صد نیاز گرفت
که ای خدا در ره تو خاکم من — پیش خلق تو عیب ناکم من
تو به این عیب ها پذیر مرا — ای تو سلطان بی نظیر مرا
صورتم گر چه زشت شد چه کنم — از ازل این سرشت شد چه کنم
گر مرا هیچ کس قبول نه کرد — تو قبولم کن ای به رحمت[۶] فرد
چون که از حج صفای سینه گرفت — پس از آن جاده مدینه گرفت

---

۱ ح ب : عقل واقبال توامانش بود ۲ ح ب : به دولت تام
۳ ح ب : حیل تزویج ۴ ح ا : هیأتش
۵ ح ب : رغبت او نه ماند ۶ ح ا : تو قبولم کن ای تو ایزد فرد

شیری آن جایگاه بانش بود — سر به پا داده پاسبانش بود
تا که بابا ز حال او آگه — گشت و برداشت لاشه‌اش از ره[1]
بسپردند زیر خاکش را — باد رحمت به روح پاکش را

کرامت بابا روپی ریشی

رخت از این دامگه چو حاجی بست — روپه ریشی به جای او بنشست
طالبان ره هدایت را — می رساندی سر ولایت را
بر زراعات کسب و کارش بود — نور طاعت به اختیارش بود
ریشی همچو او ز دهر آزاد — دهر تا شد بپا ندارد یاد
نور صافی ضمیر مجسم بود — در ریاضت چو پور ادهم بود[2]
نوبتی شالی ای درو کرده — داشت در دشت توبه تو کرده
تیره ابری کشید سر ز فلک — که هوا اشکبار شد چو پلک
خادمان را اشارتش بگذشت — کابر بسیار و شالی اندر دشت
گر همت استوار کنید — که به خرمن ز هر کنار کشید[3]
چون که خرمن شود به یک جایش — نیست از ابر تیره پروایش
شد تعلل[4] به خادمان در کار[5] — زان که شب بود و کار بس دشوار
گرچه پنجاه شصت کس بودند — همه با غصه هم نفس بودند
شیخ چون دید خادمان در کار — به تغافل گری زدند گذار
برشد از حجره رو به صحرا کرد — کار پنجاه کس به تنها کرد

---

۱ ح۱ = لاشه از سر ره ۲ ح ب = ردیف «شد» ۳ ح ۶ = ردیف «کشید» ۴ ح ۵ = مقیل ۵ ح ۶ = زین کار

هر دو را جذب ایزدی برسید		طلب نور سرمدی برسید
طالب پیر ره نما گشتند		فارغ از قید ما سوا گشتند
پیر جویان چو ره گذار شدند		رفته رفته بسمت چرار شدند
بود آن جا به مسند ارشاد		لولوئ ناب حاجئ آزاد
هر دو بیعت به پیش او کردند		می وحدت ز جام او خوردند
خدمت او به جان و دل هر دو		می نمودند و مشتغل هر دو
تا که ذو القرب و ذو الکمال شدند		هر دو از صاحبانِ حال شدند
ناگهان چرخ بازئ انگیخت		اسپ شیخ[1] از سر طویله گریخت
لشکر کاشغر پئ تسخیر		بود به نهاده رو سوی کشمیر
یکی آن اسپ[2] را ز راه گرفت		کرد پنهان به صد هزار شگفت
زینه ریشی بجستجوی سمند		خویش را در صف سپه افگند
عطف دامان آن عیّار گرفت		که اسپ را او ز ره گذار گرفت
گفت ای ترک اسپ مرشد من		باز ده خویش را به باد مزن
او که این تندی کلام شنید		تیغ خون ریز از نیام کشید
به شهادت رساند آن در ناب		عالمی زین بهانه گشت خراب
کشته آن قوم زیر تیغ شدند		غرق در خون بی دریغ شدند
از سر تیغ شاه زین عباد		کاشغر را به ششم اسپان داد
زان گناهی که آن ستم گر کرد		همه برباد شهر و لشکر کرد
سه شبان روز لاشهٔ ریشی		بود بر خاک از نکوکیشی[3]

---

۱ ع ا: تازئ شیخ ۲ د ش ب: ترکی آن اسپ ۳ ح ج: صفا کیشی

خاصه بهر رضای حق هر یک | سیر سازم ز چاشنی نمک

پس به هر هفته و به هر ماهی | می گذشتی به هر چراگاهی[1]

همه را سیر از نمک کردی | نمک از کوه سار آوردی[2]

تاکه دیگ قراعنه خالی شد | در نهالی درخت حالی شد

پس به هر پشته میوه زاری کرد | از درخت و شجر قطاری کرد

هرکجا دید سهمگین آبی | کز عبورش براه رو تابی

پل بر و بست و راه آسان کرد | پس عمل های خاص خاصان کرد

مسجد و خانقه نمود و رباط | از پی سایلان فکند سماط

هر گدائی که رو به او کردی | یافتی هر چه آرزو کردی

نی فتوحش نه زر به جیبش بود | شد یقین آن که دست غیبش بود

چون از این دار بی مدار گذشت | به سوی قرب کردگار گذشت

در مکی پوره دفن گاهش شد | سمت بیرده در پناهش شد

حضرت سنگه عارفه

در دهی از مراج کرده ظهور | دختری همچو اختری پر نور

زاهده عابده چو رابعه بود | نام سنگاو نور ساطعه بود[3]

چون در معرفت براو واشد | نصرالدین رهبرش به مولا شد[4]

۱ه ۱ = بار بردوشش در چراگاهی ۲ه ۱ = کز نمک سارها نمک بردی

۳ه ه۳ = نام سنگه و پور سنگه بود

۴ه ه ج ب = چونکه لطف خدا قرینش شد
مرشد ره شکور دینش شد

تا به یک پاس شب به خرمن گاه — شالی آورد قصه شد کوتاه
پس هوا اشکهای باران ریخت — سیل در دشت و کوهساران ریخت
خادمان بی خبر ز شیخ گزین — بهر شالی همه به غصه رهین[۱]
صبح دم شد به روی شان مفتوح — که آن چنان خرمنی به قوت روح
جمع کرد دست شیخ دین تنها — به زما صد کس است آن یکتا
شیخ با قرب حق چو مقرون شد — زیر پهلوی پیر مدفون شد
بود او آری از ره تمکین — لایق اندر حضور نورالدین

بابا گنگ ریشی رح

جانشین شیخ را به نور شهود — باز بابای گنگ ریشی بود
عارفی کز کمال عرفانش — بود روشن چو مهر برهانش
نوبتی او به قلبه رانی بود — در زراعت به نور جانی بود
قلبه را شد کلند زیر زمین — دید دیگی پر از قراضه دفین
ز عهد پیشین پل سیاه دراو — سکه داده ز دیر گاه دراو
دید ریشی چو آن قراضهٔ زر — گشت از دیدنش بسی مضطر
که چه سازم به مال دنیا را — سد راه است راه مولی را
ور کسی را دهم ز راه فتد — نی به زر که درون چاه فتد
به که این وجهه خالصاً لله — حرف سازم که کس نیابد راه
بر سر دوش بارهای نمک — آرم از کوهسارهای نمک
رمه و گله بی زبان به یلاق — همه بهر نمک به جان مشتاق

---

۱ = بهر شالی وهم به غصه رهین

لیک در پیش ایزد بی چون | همه فرمان برد برون ز خرون
لطف[1] حق گر بود نگهدارم | غم ندارم که اوست غم خوارم
روستایان ز فرط همت او | باز کردند عرض خدمت او
که ازین بیشه گر برون نائی | متنفر ز اهل دنیائی
پس پی خدمت تو کارگذار | می فرستیم دختر دو سه چار
تا به خاک، در تو جاروبی | می نمایند ای زهی خوبی[2]
دختر پاک باز و راه نورد | لابد این نکته را اجابت کرد
دیدن غیر گرچه بارشمن بود | کرد دلهای سائلان خوشنود
روستایان ز خانهٔ خود را | دختران یگانهٔ خود را
نذر کردند در ره مولیٰ | کار مولا است از همه اولیٰ
هفت دختر چو هفت اختر نور | هاله بستند ماه را به حضور
همه آگه ز خدمتش گشتند | فایض از نور قربتش گشتند[3]
اندر آن مرغزار خلد نمود | قوت شان غیر شیر هیچ نبود
چند میشی که داشتند نژند | رمه ای گشت تا به سالی چند
آنچنان رمه و گله بسیار | که ازو پر شده همه کهسار[4]
پس پیش خانقه و لنگر کرد | خاک آن جا طلای احمر کرد
مرده دل ها حیات از نظرش | یافتند و صفا ز خاک درش
هرکه رو سوی شنگ عارف کرد | جای در عالم مکاشفه کرد
تو مریدی به کاردانی بود | کار او خدمت شبانی بود

ا ب د ه ا: حفظ حق ٢ ه ب: از ره خوبی
٣ ب ب: فایض از نور حضرتش گشتند ٤ ه د ط: شد که پر شد ازو همه کهسار
٥ ه د ط: بنا

پس به کهسار کوهپایه نشست   چون گل عنبرین شمامه نشست
حجره ای در ییلاق برپا کرد   رو به پروردگار یکتا کرد
آن چنان مست شد ز جام شهود   که همی محو در تجلی بود
شد شبانی بدان ییلاق مگر   برد از وی به اهل قریه خبر
کز فلان گوشه دختری مرتاض   بلکه شاگردی از فضیل عیاض
منزوی دیده ام به همت تام   فارغ از خوردن و بری ز آشام
دیده اش همچو وحشی آهو   نفسش گرم از دم یاهو
هیبتش تاب گفتنم نگذاشت[1]   زان که هیبت ز فرّ یزدان داشت
ز اهل آن قریه پیرمردی چند   همه ز اهل صلاح و دانشمند
از پی دیدنش به جان مشتاق   بی سر و پا شدند سوی ییلاق
دختری دیده اند مست الست   بی جز از خود و نه نیست نه هست
روی در قبلهٔ صفا کرده   سر به جیب تفکّر آورده
ساعتی رفت و سر ز جیب کشید   نور مطلق علم ز غیب کشید
روستایان پس از سلام و دعا   عرض کردند از کمال ولا
در ییلاقی چنین که شیر و پلنگ   هر طرف جوق جوق بر زده چنگ
تو بدین خوردی و به تنهائی   چون نشینی و چون بیاسائی
لطف کن لطف مرحمت فرما   رنجه گردان قدم به قریهٔ ما
تا پی خدمتت کمر بندیم   که همه بندهٔ خداوندیم
گفت شیر و پلنگ اژدر و مار   بی گمان اند از پی آزار

---

[1] در نسخه بعد از این «تاب گفتنم نگذاشت» ص ۲ و ۱ = کردندش از کمال عرض ولا

ظاهراً زیر دست مال و زرش / باطناً گنج معرفت به برش
زر بدان گونه می رسید آن جا / که شمارش نه شد پدید آن جا
گرچه بسیار خرج لنگر بود / دخل ده چند آن برابر بود
پاک زن زین جهان چو رفت برون / اندر آن مرغزار شد مدفون
نیک ربیشی به جای خود بنشاند / او به نیکیٔ خود به جایش ماند
عالمی شد منوّر از نورش / نور حق بود چشم بد دورش
گفت پیر من از کمال صفا / بحر ژرفی بدو نه شد از جا
از سر زر که شد خس و خاشاک / زان که دریا ز خس ندارد پاک
منکه یک قطره ام ز دریایش / چون کنم همسری به پهنایش
به که این مال و زر که سدّ ره است / کار از جمع کردنش تبه است
همه در راه حق فدا سازم / خاطر از مهر آن بپردازم[۱]
پس نوا سوی بی نوایان داد / آن زر و سیم با گدایان داد
رمه و گله هرچه داشت به پیش / کرد آباد زان بسی درویش
خرقهٔ کهنه ای که در برداشت / داشت با خود همه جز آن بگذاشت[۲]
سایلی روز دیگرش هم رسید[۳] / جامه ای از برهنگی طلبید
گفت چیزی ز مال دنیا نیست / هیچ سرمایه غیر مولی نیست
خرقهٔ کهنه ای که در بر ماست / می کنی گر قبول بنده رضاست
گفت ای شیخ خرقهٔ تو به تن / نیست زیبا[۴] به فاسقی چون من
ناسزائی که خرقه در بر کرد / جامهٔ کعبه را جل خر کرد

---

۱ ب: مهر آن رها سازم   ه و = مهر آن جدا سازم
۲ ب: داشت با خود همه دگر بگذاشت   ۳ و ا ب برسید
۴ و ا = نیست لایق.

نوبتی روغنی ز کوزه کشید — بی اجازت به پای خود مالید
بار رمه چون به کوهسار شده — شیر آن جایه او دوچار شده
دور آن رمه را به رنجه گرفت — پای درویش را به پنجه گرفت
مرد ریشی ز خوف نعره کشید — دختر عارفه ز غرفه بدید
گفت ای سگ مگیر پایش را — بگذر از جور و ز جفایش را
بی اجازت که روغنی مالید — بایدش آن گنه به من بخشید[1]
شیر حالی ز پنجه اش برهاند — مرد درویش طرفه حیران ماند
هر که بی اذن پیر کار کند — دیو نفسش چنین شکار کند
هان بفرمان نفس کار مکن — خویشتن را تو شرمسار مکن
هر خیالی که در دلت گذرد — نیست مخفی به پیش اهل فرد
با ادب باش پیر آگاه است[2] — مرو از راه شیر در راه است

نیکی ریشی رح خادم سنگه ریشی رح

ریشی پاک[3] دل به نور شهود — مشتهر نام او به نیکی بود
از نکو روئ و نکو خوئ — نیک نامش ز فرط نیکوئ
ریشئ سرگروه طایفه بود — از خدامان[4] سنگه عارفه بود
هر فتوحی که از طریق نیاز — می رسیدی دران نشیمن راز
خازن آن وی از دیانت بود[5] — حامل بار آن[6] امانت بود

---

١ در ب: آن گنه بایدش به من بخشید ٢ در ج: با ادب باش هر که آگاه است
٣ در ب در ا: صاف دل ٤ در ب در ا: غلامان
٥ در ج: خازن آن چنان دیانت بود ٦ در د در ب: هر امانت

بشیخ زد سیلیش که ای خودرای | چیست این ظلم تو بخلق خدای
بخش خود را گرفتی و خوردی | سوی روبه چه دست آوردی
گشت نوروز از کمال تسق | متحیر ز درد دل ملحق
گفت ای وای من به هرزه گری | عمر در باختم به بی خبری
حق بدین گونه مهربان و کریم | بر سر بندگان به لطف عمیم
که این چنین وحشیان درنده | شد مسخر به پیش این بنده
من ز جهل و غرور بر زده بار | از سر بندگی گرفته کنار
رفت و دامان شیخ دین بگرفت | گریه اش از دل حزین بگرفت
شیخ گفتش که این چه هرزه گریست[1] | صاحب مال و زر ز نوحه بریست
گفت شرمنده ام ز فرط گنه | کس نه هم چون منست نامه سیه
هیچ باشد[2] که مجرمی چون من | شهره گردد به پاکی دامن
گفت آری کجاست گریه و سوز | نیست مسدود باب توبه هنوز
هر که اول رد مظالم کرد | پس به درگاه حق پناه آورد
بی گمان توبه اش قبول شود | حق از او راضی و رسول شود
در زمان نوجوان پاک نهاد | رو به دولت سرای نواک[3] نهاد
همه اهل دیار جمع نمود | اشک ریزی مثال[4] شمع نمود
مال و زر هرچه بود و اسبابش | رمه و گله ها ز هر بابش

---

۱ ص ب = نوحه گریست   ۲ ص ج = کس نه باشد
۳ ص د ، ص ج خ د ق ه = سوی شهر نهاد
۴ ص د ص ب = بسان

گفت دیگر بره گذار ترا — می شود پیرهن دوچار ترا[1]
او از آن جا چو رفت دست تهی — نوجوانی به ره به فرّهی
پیرهن دادش و درستی چند — از کرامات شیخ شد خورسند

بابا نوروز ریشیؒ

بود نوروز نام برنائی — ظالمی خودپرست و خودرائی
خلق از دست او فگار همه — از زبردستیش نزار همه
چون که تحصیل غله کارش بود — از سر ظلم اعتبارش بود
هر که در باج عُشرِ شاهی — اندکی می نمود کوتاهی
می رساندی هزار رنج اورا — کردی از دست خود شکنج اورا
لاجرم خلق از کفش لرزان — بود نوروز همچو باد خزان
نوبتی عزم سیر کوه نمود — در مقامی که نیک ریشی بود[2]
مسکنی خوب و خوش مقامی بود — ریشیٔ نیک و نیکنامی بود
ریشیان دگر به خدمت او — مستفیدان فیض صحبت او
یک دو خادم به مطبخ از سرِ هوش[3] — دیگ در جوش و دیگدان بخروش
آش چون شد درست شیخ جواد — کرد تقسیم و هر یکی را داد
از سر کوه آمدند به زیر — خرس و روباه هم شغالک و شیر[4]
شیخ هر چار را از راه و داد — حصه های طعام پیش نهاد
خرس اول چو حصۀ خود خورد — دست اندر طعام رو به کرد

---

[1] ق ج : می شود بایکی دوچار ترا ، [2] ق ا : در یلاقی
[3] ق ج : خدمت ، [4] ق ا : باشغالک وشیر

گر من از بند تن برون آیم | لطف فرما نشین تو بر جایم

تا به این لحظه انتظار تو بود | رفتن من همین گذار تو بود

بسپردم ترا به حضرت ذات | بس ترا اوست در همه اوقات[1]

این سخن گفت و دم ز مولا زد | روح پاکش علم به اعلی زد

می شود روح و تن جدا هر دو | ز اولیا و ز اشقیا هر دو

گرچه با هر کسی اجل به قضا است | لیک اندر قضا تفاوت‌ها است

آن یکی با هزار حشمت و جاه | بی محابا رود به حضرت شاه[2]

وان دگر را برند پای کشان[3] | بل به خواری گرفته دزد و شان

هر که پیوستگی به شاه کند | رو به او با هزار جاه کند

وانکه دور است ز آستانهٔ او | گشته مقهور تازیانهٔ او

ثمر معرفت بهشت برین | اسفل السافلین به جهل قرین

شیخ چون در گذشت مدفون شد | خادمان را ز غم جگر خون شد

میر نوروز شیخ آزاده | کرد جا بر فراز سجاده

از علو کمال او به جهان | عقل حیران و فهم سرگردان

شرح حالش که در بیان ناید | عقل کی راز عشق بگشاید

بود انفاسش از دل افروزی | عنبر افشان چو باد نوروزی

عالمی کامیاب شد از وی | بهره‌ور شیخ و شاب شد از وی[4]

طرف کوهپایه را به میان | بود بیمی ز قوم داردیان

---

۱ ق ۱، ق ۳: آفات ۲ ق ۱: به خدمت شاه ۳ ق ۲: وان دگر را برهنه پا به کشان

۴ ق ۱: عالمی کامیاب از در او | بهره‌ور شیخ و شاب از بر او

بخش کرده همه به خصمان داد[۱] / پرّ کاهی به پیش خود نه نهاد
بعد از آن خواست از همه بحلی / با همه عجز و زاری و خجلی
همه حیران ز کار او گشته / راضی از اعتذار او گشته
چون ز مال و متاع فارغ شد / مرد سی ساله بین که بالغ شد
رفت در پیش مرشد آگاه / دیده پر خون ناب سینه پر آه[۲]
کای خدا را به حال من نظری / لطف فرما به سوی[۳] بی بصری
شیخ گفتش چو طالب نوری / بایدت رفت پس به مزدوری
در همان ده که حکمران بودی / به تکبّر زده عنان بودی
شد به مزدوری آن نکو منظر[۴] / بیل اندر کف و سبد بر سر
دوره خویش اجرت گل کرد / زان عمارت به خانهٔ دل کرد
هر که بر حال او نظر کردی / دیده از اشک ناب تر کردی
هر چه کردی ز اجرت حاصل خویش / شب ببردی به پیر کامل خویش
تا بدین گونه چند ماهش شد / دل بر افروخته چو ماهش شد
شیخ چون صدق او به کار بدید / بر سرش لطف کردگار بدید
از نگاهی نمود آگاهش / کرد در عشق خاص درگاهش
گفت برخیز مرقدی بکنم / زان که مشتاق از پی وطنم
هیچ کس در جهان نه پاینده است / ذات حق است آن که او زنده است
خاست نوروز ریشی از سر غم / مرقدی ساختند هر دو بهم
شیخ دین غسل کرد و دوخت کفن / گفت نوروز را به لطف سخن

---

۱ د، ب = همه به خویشان داد ۲ د ب = سینه تباه
۳ د، ب = به حال بی البصری ۴ د ب = محضر

می فروشید بندگان خدا / سیم و زر را چو کافران دغا
توبه کی از شما قبول شود / دیو از این کار بوالفضول شود
همه گفتند که به تیغ و شرا / هیچ انسان نشد ز ما حاشا
گر گرفته کسی بر ما شد / این قدر شد که چاکر ما شد
بعد از این همه رها سازیم / با خداوند خود صفا سازیم[۱]
شیخ از ایشان چو استواری دید / عهد و پیمان و پایداری دید
همه بر دفن گاه مرشد برد / یعنی اندر پناه مرشد برد
گفت یارب به حق این درویش / جان این بی دلان مگردان ریش
روشنائی به چشم ایشان ده / سوز و دردی به سینه[۲] ریشان ده
به هدف در رسید تیر دعا / تا که گشتند شان همه بینا
کرد تاثیر آن دعا به همه / جلوه زد نیر هدا به همه
آن طرف هر کجا اسیری بود / کاو فتاده به دار و گیری بود
گشت آزاد بلکه مالش را / باز دادند زان و بالش را
همه در بندگی قرین گشتند / همه در راه دین گزین گشتند
قصه کوتاه شیخ دین نوروز / بود زین گونه مکرمت اندوز
بود از بسکه همتش عالی / از طلبه ساعتی نه شد خالی
گرچه بیرون شد از نشیب و فراز / نعره هل من مزید می زد باز
تا که سلطان عهد شیخ زمان / حضرت شیخ حمزه قطب جهان
اندر آن سر حدش ملاقی شد / ساقی او را به جام باقی شد
مست شد آن چنان که شد نوشش / ماهوی جملگی فراموشش

۱ه ۱: همه را بعد از این خلاص کنیم / ۲ه: گواه است که اختصاص کنیم

چند کس زان میان دلیرانه[1] آمدندی سر دو سه خانه
رمه و گله نقد و جنس عیان مرد و زن خواه پیر و خواه جوان
می ربودند دست بسته همه ساختندی ز درد خسته همه
نوبتی شیخ دین به فرّ و شکوه بود تنها و خادمان سر کوه
چند کس داردی جفا پیشه روی کردند سوی آن بیشه
رهزنان هر طرف شتافته اند می ربودند هر چه یافته اند
شیخ دین را ز صومعه بیرون برکشیدند تشنه بر[2] سر خون
از پس پشت هر دو دست او را ظالمی راه زن ببست او را
وان دگر تازیانه بر سر دوش زد که همراه من به رفتن کوش
شیخ در دست شان شد مبهوت ولوله او فتاده در ملکوت
چند گامی چو راه پیما شد هر یکی زان گروه اعما شد
تیره شد چون جهان بروی همه عقل آورد رو به سوی همه
کین بلای خدای بر سر ماست همه از بهر این که خاص خداست
بندهایش ز دست بگشادند همه بر پای او در اُفتادند
که کرم کن به حق خالق خویش بر سر زمرهٔ جفا اندیش
توبه کردیم عذر ما به پذیر عهد بر بسته ایم سخت مگیر
که اگر زین بلا خلاص شویم بره حق به اختصاص شویم
بعد ازین هیچ کس نیازاریم سر ز ماوای خود برون ناریم
شیخ گفتا که ساکنان دیار از جفای شما همه افکار
زن و فرزند حال شان بدید از بدی آن چه بود آن کردید

---

[1] ط۱ : زان طرف دلیرانه [2] ط۱ : دشنه

مناجات و خاتمة الکتاب

پادشاها به مکرمت نظری **** به چو من عاصیٔ و هرزه گری
پای تا فرق عیب ناکم من **** در مذلت به ره چو خاکم من
از نگاه تو خاک زر گردد **** عیب از لطف تو هنر گردد
آن که از جرم عذرخواه من است[1] **** حرف لا تقنطوا پناه من است
رحمتت بحر ژرف و بی پایان **** پیش آن بحر جرم عالمیان[2]
برگ کاهی بود به دریائی **** ورنه یک ارزنی[3] به صحرائی
گر یکی موج بحر جود زند **** نفس چه یارا که دم ز بود زند
محو گردد خطهای[4] جمله جهان **** از یکی موج قلزم غفران
لطف و بخشایش تو بیش از بیش **** من ولی سرفکنده ام در پیش
گر نه بود این رضای درگه تو **** سر به دوری نهادن از ره تو
دوری از درگهت نه آئین بود **** چه کنم در سرشت من این بود
عمر پنجاه ساله باخته ام **** در هواهای نفس تافته ام
خم شده پشت من ز بار گنه **** موی کردیم سفید و روی سیه
دوری از تو بجفای خود کردم **** هر چه کردم خطا و بد کردم
آن چه از امر و ز مناهی بود[5] **** موجب دوری و تباهی بود

---

۱ ح = آن که از جرم و زگناه من است

۲ ح۱ = جنب آن بحر جرم چون مایان ۳ ح = ... ح۱ = دانهٔ ارزنی

۴ ح = گناه ح = عصات ۵ ح۱ = آنچه از نهی در مناهی بود

سخن از شیخ حمزه چون سرزد — طبع من سر به نهٔ فلک برزد
خواهم از حق که دفتر دیگر — می نمایم به وصف او از سر
ای بها این همه بیان کردی — شرح احوال ریشیان کردی
نیست زین دولتت بدل اثری — چه زنی دم ز دولت دگری
کشف این سر نه از سخن گردد — بل به افنای جان و تن گردد
به ریاضات تا نه روی نهی — ره نیابی ز گفتگوی تهی
با وجود همه ریاضت ها — یابی[1] از لطف حق عنایت ها
ورنه دهقان بخون چو لاله طپید — شالی پخته را چو ژاله رسید
عارفان بین که خون دل خوردند — تا که بوی ز معرفت بردند
جمع خرمن ز تخم کاشتن است — ورنه بی هوده چشم داشتن است
به سخن هیچ کس نه شد عارف — کارکن کار تا شوی واقف
خامه[2] از بسکه عنبرین کردم — ختم نامه به نصرالدین کردم
نیست افسانه درد و سوز است این — دفتر عشق جان فروز است این
روز بازار عاشقان این است — کار و بار محققان این است
هر که خواند به اعتقاد تمام — بهره یابد ز ریشیان همام[3]
سال تاریخ عقل فطرت سای — گفت "شد ریشی نامه روح افزای"
روح را تازگی ز هر ورقش — نور قلب و سرور جان سبقش
هنکه حرف های کج مج او — راستی سرزده است از کج او
شرح احوال راست کیشان است — که از ایشان محب[4] ایشان است

۱؎ یابیه = یابد ۲؎ خاما = را ۳؎ همام = تمام ۴؎ محبّ = مقام

هرچه ورزیده‌ام[1] چه چاره کنون — روسیاهم از این خساره کنون

از سر معصیت[2] که نامهٔ من — شد سیه همچو نوک خامهٔ من

گر به آن نامه جز تو بیند کس — کف ز حیرت گزد نفس به نفس

به توانی که عیب من پوشی — حیله و مکر و ریب من پوشی

ورنه کس تاب جرم من نارد — کس مرا بر فلاح نگذارد

وصف تو عیب‌پوش هر عاصی — رحمتت بیش خاصه بر عاصی

پادشاها به لطف بارم ده — که به قرب خود اعتبارم ده

گرچه شایان قرب گاه نیم — که من از سالکان راه نیم

لیک در سایهٔ امان توام — که محب مقربان توام

سینه‌ام رازدار ایشان کن — حشر من در جوار ایشان کن

این دعا را ز تو اجابت باد
بالنبی و آله الامجاد

●

---

[1] حب م۱ = همه ورزیده‌ام [2] ط۱ = از بسی معصیت



تلہٕ چھےٚ زٕتُس تےٚ پیٹھٕ چھکھ نٹران

وَنتہٕ مالہِ ووندہٕ کیتھٕ پٔڑان چھےٚ